درگاہ شریف، حضرت سیدنا قاسم سلیمانی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ، چنار شریف (یوپی، الہند)

صحیفۃُ السرائر فی حقیقۃِ النّوادر

صحیفۂ اسرار

تصنیفِ لطیف

پیرطریقت حضرت شاہ عارفُ القادری سُلیمانی

ابن منور القادری المتوطن فقیر نند ہبلی مقیم حال سونا پور، ملاپور، دھارواڑ

SAHIFA-E-ASRAR ● Hazrat Shah Ariful Qadri Sulemani

حضور غوث الصمدانی، قطب ربانی، حضرت سیدنا میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبرکات جو آپ نے چارسو سال پیشتر اپنے اہل خانہ اور مخصوص مریدوں کو وصیت فرمائی تھی کہ میری کلاہ شریف، عمامہ، اور ایک 24x16 انچ کا مقدس قرآن پاک فلاں کمرہ میں تالہ لگا کر محفوظ رکھ دینا، قاسم سلیمانی نامی شخص ہند سے آئے گا۔ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ جس وقت وہ یہاں آئے گا کمرے کا تالہ خود بخود کھل جائے گا، تو یہ تبرکات اس کو عطا کر دینا، الہٰذا یہ تمام تبرکات آپ کو اس وقت کے سجادہ نشیں کے ہاتھ سے دستیاب ہوئیں اور نیز خرقۂ خلافت وارادت بھی، بحمدللہ! آج تک یہ تمام چیزیں حضرت قاسم سلیمانیؒ کے خانوادے میں محفوظ ہیں، بموقعۂ عرس پاک ہزاروں زائرین کو بڑے اہتمام کے ساتھ دیدار کرایا جاتا ہے۔

پیش کش:

سجادہ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاۂ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

Published By

الھدیٰ پبلیکیشنز

alHuda publications

2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, New Delhi-2

Phone: 011-43259013, E-mail: alhudapublications@yahoo.com

صحیفۃ السرائر فی حقیقۃ النّوادر

صحیفۂ اسرار

{تصنیفِ لطیف}

غواص علومِ معرفت واقفِ اسرارِ احدیت وصمدیت

پیرِ طریقت عالی مرتبت الشاہ **عارف القادری** سلیمانی صاحب قبلہ

المتوطن فقیر نندہلی، مقیم حال سوناپور، مالاپور، دھارواڑ، کرناٹک، (الہندی)

پیشکش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشیں آستانہ قادریہ نوریہ، خانقاہ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

Distributor:

الہدیٰ پبلیکیشنز نئی دہلی

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neel Kanth, Qazi Wara, Darya Ganj, N. Delhi-2

Phone: 011-43259013, Mobile: 08010503999

Email: alhudapublications@yahoo.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب	: صحیفۃ السرائر فی حقیقۃ النوادر (صحیفۂ اسرار)
تصنیف لطیف	: غواص علوم معرفت پیر طریقت حضرت سید شاہ **عارف القادری** حفظہ اللہ سلیمانی صاحب قبلہ
سکونت	: المتوطن فقیر نندبلّی مقیم حال سوناپور، مالاپور، دھارواڑ، کرناٹک، (الہندی)
رابطہ	: 09448467215 / 09740357786
پروف ریڈنگ	: عبیدالرحمٰن صدیقی
طباعت	: جون ۲۰۱۰ بمطابق جمادی الآخر ۱۴۳۱ھ
تعداد	: 1100
صفحات	: 215
قیمت	: 60.00
زیر اہتمام	: الہدیٰ پبلی کیشنز 2982، کوچہ نیل کنٹھ، قاضی واڑہ، دریا گنج نئی دہلی ٹیلی فون: 011-43259013

پیشکش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشین آستانہ قادریہ نوریہ، خانقاہ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

☆☆☆

Published By

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neel Kanth, Qaziwara, Daryaganj, N. Delhi-2

Tel: 011-43259013, Cell: 08010503999

Email: alhudapublications@yahoo.com

اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا

”رحمت والے رب کی بات کسی باخبر سے پوچھ“

فن تصوف پر کامل معلوماتی، روحانی کیف آور، اور نادر مضامین پر مشتمل اک عظیم گلدستہ

بنام

صحیفۃُ السرائر فی حقیقۃ النوادر

(صحیفۂ اسرار)

شائع کردہ

سجادہ نشین آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاۂ قادریہ نوریہ سقافیہ
جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿قصیدہ بردہ شریف﴾

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَ الثَّقَلَیْنِ — وَ الْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ — لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

یَااَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَ لُوْذُ بِہٖ — سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَھَا — وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نَبِیُّنَا الْآمِرُ النَّاھِیْ فَلَاَ اَحَدٌ — اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَاَ مِنْہُ وَ لَاَ نَعَمِ

مُحَمَّدٌ بَاسِطُ الْمَعْرُوْفِ جَامِعَۃٌ — مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْاِحْسَانِ وَالْکَرَمِ

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ — وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَاکَرَمِ

یَارَبِّ بِالْمُصْطَفٰی بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا — وَاغْفِرْلَنَا مَامَضٰی یَاوَاسِعَ الْکَرَمِ

امام شرف الدین بوصیری علیہ الرّحمۃ والرّضوان

نعت شریف

عارفؔ القادری

یہ سچ ہے آپ آدم مظہرِ ذاتِ محمد ہیں
یہ جلوۂ جہاں آراء کمالاتِ محمد ہیں

جہاں میں، دائرۂ موجود میں جلوہ نبی کا ہے
حقیقت میں ہر ایک شئ علم وآیاتِ محمد ہیں

یہ نورِ علم ہے اور نورِ وجودِ یار سے روشن
زمین وآسمان کیا ہیں کراماتِ محمد ہیں

رسائی عقل وفکر وفن کی احمد میں نہیں ممکن
سمجھ میں آنہیں سکتے وہ حالاتِ محمد ہیں

خدا کے بعد کیسے اور کہاں تھے کچھ نہیں معلوم
یہاں ہر شکل میں لیکن نشاناتِ محمد ہیں

وہی جو رتبۂ اطلاق سے نازل ہوئے لیکن
محمد کی شکل میں خود سوالاتِ محمد ہیں

کبھی فاعل کبھی مفعول میں دیکھا وہی جلوہ
کہ اقوالِ خدا عارفؔ مقالاتِ محمد ہیں

لی خمسۃٌ أطفئی بھا حرَ الوباءِ الحاطمۃ
ألمصطفیٰ و المرتضیٰ و ابناھما و الفاطمۃ

﴿انتساب﴾

یہ کتاب مستطاب میرے امجاد قطب الاقطاب سیدنا قاسم سلیمانی شاہ قادری (چنار شریف ، یوپی ،) اور آپ کے فرزندان سیدنا حضرت کبیر المشتہر بالا پیر شاہ قادری ، (قنوج یوپی) نیز حضرت سیدنا واصل شاہ قادری (چنار شریف یوپی) کے نام منسوب کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ اس فقیر اور اسکے متوسلین پر ان بزرگوں کے فیوض و برکات جاری و ساری فرمائے ۔

فقط

الفقیر عارف القادری غفرلہٗ

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین ، و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و آلہ الطیبین و اصحابہ الاکرمین ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین اجمعین ،

اما بعد نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات دو اقسام پر منقسم ہے ایک علم اللسان دوسرا علم القلب ، یعنی ایک علم ظاہر دوسرا علم باطن ، علم ظاہر وہ ہے جو حضور ﷺ کے تمام ظاہری اعمال ، اشغال و افعال و سنن سے عبارت ہے ۔ جسکی تعلیمات و تشریحات بالکل عام ہیں جس پر من کل الوجوہ کام ہوا اور اسکی پر زور اشاعت بھی ، جیسے نماز ، روزہ حج زکوٰۃ ، قربانی اور تقویٰ و پرہیزگاری وغیرہ ، جس کے ظاہری تعلیمات و طریقوں سے خواص و عوام کا کثیر طبقہ واقف ہے ، مگر دوسری قسم علم باطن کی ہے جو حضور پاک ﷺ کی باطنی تعلیمات و معاملات سے متعلق ہے ، جس طرح علم ظاہر (علم شریعت) کے بغیر راہ ہدایت ملتی نہیں ، اسی طرح علم باطن (علم طریقت) کے حصول کے بغیر راہ ہدایت ممکن نہیں ، چونکہ علم شریعت بمانند جسد ہے ، اور علم باطن بمانند روح ، روح کے بغیر جسد پر اکتفاء کرنا عقلمندی نہیں ہے ۔

الغرض علم شریعت کے ساتھ علم طریقت کا اتصال لازم ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ۔ قرآن پاک احادیث نبویہ ﷺ اور علوم صحابہ کا نصف حصہ علم باطن یعنی علم تصوف ہے اور نصف حصہ علم ظاہر یعنی علم شریعت اور دیگر علوم پر مشتمل ہے ، اسلئے کہ جو بھی معاملات قلب و باطن ، اور روح سے متعلق ہیں وہ تمام اشیاء باب تصوف میں داخل ہیں جیسے فرمان الٰہی ہے "

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلوٰتِھِمْ خَاشِعُوْنَ •

سورۂ مومنون، آیت ۶، بیشک وہ اہل ایمان کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں، اہل ایمان کو مؤمن کہتے ہیں اور ایمان کا تعلق قلب کی تصدیق پر منحصر ہے۔ اور یہ تصدیق باطن پر دلالت کرتی ہے۔ خشوع وخضوع دل کی یکسوئی کے ساتھ مولیٰ کی طرف مائل ہونے کا نام ہے، اور یہ بھی معاملہ باطن ہے۔ نیز فرمان الٰہی ہے ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ'' سورۃ الانفال، آیت ۳، مومنین اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں کہ جنکے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو انکے دل خوف الٰہی سے دہل جاتے ہیں، اور جب انکے سامنے اسکی آیات پڑھی جاتی ہیں تو انکے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے، اور وہ اپنے رب پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں...... ارشاد باری تعالیٰ ہے 'یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ'' اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کیساتھ ہو جاؤ...... مذکورہ آیت مبارکہ میں خوف وخشیت الٰہی کی تاکید کی گئی ہے۔ خوف وخشیت بھی ظاہر سے نہیں باطن سے متعلق ہے، معلوم ہوا کہ یہی تو تصوف ہے جسکا ماخذ ظاہر نہیں باطن ہوتا ہے۔ الغرض وہ تمام آیات، احادیث اور اقوال صحابہ علم تصوف میں داخل ہیں جسکا تعلق قلب وباطن سے ہے، مثلاً یاد الٰہی میں گریہ وزاری کرنا، اللہ پر یقین وتوکل کرنا، استقامت پر قائم رہنا، شہوانی خواہشات سے اجتناب کرنا، قلب کو مائل بہ بارگاہ مولیٰ کرنا، ہر دم ذکر وفکر میں رہنا، صلہ رحمی کرنا، غرباء یتامیٰ ومساکین کی غمخواری کرنا، صبر ورضا پر قائم رہنا، جود وسخا کرنا، یہ تمام مضامین آیات قرآنی کے مفاہیم ہیں جو من کل الوجوہ تصوف کی روح رواں ہیں۔ اسی طرح وہ تمام احادیث کریمہ علم تصوف میں داخل ہیں جسکا تعلق قلب وباطن سے ہے۔ یہاں اسکی تفصیل تطویل کہلائیگی۔ لھٰذا علم تصوف یعنی علم طریقت وحقیقت کے بغیر تقاضئہ اسلام پورا

نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ''الشریعۃ والطریقہ متلازمان'' شریعت وطریقت دونوں لازم وملزوم چیزیں ہیں جنکو علحدہ نہیں کیا جاسکتا!

آج کے تصوف ناآشنا دور میں جہاں عوام اختلاف وانتشار کا شکار ہیں، وہاں خواص عدم وسعت نظری کی وجہ سے حقیقت کے انکار پر بضد ہیں، اس لئے ضرورت تھی اس امر کی کہ حقیقت کا پردہ چاک اور اصلیت کا چہرہ آشکار کیا جائے، لہٰذا محترم مصنف عارف القادری صاحب قبلہ نے میدان علم تصوف کی آبیاری کیلئے کمربستہ ہو گئے، اس مقصد کی ترویج کی ابتداء آپکی کتاب اسرار خلافت وارادت یعنی حقیقت پیری مریدی سے ہوتی ہے، جسمیں آپ نے پیری مریدی کے اصل معمہ کا حل پیش کیا ہے، فرمایا ہے کہ پیری کا تعلق حضرت آدم علیہ السلام سے ہے اور آپ روئے زمین پر پہلے خلیفۃ اللہ ہیں، لہٰذا پیر وہ ہے جسکا باطنی پیر خود خدا ہو، تو اندازہ لگائیں جسکا پیر خود خدا ہو تو وہ کتنا باکمال ہونا چاہیئے۔ خلافت ونیابت کا مرتبہ، مرتد فی الطریقت کی وضاحت، علوم دنیوی کی اہمیت وافادیت، اور دیگر مضامین پر آپ نے سیر حاصل بحث کی ہے، اسی طرح کتاب ''تفہیمات کلمہ کی کل'' معرفت ذات انسانی'' ان دونوں کتابوں میں آپ تسہیل وجدید انداز بیان کی حیثیت سے کام کئے ہیں۔ اور چوتھی کتاب ''العلم نُقطۃ'' جو آپ کے دست مبارک سے احاطہ تحریر میں آئی ہے، جس میں تصوف کے ادق ولاینحل مسائل کو بڑے سہل انداز میں حل کیا ہے، انشاء اللہ اسکا مطالعہ کئی کتابوں سے بے نیاز کردیگا۔ علم باطن کے تعلق سے جن جن چیزوں کی ضرورت آن پڑتی ہے وہ تمام چیزیں اسمیں جمع کردی گئی ہیں۔ اب جو آپکے ہاتھوں میں کتاب موجود ہے یہ تو بالکل اسم بامسمّیٰ ہے سالوں سے ہزاروں خانقاہوں سے خود انکے موروثی علوم وفنون غائب ہو چکے تھے (جسکی وجہ سے آج خانقاہ نشیں حضرات عرس وصندل اور غلاف پوشی کی رسم کی حد تک محدود ہیں) ان تمام حقیقی علوم کو قرآن وسنت کی روشنی میں پھر زندہ وتابندہ کیا گیا ہے

،تاکہ ہر خانقاہ نشیں جوان علوم ومعارف سے محروم ہیں، دوبارہ زندہ ہوجائے ، اور وہاں سے آقا علیہ السلام کے سینۂ اطہر کے علوم کی تعلیم وتربیت جاری ہوجائے ۔ پھر سے اصحاب صفہ کی جماعت جنم لینے لگے، ہمارا منشور اسکے سواء اور کچھ نہیں ہے کہ ہر خانقاہ اپنے ذمہ داری کا احساس کرے اور اپنے آباواجداد کی خدمات کو فراموش نہ کرے۔اللہ ہر خانقاہ نشین کو ان تصنیفات سے خاطر خواہ نفع پہنچائے ،آمین بجاہ طٰہٰ ویاسین۔

الفقیر سید شاہ ولی اللہ قادری غفرلہٗ

خانقاہ قادریہ ولی اللّہیہ ،قادری گلی مالا پور،

دھارواڑ کرناٹک،

تقریظ جلیل

عربی شاعر ممتاز الفضلاء ادیب العصر حضرت العلام مفتی محمد قاسم صدیقی تسخیر صاحب قبلہ مدظلہ العالی نائب مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علیٰ سید الانبیاء و المرسلین و علیٰ آلہ الطیبین الطاھرین و اصحابہ الاکرمین اجمعین ،امابعد .

بفحو ائے حدیث قدسی ''کنتُ کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق '' میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری معرفت ہو تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا...... چاہت ومحبت ہی خلقت کی تخلیق کا سبب بنی اور یہی چاہت والفت، حیات انسانی کا مقصود ومطلوب ہے۔

علم منزل مقصود کا پتہ بتاتا ہے، مقصود کی معرفت فراہم کرتا ہے اور عشق نہ صرف مقصود کا پتہ بتاتا ہے بلکہ مقصود کا قرب اور وصل عطا کرتا ہے۔ اسی عابد ومعبود کے تعلق، بندے اور خدا کے ارتباط، کامل اور ناقص کی یکجائی، خدا کے نزول اور بندے کے عروج، واجب اور ممکن کی وحدت کو تصوف کہتے ہیں۔

علم تصوف تمام علوم وفنون میں سب سے افضل واعلیٰ ہے، وہ ایک باطنی ، روحانی اور معنوی علم ہے، وجود میں دیگر علوم اعضاء وجوارح کی مانند ہیں اور علم تصوف روح کی مانند ہے۔ اس وجدانی اور لطیف علم کے احوال وکیفیت وارادت ومشاہدات کو بہ آسانی سمجھانے کیلئے متقدمین صوفیاء نے اصطلاحات وضع کئے، زیر نظر کتاب ''صحیفۃُ السرائر فی حقیقۃ النوادر'' دقیق مباحث تصوف کو قید کتابت میں لانے اور خدا و بندے کے درمیان رازہائے سربستہ کو الفاظ کے پیرہن میں پیش کرنیکی عمدہ سعی مشکور ہے، جس میں مؤلف ممدوح حضرت پیر طریقت شاہ عارف القادری سلیمانی

ادام اللہ فیوضہم العالیہ نے نہ صرف اصطلاحاتِ تصوف کی دلکش اسلوب میں بہترین تشریح وتوضیح کی بلکہ نئی نسل انسانی کو منازلِ سلوک کی افہام وتفہیم کا جدید وعمدہ طریقہ اختراع کیا، مؤلف ممدوح نے تصوف پر غیر مسلمین کی جانب سے کئے جانے والے تنقید واعتراضات کا تشفی بخش جواب دیا، نیز صوفیاءِ خام وملحدانِ بے سرانجام کے دجل وفریب کو آشکار کیا۔

یہ کتاب اسم بامسمّیٰ ہے، علوم ومعارف کا خزینہ ہے، سالکان راہ طریقت کے لئے شیریں پنگھٹ ہے، تمام مسلمان بالخصوص وابستگان سلاسل تصوف کے لئے عظیم نعمت ہے، اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلفِ ممدوح کو جزائے خیر عطا فرمائے صحت وعافیت کیساتھ آپ کے سایۂ عاطفت کو سلامت باکرامت رکھے، اوراس کتاب کو قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ و صحبہ و بارک وسلم اجمعین والحمدللہ رب العالمین

فقط

محمد قاسم صدیقی تسخیر

نائب مفتی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد الہند

المرقوم ۲۰ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ 6 مئی 2010ء

تقریظ

پیر طریقت، مفکر قوم وملت، علامہ ڈاکٹر پروفیسر سیّد شاہ زین العابدین حُسینی چشتی القادری

مدظلہٗ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسُولہ الکریم وعلیٰ الیہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الاکرمین اجمین

ہرسال دُنیاں میں ہزاروں کتابیں لکھی جاتی ہیں، لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں، اور کروڑوں کی تعداد میں پڑھی جاتی ہیں۔ علم وفن کی اِس اشاعت کا اور انسان کی اس ترقی کا راز مخلوق کو خالق کا قرب نصیب کرانے کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لقدمن اللہ علی المومنین اِذبعث فیھم رسولا" ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ اُنمیں ایک رسول بھیجا۔

زیرِ نظر کتاب مستطاب "صحیفۃ السرائر فی حقیقتہِ النوادر" تصنیف کردہ: حضرت عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ مدفیضہٗ کا مسودہ اِس بے علم وکم مایہ فقیر کو سرفراز ہوا کہ اس کی تقریظ لکھوں۔ اتنے بڑے اور مشکل کام کیلئے مجھ جیسے کا انتخاب کرنا فضل خداوندی سمجھتا ہوں۔ اس کتاب کو سرسری طور پڑھنے کا موقع ملا۔ جس سے اندازا ہوا کہ مصنف صاحب نے یہ کوشش کی ہے

کہ۔ حیات لیکے چلو کائنات لیکے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لیکے چلو

علامہ عارف القادری صاحب نے بڑی ہی محنت اور کوشش سے اچھے تصوف کے اسلوب کو مختلف

صوفیاءِ کرام کے اقوال اور اُنکے رازہائے سربستہ کو بڑے اچھے انداز میں انتہائی کارآمد کتاب تصنیف فرمائی ہے جزاك اللہُ۔

اس میں شریعت، طریقت، عقیدہ اور علم وعمل کا پیغام ہے کتاب کے مطالعہ میں اذکار کے اقسام اور راز کے اقسام ہیں جس سے ایمان کی حرارت بڑھ جاتی ہے، عرفان کا اُجالا حاصل ہوجاتا ہے۔ سوزِ عشق مین جلنے کا سلیقہ دکھائی دیتا ہے اور پھر ہرہستی کو حق سے آراستہ ہونے کا ذریعہ میسر آتا ہے۔ بقول

شاعر: میری زندگی یہی ہے کہ فیض سب کو پہنچے

میں چراغِ رہ گزر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ

مصنف قبلہ نے اس کتاب میں کئی نایاب عنوانات کا انتخاب کیا ہے جو کتاب کی خصوصیت کا آئینہ دار ہے۔ ادبی سماجی اخلاقی عنوان پر قلم کو حرکت دینا آسان ہے لیکن معرفت کے میدان میں خود کو محور بنالینا کوئی آسان علم نہیں ہے۔ عنوان ہی منزل کی نشاندہی کردیتا ہے مثلاً روح کیا ہے، حواس خمسہ، سمجھ کیا ہے، خودی اور بے خودی، نفس کی حقیقت، راہِ معرفت، بارِ امانت، مرتبہ حضرت آدم وغیرہ عنوانات قابلِ توجہ ہیں۔ اے اللہ!! مصنف کی کتاب کو تیرے محبوب کی اس دُعا کی تصویر بنادے جو اُنھوں نے اِس کتاب کے صفحہ نمبر 143 پردرج کی ہے۔

اے اللہ!! مجھے اُن لوگوں میں شامل فرمادے جو اچھا کام کرکے خوش ہوتے ہیں اور جب اُن سے بُرائی سرزد ہوتی ہے تو استغفار کرتے ہیں آمین ثم آمین۔

از پروفیسر سید شاہ زین العابدین حُسینی چشتی القادری

سجادہ نشین بارگاہِ قطب آئینہ پور، حضرت داداپیر رحمۃ اللہ علیہ، وتاج العارفین

حضرت سید شاہ خواجہ معین الدین حُسینی چشتی القادری رحمۃ اللہ علیہ

منڈل دوما، موضع آئینہ پور، حیدرآباد

﴿ تعارف مصنف ﴾

پیر طریقت عالی مرتبت الشاہ عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ سبحان اللہ ایک معتمد اور معتبر خاندان سے ہیں جنکے آباواجداد کے سامنے شہنشاہ اکبر اور شہنشاہ جہان گیر جیسے حکمرانوں نے زانوئے ادب تہہ کرچکے ہیں۔ المختصر آپ بارہ سال کی عمر میں اپنے آبائی وطن ریاست شہنور سے ہانگل شریف تشریف فرماہوئے یہاں آپ کو پیر طریقت عظیم المرتبت پیر سید مقبول احمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت صالح اور مقدس نشستیں میسر آئیں۔ بچپن سے اللہ نے آپ میں علمی، وعملی صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھی۔ تیرہ یا چودہ سال کی عمر میں آپ کا رجحان شعر گوئی کی طرف ہوا تو آپ نے نعتیں اور قصائد لکھ کر حضور اعلیٰ حضرت فاضل کشمیر رحمۃ اللہ علیہ کی محافل میں گنگنانے لگے حضرت موصوف بھی محظوظ ہوکر آپ کے علم وقلم میں برکت، شفاء اور تاثیر کی دعا فرمائی۔ سبحان اللہ حضرت عارف القادری صاحب آپکی دعاؤں کا ثمرہ ہیں، کہ آپ کئی نادر ونایاب کتابوں کے مصنف ہیں، وہ بھی علم معرفت پر، خصوصاً اس دور پر آشوب میں علم معرفت پر کتابیں رقم کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے، الغرض آپنے کئی سلاسل کی خانقاہوں کا معائنہ کرنے کے بعد مصمم ارادے کے ساتھ ایک ٹھوس قدم اٹھایا کہ وہ تمام سلاسل کی خانقاہوں کے لئے وہ علمی، وعرفانی اثاثہ مہیا کرواکے رہیں گے جو کبھی خانقاہوں کی جان وشان رہے ہیں۔

خصوصاً "بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی" جیسے نظریات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے راہ خدا کی معرفت کو بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی! میں تبدیل کرکے رکھدیا ہے۔

تاحال آپ تقریباً بیالیس سالوں سے شہر دھارواڑ میں مقیم ہیں اور خانوادۂ قادریہ ولی اللھیہ سے منسلک رہکر تحریری وتقریری خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کتاب کے علاوہ بھی آپکے تین اور تصنیفات بنام "کشف الغطاء" "اسرار تصوف، اور ایک شعری مجموعہ "روح

سماع" بہت جلد منظر عام پر آرہے ہیں، پڑھئے اور دعائے خیر کا عطیہ ارسال فرمائے۔

فقط

ا لفقیر مقبول احمد اشرفی قادری، التوطن شگاؤں،

ضلع ہاویری، ساکن ہوناور، ضلع کاروار، کرناٹک،

فہرست

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
1	(باب اول) روح کیا ہے؟	2
2	تشریح روح اور راز حواس خمسہ	5
3	سمجھ کے اقسام	7
4	روح کب بیدار ہوتی ہے	8
5	خودی سے بےخود ہوجانے کے بعد	9
6	نفس کی حقیقت	10
7	تزکیہء نفس کیا ہے	12
8	تجلیہء روح کیا ہے	14
9	تخلیہء سر کیا ہے	15
10	بار امانت کیا ہے	16
11	مرتبہء حضرت آدم	17
12	ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا راز	18

13	پیر یا مرشد کی حقیقت	19
14	ایک غلط فہمی کا ازالہ	21
15	امت اور شریعت	22
16	معرفت الی اللہ	23
17	علم کیا ہے ؟	25
18	فقیر کی تعریف	26
19	صوفی کسے کہتے ہیں	27
20	لفظ صوفی کی تحقیق	28
21	عمل کیا ہے؟	29
22	باب دوم، فنائی الرسول کیا ہے؟	30
23	موتوا قبل ان تموتوا	32
24	اسلام کیا ہے؟	33
25	وحدت الوجود کیا ہے؟	39
26	وحدت الشہود کیا ہے؟	40

صحیفۃُ السّرائرفی حقیقتہِ النّوادر

27	تصور شیخ کیا ہے؟	41
28	وہ کہاں ہے جو قلب کا شیخ ہے	43
29	جذباتی تصور شیخ کا نقصان	44
30	مراقبہ کیا ہے	45
31	مراقبہ اور صلوٰۃ الوسطیٰ	46
32	حصار اور شرائط مراقبہ	52
33	مشق مرقوم کسے کہتے ہیں	53
34	مشق مرقوم باطنی	54
35	مشق وجودیہ کیا ہے	55
36	طریقہ مشق وجودیہ	56
37	علم تصور کیا ہے	56
38	تصور حق باب رحمت ہے	58
39	یہ راہ کٹھن نہیں آسان ہے مگر	61
40	باب سوم، تصور اور مراقبہ کے تقاضے	62

41	اوقات متبرکہ	63
42	من کا جائزہ لیں	64
43	فکر کسے کہتے ہیں	65
44	عالم کبیر اور عالم صغیر	66
45	متفرق سوالات وجوابات	68
46	نماز اور ارکان نماز میں پوشیدہ راز	85
47	توجہ کیا ہے؟	87
48	قوت قلب کیا ہے	91
49	ما الفرق بین التصور و المراقبة؟	93
50	مطالعہ حیات ضروری ہے	93
51	(باب چہارم) آداب راہ سلوک	97
52	قوت قلب کیا ہے	101
53	صورتِ قلب	102
54	تصور اور تنہائی	102

55	علم تصور اور نبی کریم ﷺ	103
56	مقصد حیات	103
57	خدا کیا ہے اور کیسا ہے	106
58	فقر کا مستحق کون ہے	106
59	وہ فقیر بن کہ جسکے فقر پر محبوب فقر کرے	109
60	پیر کی محبت خدا کی محبت کا زینہ ہے	111
61	پیر مخبر حقیقت ہوتا ہے،	112
62	قلب اور قالب کے اعتبارات ومنازل	113
63	تعمیر واحترام مساجد	115
64	اے اللہ میں بہت غریب ہوں	120
65	(باب پنجم) ما الفرق بین التصور والتوجه	121
66	انکشاف توجہ	123
67	توجہ کا عمل کس طرح کریں	125
68	خلوت بہتر ہے یا جلوت	126

69	لامکاں کیا ہے	127
70	اقرار وتصدیق کلمہ	130
71	من عرف نفسہ	131
72	اصطلاح تصوف میں راز کیا ہے؟	133
73	مجاہدہ کیا ہے؟	133
74	الانسان سری وانا سرہ کی تشریح	135
75	حی القیوم کہاں ہے؟	135
76	انسان کسے کہتے ہیں	137
77	اسلام اور اسکے تقاضے	138
78	ایمان اور اسکے درجات	141
79	ذکر کیا ہے	144
80	مذکور کیا ہے	146
81	مرید کسے کہتے ہیں	147
82	کامل پیر کسے کہتے ہیں	148

83	طریقت کسے کہتے ہیں	150
84	-طریقہ اذکار	151
85	ذکر جلی کا طریقہ	152
86	ذکر کا اثر	154
87	ذکر جلی سے کیا حاصل ہوتا ہے	155
88	قلب اور ذکر قلب	156
89	ذکر قلبی کا طریقہ	158
90	ذکر قلبی سے کیا حاصل ہوتا ہے	159
91	ذکر جلی کس طرح کریں	160
92	ذکر روحی سے پہلے مشق کا طریقہ	161
93	مشق نمبر ۷	162
94	تعریف اذکا سری	165
95	ہر ذکر سے پانچ اذکار نکلتے ہیں	165
96	ذکر روحی کے پانچ اقسام	167

97	ذکرخفی کے پانچ اقسام	168
98	اذکارصوفیاء کے خلاف کی گئی سازش کا جائزہ	169
99	اذکارخمسہ کے شرائط وطریقہ جات	170
100	انتباہ	173
101	حکمت ذکر	175
102	نفس کیا ہےاور کہاں ہے	176
103	قلب کیا ہے	177
104	ذکرجلی کا طریقہء اول	178
105	طریقہء ثالث، ذکرِ پاس انفاس	179
106	طریقہء ذکرفنا وبقاء	181
107	ہدایات ضروریہ	182
108	حقیقت مراقبہ	183
109	مراقبہء پنجم	185
110	مراقبہ ہفتم	186

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی نَوَّرَقُلُوبَ العَارِفِینَ بِنُورِ مَعرِفَتِہٖ وَاَحرَقَ اَکبَادَالعَاشِقِینَ بِنَارِاشتِیَاقِہٖ وَاَملاَ صُدُورَ المُحِبِّینَ بِحُبِّ ذَاتِہٖ وَاَجلاَ ضَمَایِرَ الوَاصِلِینَ بِنظرِ جمالِہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ حَبِیبِہٖ وَرَسُولِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَالَ فِی شانِہٖ ومایَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلاَّ وَحیٌ یُّوحیٰ وَآلِہٖ الطَّیِّبِینَ قَالَ فِی حَقِّھِم اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَ کُم تَطھِیراً وَاَصحَابِہٖ الطَّاھِرِینَ الَّذِینَ قَالَ فِی وَصفِھِم وَ کلاًّ وَّعَدَاللّٰہُ الحُسنیٰ وعَلَینا معھُم اَجمَعِین اِلیٰ یَومِ الدِّین .

اَمّـا بـعـد : فقیرعارف القادری ابن منور القادری عرض رساں ہے کہ آج کے تصوف ناشناس دور میں اکابر صوفیان کرام کے ان علوم کی تشریح ہوجائے جو گذشتہ بارہ صدیوں سے آج کے عام انسان کے لئے طلسم نما معمے بنے ہوئے ہیں جسے نہ سمجھ کر آج کے کچھ نام نہاد پیروں نے علم معرفت کے نام پر اللہ جل شانہ کے منشاء کے خلاف اپنی فہم کی جادوگری کو مرتب کر کے کتابِ معرفت کے نام سے بازار میں آئے دن اتارتے رہتے ہیں۔ اس لئے فقیر کی تمنا ہے کہ سالکان راہ حق کے لئے سہل ترین انداز میں وہ اصول وضوابط پیش کئے جائیں جو ایک عام حق پرست سالک کی سمجھ میں آجائے، اور فقیر اس کتاب مستطاب کا نام" صحیفۃُ السّرائر فی حقیقۃ النـوادر "یعنی صحیفہء اسرار، تجویز کرتا ہے۔ آج کے جدید سائنس اور سائنسی علماء نے " کـل نـفـس ذائقة الموت " ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے..... پر ریسرچ اور تحقیق کیا تو حیرت انگیز فیصلہ سامنے آیا اور جدید سائنس اور سائنسدان چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ جب تک عقلِ نفسانی یعنی

عقل ظاہر مکمل طور پر مرنہیں جاتی تب تک جسم ہرگز نہیں مرتا معلوم ہوا کہ عقل نفسانی عمر کے ساتھ ساتھ یا بیماریوں کے ساتھ ساتھ جسم پر سے اپنا کنٹرول کھو دیتی ہے اور جسم کا دفع نہیں کر پاتی تو بالآخر جسم تھوڑا تھوڑا مرتا جاتا ہے اور عقل نفس ایک دن مکمل فوت ہو جاتی ہے اور یہاں ہر نفس کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے، کا تقاضہ پورا ہو جاتا ہے۔ یہ تو رہا قلب کے ظاہر کا انجام قلب کا باطن کیا ہے؟ قلب کا باطن روح ہے۔

﴿باب اول﴾

روح کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں العقل فی الانسان "عقل انسان میں ہوتی ہے۔ یعنی عقل باطن کو روح کہتے ہیں۔" ومن کل شئ خلقنا زوجین " اور ہم نے ہر چیز کا جوڑ پیدا فرمایا...... جوڑ سے مراد مونث اور مذکر ہے، معلوم ہوا کہ روح مذکر اور عاشق ہے، نفس مؤنث اور مجازی معشوق ہے، اور یہ تعلق ہم جنسی پر مبنی ہے، یاد رہے یہ اسرار اس پر کھلتے ہیں جسے اللہ چاہتا ہے اور سناتا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے" انّ اللّٰہ یُسمعُ من یشاء " نیز ارشاد پاک ہے" قل الروح من امر ربی "یعنی اے حبیب مکرم فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے۔ عجمی علماء نے امر کا ترجمہ "حکم،، سے کیا ہے اس دور کے حضرات اس فارسی ترجمہ سے جو" حکم،، مراد لیا ہے اس کی اصطلاح کو وہ خوب پہچانتے تھے جو عین منشاء الٰہی کے مطابق ماخوذ تھی۔ مگر آج ہم اس امر کی اصطلاح کو حکم میں تبدیل کر کے کچھ کا کچھ سمجھ کر یا نہ سمجھ کر تاویل کرنے کیلئے اللہ ہی سے دلیل لا کر یہ شور مچا دیتے ہیں کہ اللہ نے روح کا علم بہت کم دیا ہے۔ بے شک اللہ کی حکمت بالغہ یہی ہے کہ اہل نفس کو نفس کا علم دیتا ہے، اہل روح کو روح کا

علم دیتا ہے۔ تناسب لگا لیجئے اہل نفس کی تعداد کثیر ہے اور یہ آج کی سائنٹیفک ترقی یافتہ دنیا اس کا ثبوت ہے۔ اس کے برخلاف اہل روح قلیل تعداد میں ہیں معلوم ہوا کہ نفسانی علم رکھنے والے بہت زیادہ اور روح کا علم رکھنے والے بہت کم ہیں۔ کم ہی سہی مگر ہیں تو ضرور! اللہ روح کا علم بہت کم دیا ہے بے شک کم دیا ہے مگر دیا تو ضرور ہے۔

"قل الروح من امر ربی "یعنی اے حبیب مکرم فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے۔ یہ امر کیا ہے؟ اگر ہم امر کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو روح سمجھ میں آجائے گی۔ یہ امر کیا ہے؟ امر وہ ہے جسے سن کر مکہ کے مشرکین جو روح سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے آئے تھے حیران رہ گئے اور یہ نہیں پوچھا" ما امر ربی،، یہ امر ربی کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ امر ربی کو جب کے مشرکین بھی پہچانتے تھے مگر افسوس! ہم مؤمنین ہونے کا دعویٰ کرنے والے چلانے لگے کہ یہ ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ اللہ نے روح کا علم بہت کم دیا ہے۔ ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وقت الٰہی کا" کم،، وقت زمانی کا بہت زیادہ ہے، اس کا ایک دن ہمارے زمانے کے پچاس ہزار سال کے برابر بھی ہے (سمجھدار کو اشارہ کافی ہے)۔

ہاں تو یہ امر ربی کیا ہے؟ جب کچھ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ تھا یعنی اس کے سوا کسی بھی مخلوق کا وجود نہیں تھا جب کچھ نہیں تھا تو وہ کیا تھا؟ کنت کنزاً مخفیاً تھا یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا...... یہ خزانہ کہاں تھا؟ کنت میں تھا۔ فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق،، پس میں چاہا کہ خود کو خلقت میں ظاہر کروں، جب وہ گنج خفی سے ظاہر ہونا چاہا تو وہ خود کنت تھا کنت کے آخری تائے متکلم کو الگ کر کے "کـــــن،، فرمایا: "ہوجا" بس یہی امر بھی ہے اور حکم بھی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ روح کن اور امر کنۡ ہے اور کن کنتُ کا راز ہے" الانسان سری و انا سرہ،، میں انسان کا راز ہوں اور انسان میرا راز ہے۔ اے طالب خدا" کن،، کا معنی روح ہے اور

روح کا معنی کن ہے "فیـــکـــــون ،، [پس ہو جا] یہ روح کے علاوہ نفس اور عناصر کا قالب ہے۔معلوم ہوا کہ -امر ربی کا معنی امر کن ہے اور امر کن سے فیکون او فیکون سے ماکان وما یکون ہے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: میں امر ربی ہوں یعنی میں امر کن ہوں یعنی میں روح ہوں۔جاننا چاہئے کہ کنتُ مرتبۂ الوہیت ہے، کنزاً مرتبہ نبوت ہے، مخفیاً مرتبہ ولایت ہے، اور ولایت روح کیلئے ہے کیونکہ ارواح سعید اور غیر سعید ہوتے ہیں۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: من سعد سعد فی بطن امه ومن شقیٰ شقی فی بطن امه'' جو سعید ہے وہ شکم مادر سے ہی سعید ہے، اور جو شقی ہے اپنے ماں کے پیٹ سے ہی شقی ہے......

تو روح کیا ہے؟ مرتبہ الوہیت کنت کے بعد مرتبہ نبوت کنزاً کی وحدت کا نور ہے۔ اور اس نور کا علم اللہ تعالی نے بہت کم لوگوں کو دیا ہے اور یہ نور ولایت سمجھ میں کم ہی آتا ہے۔قلب کی صفت کیا ہے؟ قلب جب مظہر "لا الہ الا اللہ،، بنتا ہے تو ذات وصفات حق سے الوہیت کا سر چشمہ بن جاتا ہے۔قلب جب مظہر محمد رسول اللہ بنتا ہے تو ذات وصفات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیر سایۂ نبوت آجاتا ہے، اور قلب کا باطن روح، اور ولایت قلب کا ظاہر نفس ہے جس پر شریعت کی پابندی لازم ہے۔تو روح کیا ہے؟ باطن قلب ہے۔

"اَلعقلُ فِی الِانسانِ وَ الانسانُ مِرأۃُ الرَّبِ ،، عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہے (حدیث پاک) قل ھو اللہ احد ۔اگر اس آیت کریمہ کا ترجمہ اللہ ایک ہے (احدیت کے ساتھ) تو قلب بھی ایک ہے لہٰذا ارشاد گرامی ہے "مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبَیْنِ فِی جَوْفِہٖ " ہم نے کسی انسان کے جوف میں دو دل نہیں رکھے......یعنی صرف ایک دل رکھا۔وہ ایک ہے، دل ایک ہے، اُدھر وہ تنہا، اِدھر دل تنہا، اُدھر وہ ظاہر و باطن کا مظہر، اِدھر دل ظاہر و باطن کا مظہر

،کیا لطیف نکتہ ہے۔قلب ایک مگر قلب اپنا ظاہر و باطن رکھتا ہے۔قلب کے ظاہر کو نفس کہتے ہیں ۔قلب کے باطن کو عقل کہتے ہیں۔یعنی قلب کی ظاہری عقل کو نفس کہتے ہیں، اور قلب کی باطنی عقل کو روح کہتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے "واسبغ علیکم نعمه ظاهرةً و باطنةً،، (لقمان ۲۰) اللہ تعالی نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا۔لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس آیت کریمہ پر مکمل عمل کرے۔ اور "وذرُوا ظاهر الاثم و باطنهٗ،، (انعام ۱۲۰) ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دے۔

مزید تشریحِ روح اور حواس خمسہ میں پوشیدہ راز :۔

جب حواس خمسہ کھل جاتے ہیں تو سالک نظر باطن سے دیکھتا ہے کہ جسمانی وجود کی ہی شکل میں روحانی وجود بھی اس طرح موجود ہے جیسے آئینے میں عکس۔یہ عکس یا صورتِ روحانی، وہم اور خیال کے ساتھ مستی میں رقصاں نظر آتی ہے اور یہی صورت وحدت کے قائم مقام ہے، صورت کی واحدیت (مقام انسانی) سے حواس خمسہ کا وجود ہے، اور صورت کی احدیت سے نور کا اظہار ہے اور نور سے زندگی کا چراغ روشن ہے۔قابل توجہ نکتہ نور ہے، یہ نور کیا ہے؟ انسان کے روم روم، ہر رگ و ریشہ اور سر تا پا ایک سمجھ ہے (عقل باطن ہے) کامل و عارف صوفیان کرام اس سمجھ کو "منصف،، کہتے ہیں! یہ عظیم درجہ ہے اگر "سمجھ،، کو نسبت استقرار سے دیکھیں تو وہ نظر کی مانند نظر آتی ہے۔نظر سمجھ میں، سمجھ نظر میں درہم برہم ہے، یہاں عقل کا بھید کھل جاتا ہے۔سمجھدار کو اشارہ کافی ہے)۔

جب سمجھ اور نظر کا عرفان حاصل ہوتا ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ،اَیْ لِیَعْرِفُوْنِ کے اسرار سے بھی آگاہ ہوتی ہے۔یہ آیت کریمہ اَیْ لِیَعْرِفُوْنِ کے ساتھ لطیف اور کثیف کے درمیان حد فاصل ہے، سالک جب نظر اور سمجھ کو متحد کر کے دیکھتا ہے تو اس محل میں ہستی، خودی اور وجود، موجود نظر آتے ہیں یعنی اپنی ذات میں تینوں معمے روشن ہو جاتے ہیں (یہ تین

حال ہیں) جس سے روحانی وجود اور اس کے افعال سمجھ میں آجاتے ہیں اور یہاں سمجھ ہی روحانی وجود میں محیط اور محاط ہے، یہ محیط و محاط کون ہے، یہ تُو خود ہے، سالک خود کو اس مقام میں دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے، مگر آگے بڑھنے کا حوصلہ رکھنا چاہیئے۔

معلوم ہوا کہ سمجھ کچھ اور نہیں! سمجھ کو سمجھ کر سمجھیں تو وہ تو خود، اور تیری ذات ہے "مــن و تــو،، میں اور تو کے جھگڑے سے اگر سمجھ فارغ ہے تو اس کو مجھ بیچوں سمجھنا چاہیئے، یہاں لاجہت لامکان لازمان روشن ہو کر سمجھ میں آتے ہیں۔

اور یہ سمجھ کیا ہے؟ اے سالک تو خود ہے، اسی سمجھ کا نام انسان کامل ہے یعنی انسان اس محل میں کمالیت کو حاصل کر کے کامل ہو کر تمام اشیاء کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے، یعنی کشف و کرامات سے روشن ہو کر روشن ضمیر کہلاتا ہے حتیٰ کہ جمیع ضمائر کا آئینہ بنجاتا ہے، یعنی مخلوق کے خیالات کا وہ آئینہ مصدر بن جاتا ہے، ہر اک شئی کا خیال اس آئینہ میں منعکس ہو کر صورت اختیار کر لیتا ہے، اور صورت سمجھ بے صورت ہے، اور کسب کی نسبت سے معلق ہے، اے سالک اگر اس حال میں کوئی اور صورت نظر آئے تو جاننا چاہیئے کہ یہ صورت غیر کی ہے ورنہ تو تنزل کا شکار ہو جائے گا۔ سمجھ کو ہندو رشیوں نے "الکھ،، لکھا ہے یعنی جس کو لکھا نہیں جا سکتا، واقعی کیا سمجھ کو لکھا جا سکتا ہے؟ سمجھ نہ ادھر ہے، نہ ادھر، نہ اوپر ہے نہ نیچے، نہ دائیں ہے نہ بائیں نہ آگے ہے نہ پیچھے، یہ معلق ہے خلاء کی مانند، ہر چیز سے آزاد ہے مگر ہر چیز سے منسوب اور محیط ہے۔ سمجھ میں تصرف کر کے کشف و کرامات میں الجھنے کی بجائے سالک کو چاہیئے کہ سمجھ کو فراموش کر کے بے خود ہو جائے۔

اے سالک! ہر چیز بلندی سے پستی کی طرف جلد آتی ہے اور پستی سے بلندی کی رجوع کرنا سخت مشکل ہے، مثلاً اگر کوئی بغیر کسی سہارے کے دیوار پر چڑھنا چاہے تو سخت مشقت اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے تب کہیں چڑھنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر اترنا چاہے تو چند ہی پلوں میں نیچے

آجاتا ہے، اس لئے سالکان راہ سلوک کو اس راہ میں محنت و مشقت اور مجاہدہ کروایا جاتا ہے اور یہ کسب ہے، کسب سے ہی ہنر ہاتھ آتا ہے۔ اس لئے سالک کو با سمجھ ہونا چاہیئے۔

سمجھ سمجھ تو سمجھ تو خود ہے سمجھ کو خود سے جدا نہ کرنا
سمجھ سمجھنے کی خود سمجھ ہو سمجھ سے ہرگز گلہ نہ کرنا
سمجھ ہی اول سمجھ ہی آخر سمجھ ہی ظاہر سمجھ ہی باطن
سمجھ کی تفصیل دو جہاں ہے سمجھ سے اپنی جفا نہ کرنا
سمجھ بنا کچھ سمجھ نہ آئے سمجھ میں اپنی سمجھ ہی بنا
بنا بنے اور بغیر سمجھے کسی کے حق میں دعا نہ کرنا
سمجھ سمجھتے ہیں جس کو کیا ہے؟ سمجھ کو پہلے سمجھ اے ناداں
تو کُل نہیں ہے تو جز ء سمجھ ہے سمجھ سمجھ کر خطا نہ کرنا
سمجھ ہے عارف، سمجھ ہے عالم، سمجھ کی تشریح سارا عالم
سمجھ سمجھ کر سمجھ کو سمجھو سمجھ سے خود کو جدا نہ کرنا

عارف القادری

سمجھ کے اقسام :۔

اے سالک سمجھ یا عقل کے دو اقسام ہیں (۱) عقل مجمل (۲) عقل مفصل، عقل مفصل کیا ہے؟ عقل تفصیل کی صورت وہی ہے جس کو ہم پچھلے اوراق میں بیان کر آئے ہیں۔ عقل مجمل کیا ہے؟ عقل مجمل صفت ہستی ہے اور ہستی کا تعلق ذات سے ہے، اس سمجھ کو سمجھنے کا نام سمجھ یا عقل ہے، اس عقل کو جب کامل مقدس نظر عطا ہوتی ہے تو اسی کو روح قدسی یا روح القدس کہتے ہیں، یہاں جبرئیل علیہ السلام کا معمہ حل ہو جاتا ہے۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ، اور یہ عقل جزوِ عقلِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عارفِ کامل کو جب مشاہدۂ حق یعنی مشاہدۂ ذات سے ،نور اور اسم اللہ ذات کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے تو اسے ''عقل کُل،، کہتے ہیں۔ یاد رہے: یہ مقام اور مرتبہ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، جب ''عقل کل،، کو ہستی میں دیدار جمال یار ہوتا ہے تو اس مقام کو ''نفس کل،، کہتے ہیں۔

سالک جب ان مقامات کے دیدار کے بعد بے دیدار کی مانند گذر جارتا ہے تو غواصِ دریائے نور ہو جاتا ہے۔ ہستی ،خودی ،موجودیت ،روح قدسی ،روح انسانی ،اور جسم کی سمجھ کو محو کر کے اَنْ سمجھدار ہوا تو "انــا" ہوا (یہاں سمجھدار کیلئے انا الحق کی طرف اشارہ ہے) اور اس مقام کو تعین اول کہتے ہیں۔ حق تعالی نے اس مقام کے تحت ''اَنْ اُعرف'' کہا اور اس مقام سے ''فَخلَقتُ الخَلق،، کا اظہار کیا! اے سالک فقیر کی اس تحریر کو روح کی نظر سے تلاوت کرنا چاہیے اور اگر کچھ تو سمجھ بھی گیا ہو تو مجاہدات اور کامل پیر کی رہبری کے بغیر ان دقائق سے تجھے بہت کم'' کچھ'' حاصل ہوگا۔

روح کب بیدار ہوتی ہے ؟

روح بیدار ہوتی ہے تصور کی صورت دیکھنے کے بعد، اس صورت کے دیدار کیلئے مراقبہ کی ضرورت ہے اور مراقبہ میں ہوتا یہ ہے کہ سالک اپنی مٹی کو پانی کے حوالے، پانی کو ہوا کے، ہوا کو آگ کے، آگ کو روح کے، اور روح کو دل کے حوالے کر دیتا ہے تو وہ ایک کامیاب روح ہے جسم نہیں! کامیاب سے مراد مقدس روح ہے، مقدس قدس سے ہے، قدس اسم قدوس کی صفت ہے، قدوس لافانی ہے، قدوس نہ مرتا ہے نہ مارا جا سکتا ہے، تو کس کی مجال ہے کہ صفت قدوس کا جو مظہر بن چکا ہو اسے قتل کرے، یا مارے، اس لئے اولیاء اللہ کو بعد از وصال بھی قدس سرہ کہتے ہیں یعنی اولیاء اللہ کے اجسام اور روحیں اسم قدوس کی مظہریت اختیار کر کے سرھو یعنی ھو اللہ احد کا راز بن جاتے ہیں!

''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ'' کیا ہے ؟

اے طالب اللہ جاننا چاہئے رب کیا ہے؟ ربوبیت کے تعلق سے اسم رب صفت الٰہی ہے بصفت تجلی کا نام ہے ''امر،، کیا ہے امر کا لغوی معنیٰ حکم ہے، تجلیاتی اور باطنی معنیٰ ''نور،، ہے، نور کیا ہے ؟ حیات ہے، حیات کیا ہے؟ صفت ہے، صفت کیا ہے؟ تجلی ہے، ربوبیت میں تجلی کیا ہے؟ عقل ہے، اور عقل اردو لغت میں سمجھ کو کہتے ہیں (عقلمند را اشارہ کافیست) اسی لئے ارشاد ربانی ہے" یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" سورۂ بنی اسرائیل ،۸۵، اے حبیب مکرم آپ سے لوگ روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اس کا علم تھوڑا سا دیا گیا ہے......

خودی سے بے خود ہو جانے کے بعد:۔

خودی سے بے خود ہونے کے بعد سالک جس مقام و حال میں پہنچتا ہے اس کو ''ہستی،، کہتے ہیں، اس مقام میں '' اَنتَ اَنَا وَاَنَا اَنتَ، ، کا راز ظاہر ہوتا ہے یعنی ''سمجھ'' ہی ہستی اور ہستی ہی ''سمجھ'' ہے کا معمہ حل ہو جاتا ہے۔ نیز اس مقام میں سمجھ کو سمجھنے کا نام '' خودی،، ہے، شاعر مشرق علامہ اقبال'' اسی خودی کے متمنی اور شیدائی تھے۔ خودی کے مقام میں سمجھ کو بخوبی سمجھنے کا نام '' وجود،، ہے، جس سے وحدت الوجود کا نظریہ اخذ کیا گیا ہے۔ وجود کو سمجھنے سے موجود کا معمہ حل ہو جاتا ہے، اے سعید سالک ہم دکنی ہیں اور دکنی صوفیان کرام نے ''سمجھ'' کو نور کہا ہے اور بے شک یہ نور ہے۔ سمجھ ظاہری و باطنی وجود میں اس طرح سرایت کرتی ہے جیسے آگ کوئیلے میں سرایت کر کے اپنے غیر کو اپنا ہم رنگ بنا لیتی ہے یعنی دونوں ہو بہو ہو جاتے ہیں۔

حقیقتاً آگ کوئیلے کے جسم کو نہیں تبدیل کرتی بلکہ کوئیلے کی صفات کو اپنی ذات کے عین

مطابق تبدیل کرلیتی ہے۔غور طلب نکتہ یہ ہے کہ آگ لاشئی کی مانند ہے یعنی آگ کو سب دیکھتے ہیں مگر تنزیہ میں اس کی ماہیت کو کوئی نہیں دیکھ سکتا،اور اگر دیکھ سکتا ہے تو صرف تشبیہ میں یا مظہر میں،تو پتہ چلا کہ جب تنزیہ میں ہم آگ کو دیکھ نہیں سکتے تو تنزیہ میں خدا کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟اس لئے حق تعالیٰ کبھی کوئیلے پر ،کبھی آگ پر،کبھی لکڑی پر تجلی کرتا ہے۔شمع و پروانے میں وہی جلوہ افروز ہے،گل وبلبل میں وہی جلوہ آراء،لیلیٰ ومجنوں میں وہی جلوہ ساماں ہے،آدم وحوا میں وہی جلوہ نما ہے۔

ذات ھو الظاھر صرف مظہر میں ظاہر ہوتی ہے یعنی دو اشیاء کا وجود ظاہر میں معلوم ہوتا ہے دراصل یہاں ایک حقیقی ہے دوسرا مجازی،اب اس ضمنی تقریر کے بعد ہم اپنے اصل موضوع ''سمجھ'' پر آتے ہیں۔

نفس کی حقیقت کیا ہے؟

اے طالب حق جانتا ہے؟ ایک قلب ہے ایک اسکا ظاہر ہے اور ایک باطن ہے! قلب کا ظاہر نفس ہے! قلب کا باطن روح ہے!نفس اور روح اگر ایک دوسرے کا جوڑا ہے تو مونث کون ہے؟ مذکر کون ہے؟ معشوق کون ہے؟ عاشق کون ہے؟ معشوق کا اختیار وارادہ کیا ہے ؟ عاشق کا فرض اور فعل کیا ہے !عرفاً جو تو نفس کو مذکر اور روح کو مونث سمجھا ہے دراصل یہ غلط ہے نفس مونث اور معشوق ہے روح مذکر اور عاشق ہے! قلب سے بچھڑ کر نفس اور روح معشوق اور عاشق کیوں ہوئے؟ کیونکہ قلب مومن ہے اور مومن ''المؤمن مراۃالمؤمن '' یعنی مومن مؤمن کا آئینہ ہے اور نور کے اعتبار سے مؤمن اور مومن ظاہر اور مظہر ہیں نفس اور روح کی تخلیق جس پر رکھی گئی ہے۔اس لئے نفس اور روح ہم جنس ہیں فطرت کا تقاضہ ہے کہ ایک جنس اپنے ہم جنس پر ہی فریفتہ ہوسکتی ہے نہ کہ غیر جنس پر مثلاً آدم علیہ السلام جب تک جنت میں تنہا رہے ہزار ہا نعمتوں کے باوجود آپ اداس اور غمگین رہا کرتے تھے،اللہ جل شانہ کی رحمت نے اپنا جلوہ دکھایا اور حضرت

آدم (جوجلال و جمال کا مظہر تھے) آپ سے حضرت جمال یعنی حضرت حوا کو جدا کر کے مظہر جمال یعنی حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو حضرت آدم کا ہم جنس بنا کر پیش کردیا! پھر کیا تھا کہ حضرت آدم کی خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ آپ کو آپکا ہم جنس محبوب مل گیا یہی دلگی اور خوشی ہی آپکی لغزش کا باعث ثابت ہوئی۔"وَقُلْنَا یَا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَ کُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" (سورۂ بقرہ آیت ۳۵،پ۱)اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش پذیر ہوجاؤ اور تم دونوں اس میں سے جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت (شجر ممنوعہ) کے قریب مت جانا ورنہ حد سے گذرنے والوں میں (شامل) ہوجاؤ گے۔

اے طالب اللہ معلوم ہوا کہ نفس روح کا ہم جنس اور روح نفس کی ہم جنس ہے !اور یہ فطری اصول ہے کہ ایک جنس اپنی محبوب ہم جنس کی محبت میں ہر طرح کی اطاعت کرلیتی ہے۔جنس کیا ہے اللہ کی غیر ہے اور غیر سے محبت اللہ سے فراق کا باعث ہے !نفس اگر معشوق ہے تو روح عاشق ہے اگر روح غیر اللہ کی طرف مائل ہے تو یہ ہرجائی ہے کیونکہ عہد وفا تو روح نے اللہ سے کیا تھا اسلئے اسکے برعکس یہاں آکر اپنے ہم جنس کی اطاعت کرنا یہ جفا ہے وفا نہیں،" اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ" (سورۂ بقرہ،آیت ۲۷)یہ نافرمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ پختہ عہد کرکے توڑتے ہیں اور اس (تعلق) کو کاٹتے ہیں جسکو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں......بس یہی وہ امتحان ہے جو روح کے سامنے پیش آتا ہے اس لئے مرنے کے بعد قبر میں بھی اپنی معشوق کو نہیں یعنی روح کو جوابدہ ہونا ہوتا ہے۔نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا "عصیت قلبی عصیت اللّٰہ" میں نے اگر قلب کی نافرمانی کی گویا اللہ کی نافرمانی کی......

معلوم ہوا کہ قلب کی نافرمانی ہی اللہ کی نافرمانی ہے! روح کو تو یہ چاہیئے تھا کہ قلب کی پیروی اور اطاعت کرے مگر روح نے الٹا ہی کام کیا جو نفس پر عاشق ہوگئی تو انجام ظاہر ہے۔ یہ وصال نہیں فراق ہے! لھٰذا اللہ ہر مؤمن کو یہ توفیق مرحمت فرمائے کہ عہد الست کو وفا کرسکیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے" اَوْفُوا بعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون" اور تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کرونگا اور تم مجھی سے ڈرتے رہو...... لہٰذا جاننا چاہئے کہ نفس کہاں ہے؟ اسکے جواب کیلئے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے، اَعْـدیٰ عـدوّک نـفسک التی بین جنبیک " تمہارا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلوں کے درمیان ہے...... یہ دونوں پہلو کیا ہیں ؟ نادان پیروں نے اپنا دائیاں بایاں پہلو پیش کر کے نعوذ باللہ عضو تناسل کو نفس سمجھ کر خود ساختہ بے دلیل تحقیق کا نام علم عرفان رکھ لیا ہے، جبکہ دو پہلو سے مراد جلال و جمال ہے۔ معلوم ہوا کہ نفس، جلال و جمال کے درمیان ہوتا ہے، جسکو عقل ظاہر کہتے ہیں۔ نوٹ:۔ جلال و جمال سے متعلق ہماری آنے والی کتاب [بھت سھل ھے ڈگر پـنگھـٹ کـی] کا مطالعہ کیجئے۔ صوفیان کرام نے سالکان راہ خدا کے لئے چار اصول وضع فرمائے ہیں ۱) تزکیہ نفس ۲) تصفیہ قلب ۳) تجلیہ روح ۴) تخلیہ سرّ۔

تزکیہ نفس کیا ہے:۔

"قـد افـلح من تزکیٰ" (سوۃ اعلیٰ، آیت ۱۴) فلاح پایا وہ جس نے تزکیہ کرلیا...... لفظ نفس میں تین حروف ہیں، ن سے نفی، فا سے فنا، اور سین لے سعادت مراد ہے۔ ن سے اگر تجھے نفس کی نفی حاصل ہوگئی تو ن ہی تجھے نور کی طرف رہبری کریگا کیونکہ "ن" سے نور بھی ہے اور نور اللہ ہے جو تیری رگ تنفس یعنی تیری شہ رگ میں "ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو

البـاطـن" ہے اور وہ تجھے موت و حیات کی خبر دے رہا ہے، جب تیری سانس اسم "ھـو" کے ساتھ اندر داخل ہوتی ہے تو سمجھ لے کہ یہ پیغام حیات ہے جب تیرے سینے سے خارج ہوتی ہے تو جاننا چاہیئے کہ یہی پیغام موت ہے اور یہ تماشہ ہر لمحہ تیرے ساتھ ہو رہا ہے، افسوس! اگر تو نے اس تماشہ سے عبرت حاصل نہ کیا تو تیری عمر رائیگاں جائیگی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" افـضـل الـذکـر لاالـٰه الا الله مـحـمـد رسـول الله " ہے نیز ارشاد فرماتے ہیں اللہ نے تمہیں گنتی کی سانسیں عطا کیا ہے۔

اے طالب اللہ" لاالـٰه الا الله محمد رسول الله " اس کلمہ طیب پر زرا غور کر کہ اس کلمہ مبارک میں دو ہی جملے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں ۱)" لاالـٰه الا الله ۲) " مـحـمـد رسـول الله " جاننا چاہیئے ان دو مقدس کلمات کے آخر میں اسم "اللہ" آیا ہے۔ اسم اللہ سے ہی اسم ذات کو اس طرح حاصل کرنا چاہیئے، یعنی پہلے جملے کے اسم اللہ سے حروف تخصیص "ا ل ل" کے ساتھ اسم "ہ" حاصل ہوتا ہے ۲) اسی طرح دوسرے جملے سے بھی اسم "ہ" ہی حاصل ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ پہلے جملے کا اسم ذات "ہ" جلال ہے، دوسرے جملے کا اسم ذات "ہ" جمال ہے، جب یہ دونوں باہم مل کر ادا ہوتے ہیں تو کھینچنے سے واؤ پیدا ہوتی ہے ۔ معلوم ہوا کہ تیری آتی جاتی سانسوں میں یہ جو "ھو" ہی "ھو" ہے جسکی تشریح" لاالـٰه الا الله محمد رسول الله " ہے۔ لھذا پتہ چلا کہ آنے والی سانس "لاالٰہ الا اللہ" کہتی ہے اور جانے والی سانس "محمد رسول اللہ" کہتی ہے۔ اے طالب خدا یہی کلمہ طیب تیری جان کی جان بنا ہوا ہے، یہی کلمہ طیب تیری گنتی کی سانسوں میں ادا ہو رہا ہے، یہی کلمہ طیب تجھے موت اور حیات کا پیغام دے رہا ہے۔ یہی کلمہ طیب سے خود کی نفی اور خدا کا اثبات ہو رہا ہے، یہی کلمہ مقدس سے متعلق ارشاد گرامی ہے "من لـم یـات فـرضـا دائمـا لم یقبل الله فرض الوقت " جو فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اسکا

وقتی فرض بھی قبول نہیں فرماتا ...... "ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون " وہ لوگ جوراہ خدامیں درجہ شہادت (جہاد بالنفس کے بعد) پاچکے ہیں انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق (دیدار) دیا جاتا ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جوفرض دائمی میں مصروف عمل ہیں ورنہ مردہ پرفرض کا اطلاق کیا معنیٰ ؟

اے طالب اللہ قبل ازیں بیان کر چکا ہوں کہ مؤمن کا قلب مظہر اسم "ھو" ہوتا ہے اور قلب کی دوتجلیات ہوتی ہیں، ۱) نفس ۲) روح، نفس اور روح کے عشق کا تماشہ غیر اللہ کی محبت میں ہوتا ہے اور قلب جو حقیقت میں ذاتِ انسانی ہے اسکا میلان اللہ کی طرف ہوتا ہے لھٰذا حدیث پاک ہے "الانسان مرأۃ الرب" انسان رب کا آئینہ ہے...... معلوم ہوا کہ نفس اور روح کے عشق کے اثرات جب آئینۂ قلب پر پڑتے ہیں تو آئینہ مکدر اور زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور اگر نفس ہی قلب کی شکل اختیار کرلیتا ہے تو عاشق روح اپنے محبوب کی محبت میں وہ بھی قلب کی اطاعت قبول کرلیتی ہے، اور آئینۂ قلب میں جب اپنے محبوب حقیقی کا نظارہ کرتی ہے تو حیران رہ جاتی ہے کہ اسکا محبوب وہ نہیں جو غیر اللہ کی محبت میں راستہ سے بھٹک چکا تھا بلکہ اسکا محبوب من عرف نفسہ کا پردہ اٹھنے کے بعد عین وہی فقد عرف ربہ کا ھوبھو" انت انا و انا انت " کی شکل میں ہے اور یہاں تصفیہ قلب ہو جاتا ہے۔

تجلیہ روح کیا ہے ؟

"یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء " اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ یعنی روح جب اللہ کے فیض وفضل سے نور قلب کی جانب مائل ہوتی ہے تو رحمت کی جلا سے متجلی ہو جاتی ہے قال اللہ تعالیٰ " واللہ یختص برحمتہ من یشاء " (سورۂ بقرہ، آیت ۱۰۵) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص فرمالیتا ہے...... کے عظیم مقام رحمت کی پناہ میں روح جب

اپنے محبوب کا مشاہدہ چاہتی اور مقام محبوبیت کے اسرار سے واقف ہو کر نفسہٗ اور ربہٗ کی حقیقت سے واقف ہوتی ہے اور صدائے الست بربکم سن کر بلیٰ بلیٰ کے نعرے لگاتی ہے، (یہاں تمام علم عمل ذکر وفکر اور من وتو کے جھگڑوں سے آزاد ہو جاتی ہے) ارشاد ربانی ہے "ماقدروا اللہ حق قدرہ " انہوں نے اللہ کی قدر اس طرح نہ کی جیسا کہ اسکی قدر کا حق ہے...... کی صدائیں گلشن روح میں بلند ہوتی ہیں بالآخر روح طور کی مانند ہزار ہا تجلیات کی آتشِ عشق میں جل جل کر" یحبھم و یحبونہ" یعنی وہ اللہ کو چاہتے ہیں اور اللہ انکو چاہتا ہے...... کے مقام پر آجاتی ہے اور اسے یہاں تجلیہ روح کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

تخلیہ سر کیا ہے ؟

سر کیا ہے " الانسان سری و انا سرہ " ہے، یعنی انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں...... اس حدیث قدسی میں ایک راز پوشیدہ ہے جسکا ہم افشاء چاہتے ہیں تا کہ سالکان راہ سلوک بازاری کتب سے اپنی فہم کے مطابق معنیٰ حاصل کرنے کی بجائے صحیح صحیح مفہوم الٰہی سے آشنا ہو جائیں۔" الانسان سری و انا سرہ " (حدیث قدسی) ال کی تخصیص کے ساتھ الف، نون، سین، الف، نون، (انسان) میں جو "انا" یعنی الف، نون، اور الف پوشیدہ ہے اس "انا" کو یعنی الف، نون، الف کو اللہ رب العزت نے سرہٗ سے ظاہر فرمایا، معلوم ہوا کہ "انا" سر ہے اور سر "ہٗ" ہے اور "ھو" ہی "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ " میں "انا" ہے اور "انا" ہے ہی "انت انا و انا انت" کا راز ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اگر "انت انا و انا انت" کے حرف "تا" کی ہستی کو ہٹا دیا جائے تو "انا" ہی "انا" جلوہ گر نظر آتا ہے...... "ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ " ہم نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا...... اور صورتہ میں حرف "ہٗ" اشارہ ہے کہ حضرت آدم بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "انا

ابو الأدم " میں حضرت آدم کا باپ ہوں...... اے طالب اللہ مذکورہ حدیث پاک کی "انا" پہ غور کرنا چاہئے کہ لفظ "انا" انتہائی معنی خیز ہے۔ اے نیک طالب خدا ! یہی وہ "انا" ہے جسکو نفس نے اپنی طرف منسوب کر کے "انا نفس انت رب" یعنی میں نفس ہوں تو رب ہے...... کہہ کر عتاب الٰہی کا نشانہ بنا اور تین طرح کی سزائیں پانے کے بعد کہا کہ اے رب تعالیٰ میں تیرا عاجز بندہ ہوں! نیز یہی وہ "انا" ہے جسکے افشاء کے بعد حضرت حسین ابن منصور حلاج اپنے انجام تک پہنچ گئے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ یہی "انا" لفظ انسان میں پوشیدہ ہے اور یہی "انا" کی صورت ،صورت انسانی کی حقیقت ہے اور یہی "انا" کی صورت ہی نفسہٗ اور ربہٗ کا راز ہے۔

"انی جاعلٌ فی الارض خلیفة" میں زمین پر اپنا خلیفہ (جانشین) نامزد کرنا چاہتا ہوں...... اس فرمان الٰہی کو سنکر فرشتوں نے حیرت سے پوچھا " قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک " (پ ا سورۂ بقرہ) کیا تو زمین پر ایسے کو جانشین بنائیگا جو اس میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے حالانکہ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں...... اللہ نے جواباً فرمایا " قال انی اعلم مالاتعلمون " بیشک میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے...... میں نے اپنی بار امانت کو پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اٹھانے سے عجز کا اظہار کیا یہی وہ ظالم جاہل انسان ہے جس نے میرے بار امانت کو اٹھالیا۔ سبحان اللہ حضرت انسان کا مرتبہ کس قدر عظیم ہے۔

بار امانت کیا ہے ؟

اسم اللہ ذات ہے یعنی ال ل ا کی تخصیص کے ساتھ اسم " ہٗ " ھو ہے جو ان گنت صفات کا سرچشمہ ہے (یاد رہے دونوں عالم کی ہر مخلوق اللہ کے اسماء وصفات کی مظاہر ہیں) اے طالب اللہ کیا تو جانتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے " ربِّ اَرِنی اَنظُرْ اِلَیک " (سورۂ اعراف، آیت ۱۴۳) کہا تو جواب خداوندی آتا ہے " لن ترانی " رب ارنی یہ سوال صفت رب میں ہے ذات میں نہیں پھر بھی صفت رب کی ایک تجلی سے طور جل گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انجام ظاہر ہے۔ رَبِّ اَرِنی کی آڑ میں یہ سوال دراصل تنزیہہ میں تھا جو ناممکن تھا ویسے کیا حضرت موسیٰ عارف وکامل نہیں تھے؟ یقیناً تھے، پھر بھی سبحان اللہ کاملین کے مراتب جو اسم اللہ ذات مع صفات کا بوجھ با آسانی اٹھالیتے ہیں۔ ظلم اپنے نفس پر کر کے ظالم ہوتے ہیں اور ابلیس کے علم جہل سے واقف اور معرفت الٰہی کے عارف ہوتے ہیں۔

مرتبۂ حضرت آدم :۔

اے نیک طالب اللہ! مانا کہ حضرت آدم کے عناصر کو زمین سے لیا اور تخلیق آسمان پر کیا، ظاہر ہے کہ آسمانی امانتیں بھی حضرت آدم کی سرشت میں پوشیدہ ہیں۔ "نحن اقرب الیه من حبل الورید " ترجمہ۔ ہم بندے کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں...... کے وعدے کیساتھ خود اللہ جل شانہٗ اپنی ذات وصفات کے ساتھ آدم علیہ السلام کے قلب میں ظاہر ہو کر قلب کو خود کا مظہر باطن بنادیا، اور قالب حضرت آدم کو قلب کے حوالے کر کے فرشتوں میں اعلان کیا " واذقلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس " (سورئہ بقرہ ، پ ا) اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے کہ آدم کو سجدہ کرو تو تمام فرشتے سجدہ ریز ہو گئے سوائے ابلیس کے...... سبحان اللہ آسمانی فرشتوں کی مجلس میں اپنے خلیفہ حضرت آدم کو فرشتوں سے اپنے سامنے سجدہ کروایا اور اپنی خلافت ونیابت کا اعلان کیا تا کہ یہ سلسلہ خلافت آسمان سے شروع ہو کر زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولادوں میں تا قیامت جاری ہے۔

اے مکرم طالب خدا ! از روئے شرع یہ سجدہ ربوبیت نہیں سجدہ تعظیم ہے جو آج تک کئی پیران طریقت میں رائج ہے۔ پھر بھی ایک سوال اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ نے خود

کے روبرو حضرت آدم کو فرشتوں نے سجدہ کروا کر، کیا شرک کروالیا؟ جیسا کہ آج کل وہابی حضرات شرک وبدعت کا الزام اہل اسنت پر لگاتے آرہے ہیں۔ کیا واقعی یہ سجدہ تعظیم کی آڑ میں شرک ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ عین عیادت ہے جو فرشتوں کے لئے باعث فخر ہے کیونکہ یہ سجدہ حضرت آدم کے عناصر کو نہیں بلکہ حضرت آدم کے قلب کو کیا گیا تھا جسے ذات انسانی اور مظہر ربانی کہتے ہیں، یہی وہ قلب ہے جو مظہر ذات وصفات الٰہی تھا۔ قلب کا ظاہر مرتبہ انسان ہے اور باطن مرتبہ رحمٰن ہے ورنہ فرشتے تو نوری مخلوق ہیں عناصر کے قالب کو کیوں کر سجدہ کرتے؟ معلوم ہوا کہ بظاہر یہ سجدۂ تعظیم ہے بباطن یہ سجدہ عین اس ذات کے لئے تھا جو "اِنَّ اللہ علیٰ کل شیٔ محیط" ہے۔

ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا راز:۔

"اسجدوا لآدم" یعنی حضرت آدم کو سجدہ کرو...... کے حکم میں ابلیس عزازیل بھی شامل تھا مگر اللہ کے حکم سے انحراف کیا، کیوں؟ جب کہ اس حکم کی تعمیل میں فرشتوں نے دوبار سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا آخر کیوں؟ جب کہ کہا گیا ہے۔ "لا تتحرک ذرۃ الاباذن اللہ" یعنی اللہ کے حکم کے بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا! تو ابلیس کی آخر یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ اللہ کی نافرمانی میں "انا خیر منہ" کا دعویٰ کیا؟ آ اے طالب اللہ میں اس راز سے تجھے آشنا کرتا چلوں! حضرت آدم کو سجدہ کرو یہ حکم عام وظاہر تھا کہ فرشتوں نے حکم کو پایا حکمت سے ناآشنا تھے بس حکم کی تعمیل کی اور سجدہ کر کے فرض شناسی کا ثبوت دے دیا مگر عزازیل پر حکم ظاہر کے ساتھ اسکے باطن پر حکم حکمت نازل ہوا (لاتسجدوا الیٰ غیری) یعنی غیر اللہ کو سجدہ نہ کرو...... ابلیس حیران رہ گیا کہ فرشتوں کو صرف ایک حکم ہوا جو ظاہر ہے مگر خود اس پر دوسرا باطنی حکم صادر کیا گیا جو اس کے باطن پر تھا! لھٰذا ابلیس نے فرشتوں کے ساتھ ظاہری حکم پر عمل درآمد سے انکار کیا اور حکم باطن پر عمل

کرلیا اور اللہ رب العزت کی جانب سے طوق لعنت کا مستحق ہو کر پوچھا اے اللہ میرا قصور کیا ہے؟

جواب ملا اختیار !!!

اے نیک طالب اللہ آج بھی ایسے احکامات عوام اور خواص پر نازل ہوتے رہتے ہیں عوام ظاہر پہ اور خواص باطن پر عمل کر کے مورد الزام ٹھہرادیے جاتے ہیں، عقلمند کے لئے اس ایک واقعہ میں کئی حکمتیں عبرتیں اور نصیحتیں ملیں گی اگر غور کیا جائے تو! "فَاعتبروا یااولی الابصار" اے عقل والو عبرت حاصل کرو! نیز ارشاد خداوندی "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" (سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۱) ہماری جانب سے جنکے لئے اچھائی مقرر کی گئی ہے...... اس سے زیادہ کیا اور بیان کروں کہ "خیرہ شرہ من اللہ تعالیٰ" یعنی ہر خیر وشر اللہ ہی کی جانب سے ہے...... معلوم ہوا کہ اسکے حکم کے بغیر کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا بس یہ اندھیرے اجالے کے تماشے ہیں جو ہوتے رہتے ہیں۔ آیئے اس ضمنی تقریر کے بعد ہم اپنے موضوع بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں! جاننا چاہیئے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم کے سر پہ بار امانت کا بوجھ رکھ کر "وعلم آدم الاسماء کلھا" ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھائے...... کا خرقہ خلافت سے آراستہ فرما کر اپنا جانشین ونائب بنا کر اس زمین کی طرف بڑی حکمت کے ساتھ روانہ فرمایا۔

پیر یا مرشد کی حقیقت:۔

اب تک کی بحث سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں حقیقی اور باطنی پیر اللہ ہی ہے۔ "و اللہُ یختص برحمتہ من یشاء" اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص فرمالیتا ہے...... حضرت انسان کو یعنی حضرت قلب کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا! حقیقت میں حضرت آدم کا پیر وہی ہے جس نے اپنی صورت پر آدم کو پیدا فرمایا! نیز ارشاد فرمایا "ید اللہ فوق ایدیھم

"تمہارے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے..... یہاں ہاتھ سے مراد دست جمال ہے۔ حقیقت میں باطنی پیر اسم اللہ ہے جو اپنی ذات تک خود پہنچالیتا ہے۔ حقیقت میں باطنی پیر اسم اللہ ہے جو " سَنُرِیهِمْ آیَاتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ " ترجمہ: اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں ، تاکہ انکے لئے واضح ہوجائے کہ یہی حق ہے..... کے دقیق منازل کا مشاہدہ معائنہ کرواتا ہے۔ حقیقی پیر اللہ ہی ہے جو " ان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لاتفقهون تسبیحهم " یعنی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم انکی حمد وتسبیح کو نہیں سمجھ سکتے..... کے اسرار کا مشاہدہ چشم دل سے کرواتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا باطنی پیر یا مرشد اگر اللہ تعالیٰ ہے تو حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولادوں کیلئے ظاہری پیر ہیں، معلوم ہوا کہ باپ کا باطنی پیر بیٹے کا بھی باطنی پیر ہے باپ اگر ظاہری پیر ہے تو باپ ہی بیٹے کا ظاہری پیر ہے اور جب تک ظاہری وباطنی پیر ایک نہیں ہوجاتے تب تک پیر مقام پیری پر نہیں آسکتا، یعنی جب تک ظاہری پیر اسم اللہ ذات کا مظہر نہیں بن جاتا تب تک مقام پیری پر نہیں آسکتا۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کا ظاہری پیر حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں اس ظاہری خلافت اور پیری سے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کی نگرانی مقصود ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کا باطنی پیر یا مرشد خود اللہ ہے جو شکلِ قلب میں ظاہر ہے اور قلب کے حوالہ سے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ فرماتے ہیں "عصیت قلبی عصیت اللہ " میں نے اگر قلب کی نافرمانی کی گویا اللہ کی نافرمانی کی۔ معلوم ہوا کہ ظاہری پیر قالب یعنی جسم سے متعلق ہے اور جسم دنیا سے متعلق ہے۔ باطنی پیر قلب سے متعلق ہے اور قلب خدا اور معرفت خدا سے متعلق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سالک کا مجازی پیر پیر ظاہر اور عام آدمی ہے جو جلال کا مظہر ہے اور حقیقی باطنی پیر خود خدا ہے جمال کا مظہر ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے کہ جو باپ کا پیر ہے وہی بیٹے کا پیر ہو ورنہ یہ

کیسے ممکن ہے کہ باپ کا پیر اللہ ہو اور بیٹے کا پیر غیر اللہ! یہ تضادِ حقیقی ہے جسکے باعث سالک نوح علیہ السلام کے باغی بیٹے کے مانند ہوجاتا ہے۔

اے نیک طالب خدا جاننا چاہیئے کہ طالب اللہ کا حقیقی پیر خود خدا ہے ۔ ارشاد ربانی "یهدی الله لنوره من یشاء" (سورئہ نور ، آیت ۳۵) اللہ جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ اور یہ سب عین منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور یہ باطنی پیر کا اختیار ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :۔

آج کل کے معتبر سلاسل کے غیر معتبر پیروں نے شریعت مطہرہ کو بالائے طاق رکھ کر خود کو خدا ثابت کر کے اندھی عقیدت کے مارے مریدوں سے سجدے کروالیتے ہیں، ہاتھ پیر دبوالیتے ہیں اور بے ہودہ سیوا کروالیتے ہیں شریعت مطہرہ اور علم شریعت مطہرہ کا کھلا مزاق اڑا کر اپنے آپ کو تیس مارخاں ثابت کرتے ہیں کیوں کہ انکو اس دیش میں آزادیٔ اظہار خیال حاصل ہے۔ بھولی بھالی عوام کو مرید کرنے کے لئے تبلیغ اسلام کے بہانے دنیا بھر میں دربدر بھٹکتے رہتے ہیں، جنکو مدینہ منورہ میں قیام کرنا پسند نہیں آتا، ہر شام مرغ مسلم کے طعام کے بعد ایک بدمزہ غیر ضروری محفل سجا کر بزرگوں کے قصے کہانیاں سنا کر خود کو ان برگزیدہ بزرگوں کی فہرست میں شامل کرنے کی ایک ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ لھذا جاننا چاہیئے یہ صرف ناقابل پیر ظاہر ہیں، یعنی پیر مجاز ہیں، جنکے دل بھی پلاسٹک کے ہوتے ہیں اور زبان بھی پلاسٹک کی ہوتی ہے انکے پیروکار بھی پلاسٹک کے انسان ہوتے ہیں جو حق وباطل میں امتیاز کی تمیز بھی نہیں رکھتے۔ دراصل قالب اور قلب جس کے ایک ہوجاتے ہیں اسے کامل پیر کہتے ہیں یاد رہے کامل بمعنیٰ مکمل ہے مکمل سے مراد جسکا قالب اور قلب ایک ہوچکا ہو یا مجاز کا عنصر حقیقت میں غائب ہوچکا ہو، وہی مرتبۂ کمال پر آتا ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے" افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لاترجعون "(سورۃ مؤمنون، آیت ۱۱۵) کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمکو بس یوں ہی بے مقصد و بے کار پیدا کیا ہے۔ اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے...... اے طالب اللہ اس راہ میں سالک کو ہمیشہ اس تازیانۂ عبرت پر نظر رکھنی چاہیئے مگر افسوس آج کل کے ہمارے اکثر پیر سب کچھ بھلا بیٹھے ہیں۔ دنیا کی حرص و ہوس نے انہیں اندھا بنا دیا ہے لٰھذا ایسے پیروں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ارشاد ربانی ہے" ویلھھم الامل فسوف یعلمون " انہیں غافل کر دیا آرزوؤں نے عنقریب انہیں پتہ چل جائیگا! واللہ ہمیں سوچنا سمجھنا چاہیئے کہ ہم سید الاولین والآخرین، سید المرسلین ﷺ کی امت ہیں۔

امت اور شریعت :۔

امت کے لغوی معنیٰ ہیں پیروی کے، اور پیروی سے مراد نبی کریم ﷺ کے دو قدم ہیں ایک قدم شریعت مطہرہ (جلال ہے) دوسرا معرفت الی اللہ (جمال ہے) جو پیر ان دو قدم کا صحیح معنوں میں پیروکار ہے وہی مقام پیروی یا امت پر آتا ہے ورنہ مجاز ہی مجاز ہے حقیقت سے دور اندھی کھائی میں پڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک پیر قالب کا ہوتا ہے ایک پیر قلب کا ہوتا ہے قالب کا پیر صرف قالب ہے قلب کا پیر صاحب قلب ہے۔ اس راہ میں مکمل اخلاص کے ساتھ چلنا چاہیئے ارشاد ربانی ہے" اللہ یجتبی الیہ من یشاء "اللہ جسے چاہتا ہے اپنا منتخب بنا لیتا ہے...... قالب کو قالب محمدی ﷺ اور قلب کو قلب محمدی ﷺ کے حوالے کرنے کا نام امت ہے اور یہی امت کی معرفت ہے۔ شریعت مطہرہ قالب محمدی ﷺ ہے، شریعت مطہرہ قرآن واحادیث کریمہ کا کرشمہ ہے، شریعت مطہرہ سے ائمہء دین وکاملین اور اجماع امت ہے، شریعت مطہرہ سے سنت والجماعت ہے لٰھذا شریعت مطہرہ کا منکر گمراہ اور بے دین ہے۔ شریعت مطہرہ کیا ہے عین دین اسلام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے" ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ " یعنی جو

اسلام کے سواء کوئی دوسرا دین چاہے وہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائیگا!

معرفت الی اللہ کیا ہے؟

معرفت الی اللہ حقیقت محمدی ﷺ ہے، معرفت دیدار جمال ہے، اے طالب اللہ! کیا یہ ممکن ہے کہ بذریعۂ علم حقیقت محمدی ﷺ سے واقفیت حاصل کی جائے؟ ہرگز ممکن نہیں کیونکہ حضرت جنید جیسے علامۃ الدھر سید الطائفہ نے چیخ کر کہا کہ اللہ کو بھی جانتے ہیں مگر رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کو نہ کوئی جانتا ہے نہ پہچانتا ہے' ارشاد نبوی ﷺ ہے'من رانی فقد رأالحق " جس نے مجھے دیکھا بیشک اسنے اللہ کو دیکھا...... سبحان اللہ کیا پاکیزہ راز ہے ورنہ اللہ تو بے نیاز ہے۔

اے طالب اللہ! اللہ نور ہے اور اس نور کا مظہر نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ ہیں اللہ ذات ہے اور ذات کا مظہر بھی نبی کریم ﷺ ہیں۔ اللہ اسم ہے اور اسم اللہ کا مظہر بھی آپ ﷺ ہیں یعنی نور کا مظہر آپکا نور ہے ذات کا مظہر آپ کی ذات، اسم اللہ کا مظہر اسم محمد ﷺ ہے اسم اللہ ذات صفات کے ساتھ ہے اور اسم محمد ﷺ تمام صفات کے ساتھ مظہر ہے، اسلئے مروی ہے " لولاک لما خلقت الافلاک " (حدیث قدسی) اگر آپ کو نہ پیدا کرتا تو افلاک کو نہ پیدا کرتا...... اور" لولاک لما اظھرت الربوبیت " اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔ اس بحث میں سمجھدار کے لئے کئی رموز پوشیدہ ہیں۔ یہاں سالک کو رمز بشر اور بشریت سمجھنا چاہیے، فرمان الٰہی ہے"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ "اے حبیب مکرم آپ فرما دیجیے (ظاہری شکل و صورت میں) میں بھی تمہاری طرح ہوں...... ازلی شقی وہابی نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ کر دیا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تم جیسا بشر ہوں "لا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم " اگر اس

آیت کا ترجمہ مثلکم سے تم نے، تم جیسا لیا ہے تب بھی یہ ممکن نہیں کہ تم اپنے مقصد کے مطابق معنیٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ مثلاً کہتے ہیں تمہارا چہرہ چاند کے جیسا ہے، یہ مثال ہے ایسا ہے ویسا ہے جیسا ہے چاند تو نہیں چہرہ چہرہ ہے چاند چاند ہے! بیٹا باپ کے جیسا نہیں ہوسکتا کیوں کہ باپ اپنے بیٹے کی ماں کا شوہر ہے، باپ باپ ہے بیٹا بیٹا ہے! اسی طرح نبی ہم جیسے نہیں ہوسکتے کیوں صاحب امت ہیں اور امت نبی کی عیال ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم نبی کریم ﷺ کے جیسے نہ ہوئے! ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میں آدم کا باپ بھی ہوں انا جد الادم، نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں "انا من نور اللہ و کل شی من نوری" میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے،

اے اللہ کے بندے تو بشر ہے مکمل شر کا پتلا ہے آپ سراپا نور ہیں مثلکم کی قید کے ساتھ بشر ہیں، یعنی آپ بشیر ہیں اور آپ کا رب بھی بشیر ہے جو اپنی جانب سے بشارت دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کا وہابی اس آیت کا معنیٰ توڑ مروڑ کر پیش کرے گا اس لئے قیامت تک مثلکم کی قید لگا کر آپکی بشریت کو بشارت کا سرچشمہ بنا کر بنی نوع انسان کیلئے آپکو بشیر ونذیر بنا دیا۔ یاد رہے غیر نبی غیر معصوم ہوتے ہیں انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں یعنی غیر نبی کی بشریت بشر سے ہے اور نبی کی بشریت بشیر سے ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی بے شر یا بلا شر بلا نفس "مثلکم" کی شرط کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔ نذیر ہوتے سراجاً منیراً ہوتے ہیں۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ صرف بشر کا معنیٰ نفس کے ساتھ بشریت رکھنے کی طرف دلالت کرتا ہے اور بشر مثلکم کا معنیٰ بغیر نفس کے بشارت دینے والی ذات کی طرف گواہی دیتا ہے۔ اے بد بخت وہابی تو بشر اور تیری بشریت تیرے نفس کی گواہی دیتی ہے نبی کریم ﷺ "مثلکم" کے ساتھ بشر نہیں بشیر ونذیر ہیں جو حق کی گواہی دیتے اور حق آپکا گواہ ہے۔

اے طالب اللہ آ تجھے اس آیت گرامی کے عرفان سے روشناس کروں مذکورہ آیت پاک سے اپنی فہم کے مطابق لفظ "انا" کا معنیٰ تو نے "میں" سے کیا ہے! "انا" کیا ہے؟ انا سرہ ہے انا کیا ہے انا راز "ہٗ" ہے اور ایک حرفی اسم "ہٗ" اسکی احدیت کی دلیل اور سرچشمہ ہے، وحدت حقیقت محمد ﷺ ہے۔ لفظ "انا" پہ غور کیجئے ا، ن، ا، انا "الف سے احد، نون سے نور اور نفس رحمانی اور الف سے احمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے معلوم ہوا کہ بشر نفس امارہ کے ساتھ بشر اور نبی کریم ﷺ نور اور نفس رحمانی کے ساتھ "بشر مثلکم" ہیں اس لئے آپ ﷺ نے اعلانیہ ارشاد فرمایا "ایکم مثلی" میرے جیسا کون ہے...... معلوم ہوا کہ قرآن کا ظاہری ترجمہ وہی حق ہے جسکی تائید قرآن کی باطنی تفسیر کرتی ہو ورنہ لغت کے سہارے معنیٰ گھڑ لینا "خسر الدنیا والاخرۃ" کا مصداق ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے "ولاتتبع الهوی فیضلک عن سبیله" نفسانی خواہشات کے پیچھے نہ پڑو تو وہ تمہیں اسکے راہ سے گمراہ کردینگے۔

علم کیا ہے؟

علم میں تین حروف ہیں ع، ل، م، علم "ال م" کا راز ہے، علم کے عین سے اگر دیکھیں "ل" کی تخصیص کے ساتھ حرف میم کی تشریح ہے کہ جس سے قرآن مجید کا اظہار ہوا، سبحان اللہ علم، علم الٰہی ہے ع

العلم نور من اللہ :: و نور اللہ لا یعطیٰ لعاص (امام شافعی)

"علم نور الٰہی ہے اور نور الٰہی گنہگار کو نہیں دیا جاتا...... علم منشاء و مراد الٰہی کے اظہار کا معجزہ ہے اگر علم قلب حق سے متعلق ہو تو عین وحی الٰہی کی مانند ہے اور اگر علم نفس سے متعلق ہے تو سراسر خواہشات اور زینت دنیا کی آرائش کا مرہون منت ہے۔ قرآن مقدس کا معنیٰ ترجمہ اور تفسیر علم قلب سے عین

وحی الٰہی کے مطابق ہے تو حق ہے ورنہ یہ علم نفس کی عیاریاں ہیں جس پر وثوق نہیں کیا جا سکتا!
وہی ہے جو ''علیم'' تک پہنچا کر انسان کو صفت علیم کا مظہر بنادے، ورنہ حصول علم سے عرفی عا
، فاضل، بنا تو کیا کیا! ورنہ وہ علم کس کام کا جو راہِ علیم سے ہٹا کر دنیا اور سامان دنیا کا حریص بنادے
۔تو پتہ چلا کہ ایک علم اللسان، ایک علم الایمان ہے ان دونوں کے عالم کو عالم حق کہتے ہیں۔ یاد رکھ
چاہیئے کہ دنیا کی محبت سے انسان کا دل سیاہ اور سخت ہوجاتا ہے ''الدنیا کلھا ظلمۃ'' دن
سراسر ظلمت ہے...... جاننا چاہیئے ظلمت کی اصل آگ ہے اور آگ کی پرستش سے انسان نار
ہوجاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ'' (سورئہ زمر، آیت

۲۲) جنکے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں انکے لئے ہلاکت ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں
''العلماء ورثۃُ الانبیاء'' علماء انبیاء کے وارث ہیں نیز ''علماء
امتی کانبیآء بنی اسرائیل'' میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے برابر
ہے...... غور طلب امر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کرام مردوں کو زندہ کرتے تھے، برص زدہ او
نابینا کو شفا بخشتے تھے، تو کیا آج اس امت کے علماء جو اپنی علمیت کا دعویٰ کرتے ہیں کیا وہ مردوں کو
زندہ کر سکتے ہیں؟ بیشک اس امت کے علماء کاملین نے محض قم باذنی کہہ کر مردوں زندہ کیا ہے، جبکہ
وہ انبیاء قم باذن اللہ کہہ کر مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ مگر افسوس دور حاضر کے علماء میں وہ کمال نہ رہا
صرف علمیت کا دعویٰ رہ گیا، زبانی جمع خرچ!

فقیر کی تعریف :

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''الفقر فخری و الفقر منی'' فقر میرا
فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے...... سبحان اللہ فقر وہ ہوتا ہے جسکے فقر پر حضور پرنور علیہ السلام فخر فرماتے

ہیں! آپ نے فقر پر فخر کیوں فرمایا؟ آپ نبی ہیں نبوت آپکا خاصہ ہے یعنی آپکا ظاہر ہے۔ تو فخر کیا ہے ؟ فخر آپکی ولایت ہے۔ اور ولایت نبوت کا باطن ہے، اسلئے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''الولایۃ افضل من النبوۃ'' ولایت نبوت سے افضل ہے...... (کیونکہ ہر نبی اعلان نبوت سے پہلے ولی ہی ہوتا ہے) ملعوم ہوا کہ باطن ظاہر سے افضل ہے، یعنی نبوت نبی کریم ﷺ کا نور جلال ہے، اور ولایت آپکے باطن کا حسن و جمال ہے، پتہ چلا کہ نبوت اور شریعت عشق نبی پاک ﷺ کے ظاہری جلال سے متعلق ہے، اور آپکی ولایت آپکے قلب کے حسن و جمال سے تعلق رکھتی ہے، اسلئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل'' میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے برابر ہے...... یہاں علماء سے مراد اللہ کے وہ دوست ہیں جو نبی کی امت کے لئے علوم مصطفیٰ ﷺ بھی رکھتے ہیں اور اللہ کی قربت سے بھی سرفراز رہتے ہیں جنکی ہر بات کُن کی مصداق ہوتی ہے، پس کہہ دیا اور ہوگئی! معلوم ہوا کہ جسکا سخن سخن کُن ہوتا ہے اسکو فقیر کہتے ہیں ایسے فقیر کے فقر پر حضور علیہ السلام فخر فرماتے ہیں۔ ایسا فقیر مجلس ولایت غوث العالمین کا حاضر باش اور مقبول بارگاہ غوث ہوتا ہے۔ مجلس محمدی ﷺ میں پہنچنے سے پہلے سالک کو مجلس غوثیہ کی حاضری نصیب ہونی چاہیئے! یہ حاضری اس وقت نصیب ہوتی ہے جب مخلص سالک سورۂ اخلاص کی تفسیر بن کر ''لا الہ الا اللہ'' سے فنا و بقا کے مراتب سے گذر کر فنافی اللہ ہوتا ہے۔

صوفی کسے کہتے ہیں:۔

لفظ صوفی انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس لفظ سے متعلق ہر کوئی آج تک اپنی اپنی تحقیق پیش کرتا آرہا ہے، مگر اس فقیر پر یہ عقدہ مجلس غوثیہ میں جو کھلا وہ کچھ اس طرح ہے صوفی لفظ صفی سے مشتق ہے، اور صفی سے صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے

''انی جاعل فی الارض خلیفۃ'' خلیفہ بنا کر صفی اللہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور جب حضرت آدم نے خلافت الٰہیہ اپنی اولادوں میں سے کسی کو عطا کرنا چاہا تو حضرت شیث علیہ السلام کو منتخب فرما کر اپنا وصی، جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا، معلوم ہوا کہ حضرت شیث علیہ السلام کو خلافت الٰہیہ اللہ کے صفی سے حاصل ہے اور خلافتِ جانشینی و وصیت حضرت آدم علیہ السلام سے وصی کی شکل میں حاصل ہے۔ اسلئے آج تک جانشینی وسجادہ نشینی کی وصیت یافتہ رسم چلی آرہی ہے۔ تو پتہ چلا کہ صفی اور وصی کے عہدوں پر فائز فقیر کو صوفی کہتے ہیں۔

لفظ صوفی کی تحقیق:۔

لفظ صوفی صفی اور وصی کی جفری ترکیب کا مادہ وماحصل ہے، ملاحظہ فرمایئے:

لفظ صفی ۔۔ حروف مکررہ ۔ص،ف،ی

لفظ وصی ۔۔ حروف مکررہ ،و،ص،ی

باہم ملائیں ۔۔ص،ف،ی،و،ص،ی

حروف غیر مکررہ ،۔۔ص،ف،و،ی

جفری ترکیب ۔۔ پہلا حرف [ص] لیا دوسرا حرف [ف] چھوڑا تیسر حرف [واؤ] لیا چوتھا حرف [ی] چھوڑا پھر دوسرا حرف ''ف'' لیا تیسرا حرف [واؤ] چھوڑا چوتھا حرف [ی] لیا، جفری ترتیب سے حاصل شدہ حرف ص ، و ، ف ، ی ، پس صفی اور وصی کے حسین امتزاج کا نام صوفی ہے۔

اسلئے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور میرے وصی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، نیز آپ کی شان میں ارشاد فرمایا ''انا مدینۃ العلم و علی بابھا'' میں علم کا شہر ہوں علی اسکے دروازہ ہیں...... علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، جو علی

کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے جو علی کا دشمن وہ میرا دشمن ہے،'' من کنت مولاہ فعلی مولاہ '' جسکے مولیٰ علی ہیں، میں اسکا مولیٰ ہوں لہٰذا معلوم ہوا کہ موجودہ اسلام کے پہلے صوفی، حضرت علی ہیں۔

عمل کیا ہے:

جب انسان عین سے ''ل م'' کو پڑھتا ہے تو الف لام میم کا انکشاف حاصل کرکے عمل کے عین سے میم کی محبت میں لام سے لایحتاج ہو جاتا ہے۔ جو حروف علم میں آئے ہیں وہی تین حروف کے زیر وزبر سے عمل بنتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علم کے بغیر عمل نہیں بنتا! نبی کریم ﷺ نے فرمایا :بغیر علم کے جو زہد اختیار کرتا ہے وہ آخر عمر میں دیوانہ ہو کر مرے گا! اے نیک طالب اللہ! معلوم ہوا کہ علم سے عمل بنتا ہے اور عمل ہی کو زہد کہتے ہیں، علم کے بغیر وزہد سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا چاہے لاکھ سر مارے۔ نیک علم وعمل کا حصول کس طرح ممکن ہے؟ ارشاد ربانی ہے ''کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین'' یعنی صادقین کے ساتھ ہو جاؤ...... یہ صادقین کون حضرات ہیں؟ یہ وہی ہیں جو نیک علم وعمل کے ساتھ مقام صدق پر آچکے ہوتے ہیں۔ صادقین کا ترجمہ اگر سچوں کے ساتھ ہو جاؤ...... سے کرتے ہیں تو یہ اصطلاح کچھ عرفی معلوم ہوتی ہے جس سے مقام صدق کا عقدہ نہیں کھلتا۔ یہ صادقین کون حضرات ہیں؟ یہ کامل پیران عظام ہیں جنکا ظاہر متبع شریعت اور باطن معرفت الی اللہ میں غرق رہتا ہے۔ صادقین کے قالب، قلب کے لباس میں اور قلب ''اَولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری'' میرے اولیاء میری قباء میں پوشیدہ ہیں کہ جنکا علم میرے غیر کو نہیں ہوتا...... کی قبا میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :اگر زمین پر چلتا پھرتا مردہ دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھو۔ معلوم ہوا کہ صدیق یا صادق اسے کہتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے مردے کی مانند رہے اور خدا کے ساتھ زندہ رہے۔

معلوم ہوا کہ سالک صادق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر قدم رہتا ہے۔
"ماشغلک عن الحق فھو طاغوتک" جو چیز تجھے حق سے ہٹادے وہی تیرا شیطان ہے۔

•••☆☆☆☆☆•••

﴿باب دوّم﴾

فنافی الرسول کیا ہے؟۔

جب مرید فنافی الشیخ کے مقام سے گذر کر صورت شیخ میں متشکل ہو کر مظہر توحید سے مجلس محمدی ﷺ میں داخل ہوتا ہے تو حیران وششدر رہ جاتا ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "من رانی فقدرأالحق" جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا...... حق کیا ہے؟ حق نور ہے، حق اسم اللہ ہے، حق ذات اللہ ہے، یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "جسنے مجھے دیکھا اس نے نور اللہ کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا، اور جس نے مجھے دیکھا اس نے ذات اللہ کو دیکھا ۔سبحان اللہ۔

لایمکن ا لثناء کما کان حقہ
بعد ازخدا بزرگ توئی قصہ مختصر

"لا الہ الا اللہ" کا فانی جب الا اللہ کے ساتھ باقی ہو کر آپ ﷺ کی مجلس میں پہنچتا ہے تو اپنے من عرف نفسہٗ کے عرفان کو آپکے عرفان ونام پر فنا کر دیتا ہے، اپنی روح کو آپکی روح مبارکہ میں فنا کر دیتا ہے، اور اپنی ذات کو آپکی ذات مبارکہ میں فنا کر دیتا ہے۔ گویا وہ معشوق اور نبی کریم ﷺ عاشق کے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اسی لئے حدیث قدسی ہے "لولاک

لما اظھرت الربوبیۃ" اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا...... ورنہ اللہ تو اللہ الصمد یعنی شانِ صمدیت کے ساتھ ہر چیز سے بے نیاز ہے جو "الأن کما کان" یعنی وہ پہلے جیسا تھا ویسا ہی ہے...... کی شان کے ساتھ ہے۔ اے طالب اللہ تشبیہ کی ہم نے تشریح کر دی تنزیہ کی تشریح ناممکن ہے کہ کیونکہ یہاں انسان کے فہم کی گنجائش ہے، نہ علم کا بس چلتا ہے، نہ عقل کی پرواز ممکن ہے، نہ عشق کا جنون اس عقدہ لانحل کی طرف رخ کرتا ہے، اس حقیقت کو تنزیہ میں ذات "الأن کما کان" وہ خود جانے یا اسکا رسول جانے، ہاں اتنا ضرور بتانا چاہوں گا کہ تشبیہ اور تنزیہ ظاہر وباطن کی مانند ہیں اور تشبیہ تنزیہ کا عکس ہے۔

اے طالب اللہ گذشتہ باب میں میں نے جو بحث کی ہے وہ کافی سبق آموز ہے اگر اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو کتابی قال حالؔ سے بدل جائے گا۔" الدنیا مزرعۃ الأخرۃ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ کرنا ہے اسی دنیا میں کرلو ورنہ کف افسوس ملتے رہ جاؤ گے ہم انسان ہیں ہمیں گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں، نہ ایک سانس کم ہوگی نہ زیادہ، اس دنیا میں آتے ہی خود سے اور حق سے کیوں اندھے ہوگئے؟ اے طالب اللہ! کیا تو اندھا ہی چلا جائے گا؟ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الأخرۃ اعمیٰ واضل سبیلاً "جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا، اور وہ راستہ سے بھٹکا ہوا ہے...... اس تازیانہ عبرت کے باوجود اللہ سے دور اور غیر اللہ کی حضوری کیا تیری انسانیت کے لئے شرمندگی کا باعث نہیں؟ ارشاد گرامی ہے" استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ" اپنے اللہ کی بات مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جو ٹل نہیں سکتا...... کیونکہ راستہ سے بھٹک جانا خواب غفلت ہے، تجھے آج نہیں تو کل مرنا ہے تو تو"موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مرکر اسے کیوں نہیں پالیتا۔

موتوا قبل ان تموتوا کیا ہے ؟

مرنے سے پہلے مرجا ! یعنی نفس کوموت آنے سے پہلے ماردے اے بھائی ! نفس کو موت سے پہلے کہاں اور کس جگہ مارے گا ! یہ تو تجھ سے زیادہ طاقتور اور تیرا آقا ہے۔ حالانکہ خدا خود اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر کلام فرمارہا ہے، تو تو ایسے نفس کوکس طرح مارے گا ؟ ہاں اسے مار سکتے ہیں صرف تیغ اسم اللہ ذات سے جو کامل پیر کے میان قلب میں رہتی ہے۔ اس لئے تجھے کسی کامل پیر سے وابستہ ہوکر اس تیغ کو حاصل کرنا ہوگا، اور پیر سے نفس کے خلاف جہاد کرنے کا علم حاصل کرنا ہوگا تب کہیں جا کر تو اس میدان کارزار میں قدم رکھ سکتا ہے ورنہ اچھے اچھے اس میدان سے نامراد لوٹ گئے، یہاں تیرے علم اور عقل کی کیا مجال کہ نفس جیسے بادشاہ ابلیس جیسے وزیر اعظم کی فوج اور زریت کا سامنا کر سکے یہ کام تو صرف کامل پیر کی رہبری اور اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اور شاید تو فلاح پا جائے۔

اےِ طالب اللہ نفس کی موت کیا ہے ؟ نفس کو قلب یعنی اسم اللہ ذات کے مظہر میں فنا کر کے قلب کا لباس پہن لینے کا نام ہے، ورنہ نفس تو سواری ہے اسکی حقیقی موت وقت آنے سے پہلے اگر ہوگئی تو کس چیز پر سوار ہو کر حق تک پہنچے گا ؟ آج کل تصوف کی اصطلاحات سے ناآشنا لوگ سیدھے سادھے عام فہم تصوف کے مضامین کو بھی رنگوں اور عناصر کی لاحاصل بحث میں الجھا کر طریقت کی دکانیں چلا رہے ہیں تو دوسری طرف تعلیم یافتہ مہذب طبقہ ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' کا بہانہ بنا کر علم معرفتُ اللہ کے حصول سے محروم ہوتا جارہا ہے۔ نفس میں تین حروف ہیں اور اسکا معنیٰ ظاہر ہے۔

ن :سے نفس کو تو را ور نائب خدا اور خلیفۃ اللہ ہونا چاہیئے۔

فا :سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہونا چاہیئے۔

س :سے سعید ازلی ہونا چاہیئے۔

اسلام کیا ہے ؟

اسلام نفس کا اقرار باللسان ہے ! ایمان کیا ہے ؟ نفس کا قلب کی شکل اختیار لینا ہے، اور روح کا مشاہدہٗ الٰہی کے بعد تصدیق بالقلب ہے۔ دیدار اچھا ہے یا یار اچھا ؟ یار اچھا ہے۔ دیدار سے گذر کر یار میں فنا ہو کر یار ہونے کا نام معرفتُ اللہ ہے۔ کیا معرفتُ اللہ کا راستہ بہت دشوار ہے ؟ تو آسان کونسا راستہ ہے؟ یہ وہی ہے جس پر عوام چلتی ہے، پھر سوال پیدا ہوتا ہے عوام کا راستہ آسان اور خاصان خدا کا راستہ مشکل ؟ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ عوام جس میں بھلے برے سب شامل ہیں انکے لئے آسان خواص جو نیک ہیں انکے لئے دشوار ! اس لئے کہ فرمان الٰہی ہے: لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا'' اللہ تعالیٰ کسی جان پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا...... پھر اس آیت مقدس کا کیا مطلب؟

جب کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے تم ایک قدم میری طرف آؤ میں دس قدم تمہاری طرف آؤں گا، تم چل کے آؤ میں دوڑ کے آؤں گا، تم نیک گمان کرو میں حاضر ہو جاؤں گا، تم جس طرف رخ کرو اسی طرف میری ذات ہوگی ! نیز ارشاد گرامی '' نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ '' ہم اسکی شہہ رگ سے (زیادہ) قریب ہیں...... معلوم ہوا کہ بندہ خود اپنی رگ تنفس سے واقف نہیں حالانکہ خدا اس سے بھی زیادہ قریب ہے پھر بھی کیا واقعی ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' :۔ حق کو جھٹلانا یا حقیقت سے بھٹکانا گناہ عظیم ہے اس لئے سالکان راہ خدا کو چاہیئے کہ خدا ہی کو ہادی سمجھ کر ہدایت کی طرف رجوع ہونا چاہیئے، چنانچہ'' ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی و الباقیات الصلحت خیر عند ربک ثوابا و خیر مردا '' سورئہ مریم'' آیت ۷۶، اور اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں مزید اضافہ فرماتا ہے، اور باقی رہنے والے نیک اعمال آپ کے

رب کے نزدیک اجر وثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام بھی خوب تر ہیں،

اگر واقعی یہ راہ کٹھن ہوتی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغر سنی میں حصول علم دین کے لئے ماں کی اجازت وحکم سے اپنے وطن سے جیلان جا رہے تھے راستہ میں چالیس چوروں نے آپ کو لوٹنے کی کوشش کی اور آپ کی صداقت دیکھ کر حیران رہ گئے ؟ (اختصار کے ساتھ) ایک کم سن طالب علم اور اس قدر سچا ؟ بہر کیف سرکار غوث اعظم نے ایک نظر ڈالی اور چالیس چوروں کو چالیس ابدال بنا دیا اور ہر ایک کو ایک ولایت کا والی بنا دیا ! اب بتایئے کس طرح ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' ایک کم سن طالب علم جو خود علم اور منزل کی تلاش میں ہے اور چوروں کو بڑی بڑی منازل عطا کر رہا ہے۔ ذرا سوچیئے چالیس چوروں نے زندگی بھر کیا کیا ہوگا اور پل کے پل میں کیا پایا ؟ کیا راہ سلوک طئے کیا ؟ کب کب ذکر و اذکار کیا ؟ کب نفی واثبات کی ضربیں لگائی۔ کب کتنی نفلی نمازیں پڑھی ؟ ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس سے 'بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' کی تائید ہو سکے۔ پتہ چلا کہ یہ تمام واقعات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ''بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی'' نہ کہ ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' خیر یہ باتیں چھوڑ یئے یہ تو اس کم سن نیک طالب علم سے متعلق ہیں جو اپنے وقت کا غوث اعظم بننے والا تھا !

حضرت رابعہ بصری کو ایک رات چند غنڈوں نے اٹھا کر ایک کوٹھے کی نائیکہ کے ہاتھوں بیچ دیا کیوں کہ آپ جوان اور بہت حسین تھیں ! آپکی بزرگی اور عظمت دیکھئے کہ آپ نے اُف بھی نہیں کیا ! بازار کے دستور کے مطابق ایک عیاش گاہک نے آپکو دیکھا اور آپ پسند آگئیں، نائیکہ سے قیمت طئے ہوئی اور وہ آپ کے کمرے میں داخل ہوا، تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا : کیا تم مسلمان ہو؟ گاہک نے کہا، ہاں ! میں مسلمان ہوں ! آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے پسند آچکی ہوں، گاہک نے کہا ہاں ! تو آپ نے کہا میری ایک چھوٹی سی فرمائش ہے، میرے قریب

آنے سے پہلے کیا تو اسے پوری کرے گا ؟ گاہک ،ضرور پوری کروں گا، فرمایئے ! آپ نے کہا پہلے وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھ لے ، پھر شوق سے آجا کہ میں بس تیری ہوں۔ گاہک نے کہا یہ تو عبادت ہے کیوں نہیں اور یہ کونسی بری بات ہے، بالآخر گاہک نے وضو کیا کمرے کے ایک گوشے میں مصلیٰ بچھا کر نماز میں مشغول ہو گیا ! جیسے ہی اس عیاش گاہک نے پہلی رکعت کا سجدہ کیا، حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے رب کائنات کی بارگاہ میں دعا فرمائی : کہ اے اللہ تیرے اس گمراہ بندے کو تیرے دربار میں یہاں تک تو جھکا چکی ہوں اور آگے جھکا لینا تیرا ہی کام ہے، بس اتنا کہنا تھا، دوگانہ ختم کر کے گنہگار گاہک حضرت رابعہ کے قدموں میں جھک کر رونے لگا ! آپ نے فرمایا ! کل تک تو شقی تھا آج سعید ہے، اے سعید جا فلاں جگہ کی ولایت کا تو ولی ہے اللہ اور اللہ کے دین کی خدمت کیا کر ! یہی آج سے تیری عبادت ہے ! بالکل اسی طرح نماز کی شرط کے ساتھ آپ ہر روز کئی عیاشوں کو مرتبہء ولایت پر پہنچاتی رہیں ہزاروں عیاش شقی لوگ اہل سعادت میں تبدیل ہوتے گئے آخر کار وہ دن بھی آیا کہ بازار میں کوئی عیاش گاہک ڈھونڈے سے بھی نہیں ملا ہر عیاشی کا اڈہ سونا پڑا تھا ! افواہ اڑی کہ ایسا اس لئے ہوا کہ فلاں نائیکہ کے یہاں رابعہ نام کی ایک لڑکی آئی ہوئی ہے اور وہ جس دن سے آئی ہے سارا بازار کا یہ حال ہو گیا ہے ! صلاح مشورے کے بعد نائیکہ نے آپ کے حالات کا تعاقب کیا اور ایک رات کیا دیکھتی ہے کہ فرش تا عرش آپ کا وجود نور ہو چکا ہے اور پتہ نہیں اس نے کیا دیکھا کہ صبح نائیکہ بھی حضرت رابعہ کے قدموں میں گر کر معافی کی خواستگار ہوئی ! حضرت رابعہ نے فرمایا اے کم بخت افسوس کہ تو نے اس حال کو دیکھا جو میرے اور میرے رب کے درمیان میں راز تھا ۔ تو اگر اس راز کو جاننے کی کوشش نہ کرتی تو صبح قیامت تک میں تیرے کوٹھے پہ ہر آنے والے کو اللہ کا ولی بنا دیتی ! مگر تو نے اپنے گھر کو باب ولایت میں تبدیل ہوتا گوارہ نہ کیا۔

سبحان اللہ ! حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کا مقام کہ عیاشی کے اڈے کو کارخانہ ولایت میں تبدیل کردیا ۔ اب بھلا بتائیے کہ آپ نے پاپیوں سے عبادات میں کیا مشقت کروائی ؟ کتنے ذکرواذکار، کتنی عبادتیں، کتنے روزے، اور کتنے اعمال صالحہ کروائے ؟ کیا اب بھی واقعی ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی ؟

ایک اور واقعہ اللہ رب العزت کی زبان حق سے سنئے فرماتا ہے اصحاب کہف جو تو حید پرست تھے ظالم وجابر حکمران کے ظلم وکفر سے تنگ آکر اک غار میں چھپ گئے تھے اچانک انکا کتا بھی غار میں گھس آیا اصحاب کہف گھبرا گئے کہیں کتا شور نہ مچائے، اس لئے اسکو بھگانے کی کوشش کررہے تھے تو کتے کو اللہ تعالیٰ نے فوراً گویائی عطا فرمائی کتے نے اپنی زبان سے کہا میں آپ پر بھوکوں گا نہیں میں وفادار ہوں آپکی رکھوالی کروں گا ،آپ بے خوف رہئیے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو مع کتے کے ایک لمبی اور گہری نیند سلا دیا اور اعلان کیا کہ اصحاب کہف جنتی ہیں، اور انکے ساتھ والا مصاحب کتا بھی جنتی ہے ! سبحان اللہ ! جب رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے تو کونسی چیز مرتبہ سے گرا سکتی ۔ ذرا سوچئے ممکن ہے کہ اصحاب کہف حضرات بڑے عابد وزاہد رہے ہوں موحدان رہے ہوں، انتہائی نیک رہے ہوں کتے نے کونسی عبادت کی تھی، کون سا زہد اختیار کیا تھا، وہ ایسی کیسی عبادت کیا ہوگا جو جنتی ہوگیا ! معلوم ہوا کہ بہت کٹھن نہیں ؟ بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی بس توفیق الٰہی شامل ہونا چاہئیے وماتوفیقی الاباللہ ! چنانچہ رب قدیر ارشاد فرمایا

"یرید اللہ ان یخفف عنکم خلق الانسان ضعیفا" (سورۂ نساء، آیت ۲۸) اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتا ہے اور انسان کو ناتواں اور کمزور پیدا کیا گیا ہے ...... نیز ارشاد فرمایا" لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا " اللہ تعالیٰ کسی جان پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ...... اور امت محمد یہ کو دعا مانگنے کا سلیقہ کچھ اس طرح سکھا رہا ہے'' ربنا

لاتحملنا مالاطاقۃ لنابہ "اے اللہ ہم پر تو وہ بوجھ نہ ڈال جسکی ہمیں طاقت نہیں ......

حالانکہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں'' من اخلص للہ اربعین صباحا ظھرت ینابع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ" جو شخص چالیس دن اللہ کے واسطے خالص کردیے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹ کر زبان پر آجاتے ہیں...... آج کل کے پیران طریقت بھی علماء وفضلاء کے سُر میں سُر ملا کر سالکان راہ خدا کو پست ہمت کردیتے ہیں یا ایسی ایسی حکایتیں سناتے ہیں کہ کوئی اس راہ میں قدم رکھنے کی جرأت ہی نہ کرے، یا اگر کسی اللہ کے بندے نے تھوڑی کوشش بھی کرلی تو اس کے حوصلے پہ یہ کہہ کر وار کردیتے ہیں کہ'' بہت کھٹن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' اس ڈگر کے کٹھن ہونے کی مثالیں بھی خوب لاتے ہیں مثلاً حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت نے چالیس سال برج عجمی میں مجاہدہ کیا تب کہیں کچھ آپ نے پایا ! حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل جنگل صحراء صحراء بھٹک کر تیس سال مجاہدہ کیا تب کہیں آپ معرفت الی اللہ کے مستحق ہوئے ۔ کمال کا مجاہدہ تو اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، کہ حضرت علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر آپ نے مجاہدہ کے لئے تقریباً تین مربع فٹ کے کمرے کا انتخاب کیا اور مکمل چودہ سال تک ایسی جگہ بیٹھے رہتے جہاں پیر پھیلانے کی گنجائش بھی نہیں تھی ۔ آپ ہمیشہ معمولی کھانے پر بسر اوقات کرتے رہے ۔ ایک اور مثال دی جاتی ہے، علاء الدین علی صابر پیا رحمہ اللہ تعالیٰ کی جنھوں نے اپنے نفس کے خلاف اتنا شدید مجاہدہ کیا کہ ایک پیڑ کی ٹہنی پکڑ کر بارہ سال تک کھڑے ہوگئے ۔ میں بڑے ادب سے ان حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں جو ایسی مثالیں دیکر سالکین راہ خدا کو خوف زدہ اور پست ہمت کردیتے ہیں ۔ کیا واقعی غوث پاک برج عجمی میں مجاہدہ میں مشغول تھے ؟ ذرا سوچئے کہ وہ شخصیت جو صغر سنی میں یعنی زمانہ طالب علمی میں چالیس چوروں کو چالیس ابدال بنا سکتی ہے اور

اقطاب بناسکتی ہے،تو اسے اس قدر سخت مجاہدہ کی کیاضرورت آن پڑی؟ میرے محترم دوستو! بر
عجمی میں آپ مجاہدہ میں نہیں مشاہدۂ حق میں مشغول تھے اور جب کوئی مشاہدۂ حق میں مشغو
رہتا ہے وہ وقت الٰہی میں چلا جاتا ہے اسکے لئے تو وقت زمانی والوں کے چالیس سال تو چالیس
لمحات سے بھی کم عرصہ میں گذر جاتے ہیں۔ جاننا چاہئے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ
بھی تیس سال تک صحراءصحراء بھٹک کر مجاہدہ نہیں بلکہ مشاہدۂ حق میں مشغول تھے، ہمارے لئے
جنگل اور صحراء تھے اور آپ کے لئے عشق کی حسیں وادیاں تھیں بالکل اسی طرح حضرت مخدو
اشرف جہانگیر سمنانی اور حضرت صابر پیا کلیری رحمہما اللہ تعالیٰ کی کیفیت تھی، کہ آپ حضرات
مجاہدات میں نہیں مشاہدات میں غرق تھے۔ اور ایک عام سالک کی کیا مجال کہ ایک پیڑ کی ٹہنی پکڑ کر
بارہ سال تک کھڑا ہوجائے جسے زمانہ کی کوئی خبر ہی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ جہاد بالنفس والا مجاہدہ او
ہے اور مشاہدہ جمال الٰہی اور معرفت الی اللہ کچھ اور ہے۔ اے اللہ کے بندو اگر تم اس راہ کے
اسرار و معانی سے واقف نہیں ہو تو کم ازکم لوگوں کو بلادلیل خوف زدہ اور پست ہمت کرنا تو چھوڑ د
اگر ایسا کروگے تو حدیث کی روشنی میں ’’فضلّوا و اضلوا‘‘ کہ تم خود بھی گمراہ اور اوروں کو
بھی گمراہ کروگے، خصوصاً اس وعید کا تو پاس و لحاظ رکھو جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ’’فکیف اذا
جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بک علی ھؤلاء شھیدا‘‘ تو اس
وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ طلب کرینگے اور ان سب پر آپکو گواہ
بنائیں گے...... واللہ اس آیت پاک کے نزول کے بعد آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، مگر
تمہاری آنکھوں کا پانی کیوں خشک ہوگیا۔

کیا حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے غلط کہا کہ ’’بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی‘‘، نہیں سو
فیصد درست کہا یہاں پنگھٹ سے مراد پیر کامل ہے اور پیر کامل کو ’’چشمہ ءحیواں‘‘ کہتے ہیں جو اپنے

پیالے سے آب حیات تقسیم کرتا ہے، جسکو پینے کے بعد نفس مردہ اور قلب زندہ ہوجاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مصرع میں آپ کی مراد ایسا پیر کامل کا ملنا یا پانا بہت کٹھن ہے، تلاش بسیار کے بعد قسمت سے ایسا پیر دستیاب ہوتا ہے، اسکے بعد ’’بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی‘‘ ارشاد ربانی ہے ’’انما اموالکم و اولادکم فتنۃ‘‘ یعنی تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں...... ان سے بچ کر ہدایت کی راہ اختیار کرنا بھی ذرا کٹھن ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ’’ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا‘‘، یعنی یہ نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔ سبحان اللہ!

وحدت الوجود کیا ہے:۔

وحدت الوجود یہ اصطلاح دولفظوں سے بنی ہے، وحدت، اور وجود، وحدت کیا ہے؟ مقام وحقیقت محمدی ﷺ ہے، وجود وجد سے اور وجد، واجد سے ہے معلوم ہو کہ وجود صفت باری تعالیٰ ہے۔ اس لئے حضور غوث پاک نے لاموجود الا اللہ فرمایا ہے! یعنی اللہ کے سواء کوئی چیز موجود نہیں یہی وہ نظریہ ہے جو ہمہ اوست کی طرف مکمل دلالت کرتا ہے اور اس نظریہ کی تبلیغ حضرت محی الدین ابن عربی نے اتنی شدت سے کی اور کئی کتابیں رقم کرڈالی کہ نتیجتاً آپ پر کفر و الحاد کے ہزار سے زیادہ فتویٰ لگائے گئے۔ پھر آہستہ آہستہ صوفیان کرام نے تحقیق وتصدیق کے بعد آپکے نظریات کی باقاعدہ تبلیغ شروع کی کہ ’’ھمہ اوست‘‘ ’’سب کچھ وہی ہے‘‘، بس سمجھ سمجھ کا فرق تھا کہ رد و قبول کے پیمانے بنتے گئے۔ دراصل ’’ھمہ اوست‘‘ یہ حق انکے لئے ہے جو اس حقیقت سے آشنا ہوچکے ہیں مثلاً جب اس مقام کا بھید کھلا تو منصور حلاج نے انا الحق کہا! اگر وہ ھو الحق کہتے تو مرتبہ سے گرجاتے! اور ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ جب اس مقام پر پہنچے تو منبر مسجد پر کھڑے ہوکر اعلانیہ فرمایا: انا اقول انا اسمع ھل فی الدارین غیری ’’یعنی میں کہتا ہوں

!میں سنتا ہوں۔ اور میرے سوادونو جہاں میں کون ہے ...... یہ تو ہوا اردو ترجمہ مگر غور طلب ایک لفظ "انــــا" ہے آپ کی تقریر میں یہ "انــــا" ہی وہ مقام ہے جہاں جا کر انسان وحدت الوجود کا قائل ہو جاتا ہے۔ وحدت کیا ہے؟ حقیقت محمدی ﷺ ہے، وحدت کیا ہے؟ لاھوت ولامکان کا راز ہے جس کے عرفان کے بعد زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ وجود کیا ہے ؟ حقیقت میں وجود ایک ایسا موتی ہے جسکو لفظوں کے دھاگے میں پرویا نہیں جا سکتا ! یہی وہ موتی ہے جو ھوالاول، ھوالآخر، ھوالباطن اور ھوالظاہر ہے۔ اول آخر ظاہر اور باطن کے قلعہء وجود میں کس کی مجال کہ اپنے وجود یا وجودِ غیر کا اثبات کرے۔ یہاں کس کی مجال ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر صحرائے وجود میں قدم رکھ سکے۔ جاننا چاہئے کہ مجموعی طور پہ وحدت الوجود مرتبہء ذات۔

وحدت الشہود کیا ہے:۔

جب وحدت الوجود کا نظریہ عرب و عجم سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوا تو ہزاروں علماء اور کئی صوفیان کرام نے محسوس کیا کہ اس نظریہ سے تصوف کا فائدہ کم اور شریعت کا نقصان زیادہ ہے! خصوصاً برصغیر میں اس نظریہ کی مکمل تائید کی جائے یعنی ہمہ اوست کو کلیتاً تسلیم کیا جائے تو ہندو دھرم کی میتھا لوجی یا آئیڈیا لوجی کو جو ہزاروں، کروڑوں، دیوی دیوتاؤں کے دیو مالائی تصور کیساتھ نظریئہ [ادویت] یعنی وحدت الوجود بھی رکھتے ہیں انکے متعلق کیا کہا جائیگا ؟ جبکہ ہم اہل اسلام خود "ہمہ اوست" "سب کچھ وہی کا دعویٰ کرنے لگے ہیں۔ اس لئے صوفیان کرام نے ہر ملک اور ہر ملک کے مذہبی تصورات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے علوم اصول اور نظریات کو پیش کرتے آئے ہیں۔ لھٰذا یہی وہ وجوہات ہیں جنکے تحت مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی جیسے ائمہ دین نے صدیوں بعد وحدت الوجود کے نظریہ کے خلاف وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا۔ جسکی بنیاد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہی قول "لامشھود الا اللہ" پر رکھی گئی ہے۔ جسکے بعد "ہمہ

اوست" کے برخلاف "ہمہ از اوست" کے نظریئے کی تبلیغ شروع کی گئی۔

سب کچھ وہی ہے۔۔ یقیناً جو کچھ ہے اسی سے ہے اسی کا ہے اے طالب اللہ! جاننا چاہئے کہ جو کچھ اسی سے ہے وہ اسکے صفات ہیں، اور اسکے سوا ہر مخلوق اسکے صفات کی مظہر ہے، اور ہر مظہر میں اسکی صفت ظاہر ہے اور ہر ظاہر کا باطن ہے، اور باطن کا تعلق اس کی ذات سے ہے۔ معلوم ہوا کہ وحدت الوجود مرتبہء ذات سے تعلق رکھتا ہے، اور وحدت الشہود مرتبہ صفات سے تعلق رکھتا ہے۔ قائلینِ وحدت الوجود نے مرتبہء ذات سے ذات کی تعریف بیان کی، اور قائلین وحدت الشہود نے مرتبہ صفات سے ذات کی ہی تعریف بیان کی ہے۔ ورنہ ان دونو نظریات میں تضاد حقیقی کا شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا، سمجھ سمجھ کا ہیر پھیر ہے آج بھی کئی ایسے نادان ہیں جو ان موضوعات کو بحث کا موضوع بنا کر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جاننا چاہئیے "ہمہ اوست" "ہویا" "ہمہ از اوست" ہو دونوں طریق کا نکتہء عرفان معرفت الی اللہ ہے اور دونوں نظریات کی بنیاد تصور شیخ پر رکھی گئی ہے۔

تصور شیخ کیا ہے:۔

اے طالب اللہ ! تیرے سامنے تیرا ایک ظاہری شیخ ہے جو تیرے لئے معالج کی مانند ہے، جس کے ہاتھ پر تو نے بیعت کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ظاہری شیخ کا قالب اللہ کے صفات کا مظہر "تخلقوا باخلاق اللہ" "اللہ کے صفات کو پیدا کرو...... کے مطابق ہے یا نہیں، !اگر ہے تو وہ کامل ہے۔۔ قالب کو تو دیکھا کیوں کہ یہ شریعت کے لباس میں ملبوس ہے اور یہی مظہر صفات کا تقاضہ ہے یعنی جو مظہر صفات ہوتا ہے شریعت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اب شیخ کے قلب کو دیکھنا چاہئیے کہ وہ مظہر اسم اللہ ذات ھو الحی القیوم ہے یا نہیں، اگر ہے تو یقین الیا پیر کامل ہے کیوں کہ اسکا قالب صفات کا مظہر ہے اور قلب اسم اللہ ذات کا۔ یعنی ایسے شیخ

کا ظاہر بھی شیخ اور باطن بھی شیخ ہوتا ہے۔ حضرت آدم کا شیخ خود اللہ ہے، اللہ اسم ہے، اسم اللہ ظاہر ہے اور قلب مظہر ہے معلوم ہوا کہ تصور شیخ کا طریقہ ایسے پیر کامل سے سیکھنا چاہئیے جسکا قالب مظہر صفات اور قلب مظہر ذات ہو، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کامل پیر کو دو خلافتیں حاصل ہوتی ہیں ایک قلبی خلافت ایک قالبی خلافت، قلبی خلافت اللہ عزوجل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کو حاصل ہے اور آپ سے ہوتے ہوئے ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں سے گذر کر نبئ آخر الزمان ﷺ تک پہنچی اور آپ کی وساطت سے چار پیر چودہ خانوادوں میں آج تک زندہ ہے۔ معلوم ہوا کہ راہ قلب میں، قلب کا پیر اسم اللہ ہے۔ یعنی ازل سے جو حضرت آدم کا پیر ہے آج بھی آپکی اولادوں کا وہی پیر ہے۔ جسکا تصور عین عبادت ہے شرک ہرگز نہیں۔ جاننا چاہئیے ایسے باطنی خلافت یافتہ ازلی سعید کو جب ظاہری پیر کامل مل جاتا ہے تو پھر اسکے لئے ہر راہ آسان ہوجاتی ہے۔ اور اگر باطنی خلافت یافتہ ازلی سعید کو ظاہری پیر کامل میسر نہیں یا کسی اور شرعی معتبر وجوہات کی وجہ سے پیر کامل کی خدمت میں نہیں پہنچ سکا تو وہ اویسی بنکر مرتبہ تلمیذ الرحمٰن پر آکر معرفت اللہ حاصل کرلیتا ہے۔ ورنہ ائے سالک قصے کہانیاں بزرگوں کی حکایتیں سماع کی محفلیں نفلی عبادتیں یہ سب کچھ کے بغیر رسم عام ہیں، عالم، فاضل، فقیہ، بنا تو کیا بنا؟ عشق کے بغیر علم بے رہبر مسافر ہے، یہ دنیا کیا ہے؟ آندھی میں جلتے ہوئے چراغ کے مانند ہے۔ یہ دنیا کیا ہے؟ امتحان گاہ ہے! جو یہاں اچھا ہے وہ وہاں اچھا ہوگا، جو یہاں برا ہے وہ وہاں برا ہوگا!

ائے سالک راہِ خدا! تو دوسروں کی برائیوں کو دیکھکر دنیا کی برائیوں کی مثال دینے سے پہلے خود کی برائیوں کو دور کر اور خود کے قلب اور قالب کی حفاظت میں مشغول ہوجا۔ قلب سے غافل ہوکر پڑوسی کے گناہ پہ رونا عقل مندی نہیں ہے۔

ائے طالب اللہ! جاننا چاہئیے کہ جس کے قالب کو صرف ظاہری خلافت حاصل ہے اور

قلب خلافت الٰہیہ سے محروم ہے تو وہ ادھورا ہے۔ کیونکہ قالب خلافت کا علم تو رکھتا ہے اور قلب خلافت الٰہیہ کے علوم سے جاہل ہے۔ ایسے شیخ کا تصور شرک سے خالی نہیں ہوتا۔ یادرکھنا چاہئیے کہ شیخ ظاہر سے مراد "ید اللہ فوق ایدیھم" کیساتھ انسان کا خلیفہ ہے، شیخ باطن سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہے یعنی قالب کا پیر کامل انسان ہوتا ہے، قلب کا پیر خود اللہ ہوتا ہے۔ ائے طالب اللہ قالب کا نام اور عکس بہتر ہے یا قلب کا نام اور جمال بہتر ہے۔ قالب کے مخلوق شیخ کا تصور بہتر ہے یا قلب کے غیر مخلوق شیخ کا، معلوم ہوا کہ غیر مخلوق کا تصور ہی عبادت ہے اور مخلوق کا تصور اس راہ میں شرک ہے۔ غیر مخلوق شیخ کی محبت میں سالک فنافی الشیخ کے درجے پر آتا ہے، فنافی الشیخ کے بعد یعنی مرید اپنے شیخ کا ہو بہو ہوکر جب شیخ کی صورت اختیار کرلیتا ہے تب وہ خود کی نفی لاالٰہ کے نیچے کرکے شیخ کا بدل بن جاتا ہے۔ پھر یہاں سے اس کا سفر شروع ہوکر وہ مقام الا اللہ میں پہنچ جاتا ہے اور یہاں اسم اللہ ذات کے مظہر پیروں کے پیر دستگیر، حضرت شیخ میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے ہیں، اس مجلس میں سالک آکر حضور غوث العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ ناز سے دوبارہ زندہ ہوکر بقاباللہ کے مقام پر آجاتا ہے۔

وہ کہاں ہے جو قلب کا شیخ ہے :-

"نحن اقرب الیہ من حبل الورید" وہ اپنے اسم کا مسمّیٰ ہے یعنی خود اسم خود مسمّیٰ ہے جسے اسم ذات ہو کہتے بس اسی شغل میں مشغول ہونے کا نام ہی تصور شیخ ہے۔ [تا] کا پردہ ہٹادو تو صُور یعنی صورت اسم ظاہر ہوجائیگی اور صورت اسم اپنے مسمّیٰ تک پہنچنے میں خود رہبر ثابت ہوگی، بس یہی تصور شیخ ہے اور "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" دونوں جملوں کے آخر میں اسم اللہ آتا ہے معلوم ہوا کہ سالک "لاالٰہ الا اللہ" کی توفیق اور توسل سے لاالٰہ کے نیچے خود کی نفی کرکے الا اللہ کے اثبات کے ذریعہ فنافی الشیخ کے مقام پر آجاتا ہے اور یہاں فنافی شیخ کی

اصطلاح فنافی اللہ میں بدل جاتی ہے۔تصورِ شیخ مراقبہ کی ابتداء ہے،اگراس اصطلاح پہ غور کریں تو تصور اور شیخ دو ہی لفظ اہمیت کے حامل ہیں،تصور میں 'ت' پردہ ہے،صور یعنی صورت اور یہ مرید میں صفت مرید کی مظہر ہے جو صفت سے تعلق رکھتی ہے۔معلوم ہوا کہ مرید کی ذات راہ سلوک میں صفت مرید کی مظہر ہے اور شیخ کی ذات،اسم اللہ ذات کی مظہر ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرید خود کو خو سے نکال کر صفت الٰہی سے بدل جاتا ہے، بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مرید اسم صفت کا مظہر ہوتا ہے اور شیخ اسم ذات کا۔صفت کا تعلق ذات سے ہے اور صفت کا میلان ذات ہی کی طرف ہی ہوتا ہے۔صفت بھی غیر مخلوق ہے،ذات بھی غیر مخلوق ہے،غیر مخلوق کو غیر مخلوق کا تصور غیر مخلوق تک خود پہنچالیتا ہے،کیوں کہ صفت اگر روشنی ہے تو ذات سورج کی مانند ہے۔نہ روشنی کا انکار ممکن ہے اور نہ سورج کا انکار۔جاننا چاہیئے کہ تصور شیخ کی مشق سے نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے اور مشق تصور شیخ سے سالک متبع شریعت ہوکر باطنی مجاہدہ میں مصروف ہوجاتا ہے۔

جذباتی تصورِ شیخ کا نقصان:۔

سالکان راہ وفا کو چاہئے کہ ہمیشہ تنہا شغل یا تصور میں مشغول رہیں کیونکہ تنہائی سالک کو خدا کی مرضی کے مطابق تنہا ہونے میں معاون و مددگار ہوتی ہے۔گڑبڑی اور جذبات کی زیادتی سے سالک کو بہت بڑے نقصان کا خطرہ رہتا ہے دل اور جذبات پہ قابو پانے کی حد درجہ کوشش کرنا چاہیئے ورنہ بڑی سرعت سے گرہِ ناف اپنی جگہ چھوڑ کر اوپر کی جانب چڑھ جاتی ہے اور اتنی ہی تیزی کے ساتھ نیچے اترتی بھی ہے۔اس وقت سالک کا برا حال ہوجاتا ہے۔ایسے جذباتی انسان کو سماع بھی نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے لہٰذا! پرہیز کرنا چاہیئے۔اگر گرہ ناف نیچے اتری ہوئی ہوتو اس حال کو درست کرنے کیلئے صوفیان کرام نے رقص کا سہارا لیا ہے مگر یہ بھی عارضی ثابت ہوا ہے، کیونکہ

رقص کی مستی میں جذبات قلب پر قابو پالینا بھی دیرپا ثابت نہیں ہوتا،اور اگر گرہِ ناف اوپر کی طرف زیادہ چڑھی ہوئی ہوتو نیچے کی طرف لوٹتے ہوئے شہوانی خواہشات میں ہیجان پیدا کردیتی ہے۔ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ سالک بے اصول ہوکر تصور یا شغل میں جذباتی طور پر مشغول رہتا ہے۔لہٰذا مکمل سکون اور اطمینان کے ساتھ بغیر کسی جذبات کے مشغول ہوکر بلاناغہ روزانہ شغل اختیار کرنا چاہیئے،اگر کسی دن وقت کی کمی ہوتو کم از کم آدھا گھنٹہ ضرور کرلیں اور اگر ناغہ کروگے تو ترقی سے زوال پذیر ہوکر گرہِ ناف کے اتار چڑھاؤ میں مبتلاء ہوجاؤ گے۔جب من چاہا کرلیا ،جب من چاہا چھوڑ دیا یہ صحت کیلئے انتہائی مضر ہے اس لئے پیر اپنے مرید کو نفل نمازوں کی ہدایت کرتے رہتے ہیں تاکہ جذبات پر کنٹرول آجائے۔

مراقبہ کیا ہے:۔

جب سالک مراقبہ میں مشغول ہوتا ہے تو اپنے نفس کا رقیب بنکر صفت رقیب کا مظہر بن جاتا ہے اور جب تک اس صفت کی صورت اختیار نہیں کرلیتا تب تک نفسانی اور شیطانی وساوس اور خطرات کا سامنا رہتا ہے۔جب اسم رقیب کا مظہر بن جاتا ہے تو بہت حد تک خطرات و وساوس سے محفوظ ہوجاتا ہے۔"تخلقوا باخلاق الله" کے مطابق پہلی صفت مرید اور دوسری صفت رقیب کے اثر سے قلب کو جلا اور تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے۔اللہ کی توفیق اگر رہبری کی تو انسان چند ہی ساعتوں میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوجاتا ہے مگر دیدار اس وقت ممکن ہے جب کہ سالک خود اس کا مشتاق ہو جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:"من احب لقاء الله احب الله لقائه ومن کره لقاء الله کره الله لقائه (متفق علیہ) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا :جو اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ بھی اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے،اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے

تیری شہ رگ سے قریب مسمیٰ ہے اور تو بھی غیر نہیں اسی کی صورت ہے صورت کے ''تا''
کے پردے میں تیری صورت خود ''صور'' ہے۔ معلوم ہوا کہ صورت اور تصور دونوں جدا نہیں اور دونو
ں حقیقت واحدہ کے اعتبار سے وہ خود حقیقت ہے حقیقت سے حق کو دیکھ یعنی تیری ذات جو قلب
ہے قلب دم ہے، اور دم اسم اللہ ذات کا مظہر ہے جس میں خود خدا ظاہر ہے۔

مراقبہ اور صلوٰۃ الوسطیٰ:۔

''وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقہون تسبیحہم'' ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر تم اسے سمجھ نہیں سکتے۔ طالبان راہِ سلوک کو جاننا چاہئے کہ ہر ذکر، ہر تسبیح، اور حمد وثنا نماز سے باہر نہیں ہے۔ اشجار حالت قیام میں ہیں حیوانات حالت رکوع میں ہیں، زمین و آسمان حالت سجدہ میں ہیں، اور پہاڑ حالت قعدہ میں ہیں، ہیں، حضرت انسان اگر ان چاروں حالات کے مشاہدہ سے عبرت حاصل کر کے حالت نماز اختیار کرتے ہیں تو منشائے الٰہی کا تقاضہ پورا ہو جائے گا۔

قال رسول اللہ ﷺ،، کُلُ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِهٖ،، ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے، نیز اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ،، نماز مومنین کی معراج ہے، پہلے قول میں یرجع رجوع سے، دوسرے قول میں معراج عروج سے ہے رجوع اور عروج سے ایک ہی معنی حاصل ہوتا ہے جس کو قرب حق کہتے ہیں۔ اے طالب حق! جاننا چاہئے کہ اللہ نے اپنے محبوب احمد ﷺ کو اپنے نور سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے نور نماز کا اظہار بھی کیا نیز آپ ﷺ کے اسم اطہر کے حروف کی اداؤں کو نماز کے ارکان میں داخل فرمایا مثلاً، احمد، **ا۔ح۔م۔د**۔۔ نمازی جب قیام میں ہوتا ہے بصورت الف کھڑا ہوتا ہے، جب رکوع میں جاتا ہے بصورت،، ح،، (حاء) جھک جاتا ہے، جب سجدے میں جاتا ہے بصورت،، م،، (میم) سمٹ جاتا ہے، اور جب قعدہ میں بیٹھتا ہے بصورت دال تبدیل ہو

جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نمازی نماز کی مکمل شرائط کے ساتھ جب نماز ادا کرتا ہے تو اپنے وجود کی حرکتوں سے اسم ''احمد'' (ﷺ) تحریر کرتا ہے اور یہ نماز اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی اور نماز کے درمیان اسم احمد ﷺ برزخ قرار پاتا ہے۔ اس طرح نمازی کی نماز پہلے نبی کریم ﷺ تک پہونچ جاتی ہے اور آپ کے توسل سے خدا تک پہونچ جاتی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نیز نماز میں چوری نہ کرو۔ اگر نماز کامل ہو جاتی ہے تو نمازی کا حالت تشہد میں گواہی دینا بھی درست ہو جاتا ہے اور گواہی سے مشاہدۂ خدا اور رسول خدا ﷺ حاصل ہوتا ہے اور نمازی کا اصل مدعا بھی یہی ہے کہ دیدار جمال حاصل ہو۔ اس لئے نمازی کی پہلی ہی نیت یہ ہوتی ہے کہ،، الی جھۃ الکعبہ، اللہ اکبر،، یعنی میں نے اپنا چہرہ کعبہ کی طرف کیا (تاکہ کعبہ کے مالک کا دیدار نصیب ہو) جاننا چاہئے یہ نیت صرف لسانی ورسمی بن جاتی ہے تو دل میں ہزاروں خیالات ہوتے ہیں اور یہ خیالات نہیں خیالی اصنام ہیں۔ لہٰذا ارشاد گرامی ہے،، فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ،، تم جس طرف رخ کروگے ادھر رخ الٰہی ہے، اگر نمازی کا نقلی چہرہ نقلی اور رسمی اقرار تو اللہ کے لئے ہو اور اصلی چہرۂ قلب اصنام خیال کی طرف ہو تو انجام کیا ہوگا؟ افسوس نمازی دو حصوں میں بٹ کر قالب اللہ کی بارگاہ میں اور قلب غیر اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے۔ لہٰذا غور کیجئے کہ ایسی نماز سے معراج یعنی قرب حق کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے،، یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اتَّقُوْ اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ،، اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جو تمہیں اس راہ میں (راہ حق) جد و جہد سکھادے ممکن ہے کہ تم فلاح پا جاؤ۔ معلوم ہوا کہ مؤمن کے لئے وسیلہ کا ہونا فرض ہے اور مرشد کامل کو وسیلہ کہتے ہیں یعنی مرشد کامل کے وسیلہ کے بغیر نماز کا اصل مدعا بھی پورا نہیں ہوتا، ورنہ قالب نماز میں ہوگا اور قلب بتکدۂ خیال میں ہوگا۔ اس نماز کے پیش نظر عارف حق حضرت شیخ الاسلام رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

نماز زاهداں رکوع و سجود است .نماز عاشقاں ترک وجو د است

اے خشک نمازیو ! نماز سے پہلے وضوشرط ہے لہٰذا ارشادرسول پاک ﷺ ہے کہ لا یَقْبَلُ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ اِلَّا بِالْوُضُوءِ الْكَامِلِ ،، یعنی اللہ تعالی وضوء کامل کے بغیر نماز قبول نہیں فرما تا ،علمائے ظاہر کہتے ہیں وضوء کامل سے مراد غسل ہے اگر غسل کو وضوء کامل قرار دیا جاتا تو ہر نماز میں غسل سنت ہوجاتا مگرنہیں ،نمازی کو چاہئے کہ پہلے وضوء کامل تحقیق کرلے ،وضوء کامل سے مراد طہارت کاملہ ہے ،طہارت کاملہ سے مرادتوبۂ کاملہ ہےاور توبہ کے بغیر کوئی عبادت بھی درست نہیں ہوتی اس لئے نبی کریم ﷺ دن میں ستر مرتبہ توبہ استغفار پڑھتے تھے۔ کیونکہ عبادت کا معنی دیدارالٰہی ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادفرمایا ،،اَلْوُضُوءُ اِنْفِصَالٌ وَ الصَّلٰوةُ اِتِّصَالٌ فَمَنْ لَّمْ يَفْصِلْ لَمْ يَتَّصِلُ ،، یعنی وضوء جدا کرتا ہےاور نماز ملاتی ہے ،اور (خدا) جدائی کے بغیر نہیں ملتا ،یعنی وضوء نجاست اور پلیدی سے جدا کرتا ہےاور نماز حق سے ملاتی ہے ۔جاننا چاہئے کہ صوفیان کرام کے نزدیک وضوء کا معنی جدا ہونا غیر اللہ سےاور ملنا لی مع اللہ وقت" سے ہے ،اس لئے نمازوں کے اوقات کی پابندی انسان کو کامل بنا کرلی مع اللہ وقت" تک پہونچادیتی ہےاور یہاں وقت کی قدر معلوم ہوتی ہے لہٰذا ارشاد گرامی ہے ،اَلْوَقْتُ سَيْفٌ قَاطِعٌ ،،وقت کاٹنے والی تلوار ہے ،اوقات نماز انسان کو گناہوں سےاور غیر اللہ سے کاٹ کرحق سے ملادیتے ہیں ۔

اے طالب اللہ !نماز سے پہلے تحقیق قبلہ شرط ہے ،شریعت کے علمائے کرام کے مطابق کعبۃ اللہ ہمارا قبلہ ہے ،کیونکہ اس قبلہ سے نبی کریم ﷺ کے قالب اطہر کا تعلق ہےاور آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں ہوئی ،مگر آپ ﷺ کا قلب عرش اعظم سے متعلق ہے ،اس لئے آپ ﷺ نے ارشادفرمایا :''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰهِ وَ وُلِدْتُ فِي الْبَلَدِ وَ هُوَ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَ فِي عَرْشِ

الرَّحْمٰنِ لَا لَيْلٌ وَلَا نَهَارٌ وَ لَا اَرْضٌ وَلَا سَمَاءٌ ،، میں اللہ کے نور سے ہوں میری ولادت گاہ مکہ معظمہ ہے ،وہ نورالٰہی رحمٰن کا عرش ہے ،اور رحمٰن کے عرش میں نہ روز وشب ہیں نہ زمین وآسمان ،

اے نیک طالب اللہ !پیر سے اس قبلہ کی تحقیق حاصل کرنا چاہئے ،جس میں نبی کریم ﷺ کا نور پیدا ہوا ،یہاں ایک نکتہ غور طلب ہے قالب خاک ہےاور خاک کا قبلہ بھی خاک سے تعمیر ہوا ہے ،اور قلب نور ہے تو قبلہ بھی نور ہونا چاہئے !اولیاء کاملین کی نماز ایسی ہی ہوتی ہے کہ ظاہر قالب کا قبلہ کعبۃ اللہ ہوتا ہے ،باطنی قلب کا قبلہ عرش معلٰی ہوتا ہے ۔آخر کو جب نماز ہی خوداسم ''احمد ،، ﷺ تحریر کرتی ہے تو تیرا قلب کیوں نہیں نور محمدی ﷺ کی طرف رخ کرتا ؟اے طالب خدا !چاہے ہزار سال سر مارلے اگر تو بے قرب رہا تو کیا حاصل ہوگا ؟یا اگر معرفت حق کا حصول نہ ہوا تو کیا پایا ؟نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا ،،سَيَاتِي عَلٰى اُمَّتِي زَمَانٌ يَجْتَمِعُونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَ يُصَلُّونَ وَ يَصُومُونَ فِي رَمَضَانَ وَ مَا فِيهِمْ مُسْلِمٌ ،، یعنی میری امت پرایک ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگ مساجد میں جمع ہوکر نمازیں پڑھیں گی ،اور رمضان میں روزے بھی رکھیں گے حالانکہ ان میں کوئی بھی مسلمان ہی نہ ہوگا !واللہ سالکان راہ خدا کو عبرت حاصل کرنا چاہئے ،اور قالب وقلب کوایک کرکے نماز پڑھنا چاہئے ۔ظاہر کا قبلہ کعبہ اور باطن کا قبلہ عرش معلٰی ہونا چاہئے ،ورنہ تن کی عبادت تو ہوگی من عبادت سے غائب ہوجائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اِلٰى اَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ ،، یعنی بے شک اللہ تمہاری صورتوں کونہیں دیکھتا نہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے ،لیکن تمہارے قلوب اور نیتوں کو دیکھتا ہے ......اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہماری صورتوں کو ہماری داڑھیوں کو دیکھ کرسب کچھ قبول کرلے گا یہ خودفریبی ہے اللہ کا تعلق صرف اور صرف قلب اور نیت سے ہے۔

اے طالب اللہ !قلوب المومنین عرش اللہ تعالی ،تو اگر مومن ہے تو تیرا قلب عرش اللہ ہونا

چاہئے اور تو اگر نمازی ہے تو تیری روح بھی عرش اللہ کو قبلہ تسلیم کرنا چاہئیے ۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ رب العزت نے ایک اور نماز کے متعلق ارشاد فرماتا ہے جسے صلوٰۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد درمیان کی نماز ہے، علمائے ظاہرین نے نماز عصر کو صلوٰۃ الوسطیٰ کہا ہے یہ ان کی اپنی تحقیق ہے، مگر صوفیان کرام کے نزدیک صلوٰۃ الوسطیٰ کا معنی ہی نرالہ ہے۔ صلوٰۃ الوسطیٰ کیا ہے؟ واصلانِ حق کے نزدیک ''وسطیٰ،، اک ایسا مقام ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات ہے، نہ مشرق ہے نہ مغرب ہے، نہ شمال ہے اور نہ جنوب ہے، بلکہ خود سے بے خود اک نور ہے جب عارف اس حال کو پہنچتا ہے تو جاننا چاہئے کہ وہ عرش تک پہنچ چکا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں'' وَ فِی عَرشِ الرَّحمٰنِ لَا لَیلٌ وَّلَا نَھَارٌ وَ لَا اَرضٌ وَّلَا سَمَاءٌ،، یعنی عرش رحمٰن میں نہ روز و شب ہیں نہ زمین و آسمان ہیں۔ یہی مقام صلوٰۃ الوسطیٰ ہے اور یہ نور ہے۔ یہاں روح کی نماز ادا ہوتی ہے کیونکہ روح نور اور لطیف شئی ہے، یہ کثیف مصلیٰ پر قرار نہیں پکڑتی، سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔

اس مقام کی نسبت سے کہا گیا ہے '' وَ لَا رَبٌّ وَلَا عَبدٌ وَلَا اَنتُم وَلَا اَنَا،، یعنی بندہ، نہ خدا، نہ میں نہ تم، یعنی دونوں واسطوں سے پاک ہے سبحان اللہ کتنا لطیف نکتہ ہے، کہ بے واسطہ بے سبب درمیانی نماز بھی قابل قبول نہیں۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لے کر قبلہ رخ ہو کر کھڑی ہو گئیں اچانک ایک درویش آ کر عرض گذار ہوتے ہیں آگ اور پانی کا ایک ساتھ جمع کرنا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا، تم یہ کیا کر رہی ہو؟ تب آپ نے فرمایا کہ یہاں عبادت تین طرح کی ہو رہی ہے، کچھ لوگ جنت کی لالچ میں نماز پڑھ رہے ہیں! کچھ لوگ جہنم کے خوف سے نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ لوگ صرف محبت الٰہی میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس لئے میں اس آگ سے جنت کو جلا دینا چاہتی ہوں تا کہ لوگ محبت الٰہی میں نماز پڑھیں، اور اس پانی سے جہنم کو سرد کرنا چاہتی ہوں

تاکہ خوف جہنم کے باعث نماز نہ پڑھیں اور صرف محبت الٰہی میں نماز پڑھیں، ایسے ہی نمازی کو ''صلوٰۃ الوسطیٰ،، میسر آتی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا،، اَلاِیمَانُ بَینَ الخَوفِ وَالرَّجَاءِ،، ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے، معلوم ہوا کہ عشق الٰہی کو ایمان کہتے ہیں'' لہٰذا صلوٰۃ الوسطیٰ،، مصلی عشق پر ادا ہوتی ہے۔

اے طالب اللہ! عارفان حق کی نماز اور ہوتی ہے پانچ نمازوں کے درمیان پانچ اوقات مراقبہ متعین کر لئے جاتے ہیں جہاں صلوٰۃ الوسطیٰ ادا ہوتی ہے یعنی ہر دو وقتوں کی نماز کے درمیان مراقبہ کا وقت ہوتا ہے، اور حالت مراقبہ کو صوفیان کرام صلوٰۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔ کسی عارف نے ایک عاشق سے پوچھا کیا تم حق تک پہونچ گئے؟ عاشق نے کہا ہاں، عارف نے کہا گواہ لاؤ؟ عاشق نے کہا دو گواہ ہیں ایک خواب، دوسرا بیداری یعنی خواب ابتداء ہے اور بیداری انتہا ہے معلوم ہوا کہ خواب اور بیداری کے درمیان ایک مرتبۂ حال ہے جس کو ''نور،، کہتے ہیں یعنی یہ مقام روح اور ذات کے درمیان ہے، نیز یہ محقق ہے کہ صلوٰۃ الوسطیٰ جسے کہتے ہیں وہ نور کا ایک حال ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس نماز کے لئے بھی احکامات اور ارکانات مخصوص ہیں تزکیۂ نفس سے جگہ پاک ہونا چاہئیے، تصفیۂ قلب سے لباس پاک ہونا چاہئیے، تجلیۂ روح سے تن پاک ہونا چاہئے اور صلوٰۃ الوسطیٰ کا وقت، لی مع اللہ وقت، میں معلوم کرنا چاہئے! قلب کی پہچان قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ سے حاصل کرنا چاہئیے، قبلہ کی طرف رخ کرنے سے مراد ''کُلُّ شَیءٍ یَرجِعُ اِلٰی اَصلِہٖ،، ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے...... ہے، اور یہ اصل نور ہے۔ پس نور کی طرف رجوع ہو کر مسجد کو لا مکاں تصور کرنا چاہئے اور ہمہ وقت اس نور کے حال میں مست اور مستغرق رہنے کا نام صلوٰۃ الوسطیٰ یا نماز دائمی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا'' وَالَّذِینَ ھُم عَلٰی صَلٰوتِھِم یُحَافِظُونَ'' وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں ......

حصاراور شرائطِ مراقبہ:۔

ایک ایسے کمرے کا انتخاب کریں جو مسجد کی طرح پاک اور صاف ہو، ماحول پاک اور پُر سکون ہو، باہر کی آوازیں اندر کم آتی ہوں! ہروقت معطر رکھیں فضول باتیں نہ کریں، نہ اس کمرے میں خود سوئیں نہ کسی کو سونے دیں، اور نہ دنیا داروں سے ملاقات کریں، عورتوں اور بچوں کو اس کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں، اس قدر مقدس ماحول بنالیں کہ کمرے میں داخل ہوتے ہی خدا یاد آجائے۔ سفید اور پاک صاف لباس اختیار کریں، ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کریں اور باوضو ہی کمرے میں داخل ہوا کریں، پنجوقتہ نمازوں کا اہتمام کریں، کم کھائیں، کم پیئیں، کم سوئیں، گویائی کی بہ نسبت خموشی میں بڑی قوت ہے اور خموشی صبر کی طرف رہبری کرتی ہے۔ لٰہذا کم بولیں یعنی بغیر ضرورت کے کلام نہ کریں۔ ہو سکے تو نفلی عبادات اور روزوں کا اہتمام بھی کریں نیز صدقہ وخیرات کو اپنا معمول بنالیں۔ یہاں حصار بھی ضروری ہے اور اس طریقہ یہ ہے، تین مرتبہ استغفار، تین مرتبہ اول تا سوم کلمہ، ایک مرتبہ الحمد شریف، تین مرتبہ چہار قل شریف، ایک مرتبہ آیت الکرسی، تین مرتبہ اول آخر درود پاک پوری یکسوئی واخلاص کے ساتھ پڑھ کر سینے پر دم کرلیں یعنی حصار کرلیں اور تصورِ شیخ میں مشغول ہو جائیں۔

اے طالب اللہ ! جاننا چاہیئے کہ تیری ذات اسکی صورت اور اسکی صورت ہی تیرا تصور ہے اسلئے تجھے تیرے دم کے تصور کو اسی کے نام ذات پر اس وقت تک مرکوز کرنا چاہیئے جب تک کہ اسم مسمّیٰ تک نہ پہنچادے۔ بس یہی مراقبہ ہے۔ اگر سالک کو مراقبہ میں یکسوئی حاصل نہیں ہو رہی ہو تو مشق مرقوم کرنا چاہیئے۔

مشقِ مرقوم کسے کہتے ہیں:۔

اسم اللہ ذات کو کسی موٹے سفید کاغذیا کپڑے پر سنہرے چمکدار جلی حرفوں سے خوبصورت رقم کریں، اور اپنے مراقبہ کے کمرے میں کسی دیوار سے آویزاں کر کے ہرے رنگ کے زیرو بلب کی روشنی اسم اللہ ذات مرقوم پر فوکس کریں، اور پلکیں جھپکائے بغیر اسم پاک کو دیکھتے رہیں اور روزانہ صبح وشام دو گھنٹے اس مشق میں صرف کریں۔ انشاء اللہ تین دنوں کے اندر اسم اللہ ذات کی قدرت کا مشاہدہ کرنے لگو گے! یعنی اسم ذات اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہوا نظر آنے لگے تو قلم تصور سے مندرجہ ذیل مقامات پر خوشخط تحریر کرلیں۔ ۱) ناف کے اردگرد چار انگل کے دائرے میں خوشخط تحریر کریں۔ ۲) سینے پر رقم کریں۔ ۳) زبان پر رقم کریں۔ آنکھوں میں اس قدر تحریر کرلیں کہ اسم اللہ نقش ہو جائے۔ ۵) پیشانی پر نقش کرلیں ۶) دماغ کے وسط میں خوشخط لکھ کر پورے دماغ میں اسکے نور کا مشاہدہ کریں بالکل اسی طرح چاروں اسماء ذات اور کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ اسم محمد ﷺ کی مشق کی جاسکتی ہے۔ اس مشق کا ایک اور طریقہ کچھ اس طرح بھی ہے، جو کافی آسان ہے۔ مشق مرقوم اسم اللہ۔۔

اَللّٰہ

بس ''ہ،، کے اندر جو سفیدی ہے اس میں مکمل گہرائی سے ڈوب جائیں، بہت کم پلکیں جھپکائیں اور اس شغل میں چاہے ہزاروں خیالات اٹھیں، ایک خیال دوسرے خیال کو خود ختم کردے گا دوسرے خیال کو تیسرا خیال ختم کردے گا، آپ کچھ نہ کریں بس مکمل تصور ''ہ،، کی سفیدی پر اس وقت تک رکھیں جب تک کہ قلب سے اٹھنے والے ہر خیال کا خود خاتمہ ہو کر یکسوئی حاصل نہ ہو جائے۔ اسی طرح باقی چھاذکار مرقوم کرکے مشق کریں۔

مشق مرقوم باطنی:۔

اے سالک راہ خدا! یہ تمام تصورات (سات) اذکار کی مانند ہیں (ہر صبح ایک گھنٹہ) اللہ،للہ،لہ،ہو،ہو الحق،سر ہو اور لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشقیں ہیں اور ہر مشق سات دن تک کرنا چاہیئے۔

مکمل یکسوئی اور قوت تصور کے حصول کے بعد ظاہراً کی ہوئی ہر مشق کو روزانہ ایک گھنٹہ تک باطنی طور پر آنکھ بند کر کے اپنے دماغ کے عین وسط میں کریں، پہلے ہفتہ میں اسم اللہ کو قلم تصور سے لکھ کر تصور کرنا چاہیئے اسی طرح بدستور اسم للہ کو اسم لہ، اسم ہو، اسم ہو الحق، سرھو اور کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو ایک ایک ہفتہ تک کرنا چاہیئے۔ اگر ایک گھنٹہ تک دماغ میں تصور نہیں کر سکتے یا تھک جائیں تو میعاد ہفتہ کی بجائے دو ہفتہ تک بڑھا کر روزانہ آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ اپنی طاقت کے مطابق کریں، اور شریعت مطہرہ کی پابندی ضرور کریں، انشاء اللہ سالک سات ہفتوں میں ہر مقام سے گزر کر بارگاہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جائے گا۔

نوٹ:۔ گیارہ صدیوں تک یہ تمام علوم صوفیائے کرام کے ہر گروہ میں رائج تھے۔ مگر افسوس بارھویں صدی کی ابتداء میں دنیا پر یورپین کا قبضہ ہو جانے کے بعد خصوصاً انگریزوں نے صوفیائے کرام کے علوم کو نیست و نابود کرنے کیلئے ایک منظم سازش کے تحت صوفیائے کرام اور خانقاہ پر دہشت گردی کا الزام لگا کر خانقاہوں کے کتب و رسائل اور مخطوطات کو ضبط کر کے اپنی اپنی لائبریریوں میں سجالیا۔ اسٹالین نے تو حد کر دی کہ علماء کاملین یعنی صوفیائے کرام کو انکے اپنے ہاتھوں سے قبریں کھدوا کر زندہ دفن کروادیا۔ اور خصوصاً انگریزوں نے تو" پھوٹ ڈالو اور راج کرو"، کی منحوس پالیسی کے تحت مذہب اسلام کے ظاہری و باطنی علماء کے علوم پر شدید حملے کر کے

نفاق کے بیج بودیا۔ اور مناظرہ جات ومباحثات میں مبتلاء کر کے صوفیائے کرام کو تصوف کی راہ سے اور علمائے کرام کو شریعت کی راہ سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اور ان کے علمی ذخیرہ جات کو برٹن کی لائبریریوں میں سجالیا اور آج ہم پوری طرح سے تصوف سے ناآشنا ہوتے جارہے ہیں، تو مستشرقین نے ہمارے بزرگوں کے اثاثوں پر ریسرچ کر کے علم تصور اور علم مراقبہ کا استعمال کر کے ہپناٹیزم، مسمیریزم، ٹیلی پیتھی، اور ریموٹ ویور کے نام سے جدید تکنیک کے سہارے خود ان تمام علوم کے موجد بن بیٹھے ہیں، اور افسوس ہم ان علوم کو سائنسی ایجادات سمجھ کر علم تصوف سے ناآشنا ہوتے چلے گئے، اور انگریز اپنی سازش میں پوری طرح کامیاب ہو گئے۔ الغرض، واضح ہو کہ ایک حرف "ہ"، کا دائرہ اسم بامسمّٰی صرف اور صرف مذہب اسلام میں ہے، اس کو دائرہ در دائرہ بنا کر ہمارے صوفیوں نے اس لئے استعمال کیا تھا کہ یہ ایک حرف "ہ"، حلقہ در حلقہ اک زنجیر بنالیتا ہے، جس کی نہ ابتداء معلوم ہوتی ہے نہ انتہا، تو یورپین علماء نے اس ایک حرف "ہ"، کو ہپناٹیزم، مسمیریزم اور میڈیٹیشن کے نام پر بھرپور استعمال کیا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمان تمام چیزوں کے موجد انگریزوں کو قرار دے چکے ہیں حالانکہ ہمارے اسلاف کا یہ عظیم اثاثہ ہے۔

مشق وجودیہ کسے کہتے ہیں:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ" یعنی نبی کریم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ وہ کنکر جو آپ نے پھینکا در حقیقت وہ آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا ہے......اسی طرح انگشت مقدس کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیا۔ تالی بجائی تو دشمن درہم برہم ہو گئے، لعاب دہن کڑوے پانی کے کنوئیں میں ڈالا تو وہ شیریں بن گیا، اشارہ فرمایا تو شجر و حجر آپکے خدمت میں حاضر ہو گئے، جمادات کو مس کر دیا تو اس میں جان پیدا ہو گئی، اور گویائی کی صلاحیت بھی، مثالیں اسکی انگنت ہیں مثلاً مشہور واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف میں

اسطون حنانہ کے متعلق ہے، یہ اور ایسے کئی انبیاء کے معجزات مشق وجودیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ کی کرامات بھی مشق وجودیہ کی مرہون منت ہیں، اور مشق وجودیہ اسم اللہ ذات اور کلمہ طیب کی مرہون منت ہے۔

طریقہ مشق وجودیہ :۔

اس کام کے لئے غار حراء جیسے مقدس ماحول کی جگہ یا کمرے کا انتخاب کریں۔ سہل اور سکون بخش طریقہ سے قبلہ رخ ہوکر بیٹھ جائیں اور آنکھیں بند کر کے دم کے تصور کی سیاہی سے زبان پر ''اسم ھوٗ'' اتنی بار تحریر کریں کہ عقل قلب اس کے مطالعہ سے نور حاصل کرتی رہے۔ اسی طرح آنکھ پیشانی اور دماغ میں اس قدر تحریر کریں کہ آنکھ بند کرتے ہی تحریر روشن ہو جائے، آنکھ اور دماغ کی تحریرات سے سالک پر لوح محفوظ اور لوح ضمیر روشن ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طریقہ سے وہ آٹھ اعضاء جو حالت نماز میں زمین سے مس ہوتے ہیں ان پر بھی اسم ''ھوٗ'' (جو کلمہ طیب کی اصل ہے) اس قدر تحریر کریں کہ نفسانی بدن ہلکا پھلکا ہو جائے اور اس اسمِ اعظم کی قوت سے قوی ہو کر امر کن کے قابل امیر بن جائے۔ یہ تمام امور علم تصور کی مرہون منت ہیں تو کیوں نہ ہم علم تصور کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

علم تصور کیا ہے ؟

عناصر کی غلامی سے نجات عطا کرنے والی قوت کو تصور کہتے ہیں اور تصور وہ صورت ہے جس کی صفت قوی ہے۔ عناصر پہ جو امیر ہے وہ نفس امارہ ہے جو لذات میں مبتلاء کر کے انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ نفس اور عناصر کے اشاروں پر رقص کرنے والے کو دنیا دار خود اور خدا سے جاہل کہتے ہیں۔ جو نفس اور عناصر کے خلاف جہاد کر کے خود کو ناجی ثابت کرتا ہے اسکو ہم جنتی کہتے

ہیں اور جنت جسے کہتے ہیں وہ نجات کا حسن عمل ہے۔

کسی شطاری سلطان نے ارشاد فرمایا: ''الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق'' مخلوقات کی سانسوں کے برابر اللہ کی جانب راستے ہیں۔'' ہمیں چاہیئے کہ انتہائی آسان راستہ اختیار کریں۔ سب سے آسان راستہ یہ ہے کہ چنچل گمراہ من کو قابو کر لیا جائے۔ دل اگر جان ہے تو نفس جان جاناں کی مانند ہے جب جان جاناں کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو سب کچھ درست ہونے لگتا ہے، جب نفس بگڑ جاتا ہے تو پارۂ گوشت جو سینے میں ہے ہزاروں خواہشات میں انسان کو مبتلاء کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' جو خود شناس ہوا وہ خدا شناس ہوا...... من عرف میں جو من ہے حقیقت میں یہ وہی من ہے وہ تو ہے تو ایک شفاف جھیل کی مانند ہے، مگر وساوس اور خطرات کے کنکر پتھر کی مانند جب اس پر برستے ہیں تو جھیل کی تہہ میں جو صاف نظر آنا چاہیئے تھا وہ لہروں میں کھو جاتا ہے۔ مثلاً جب چاند کا عکس جھیل پر پڑتا ہے تو وہاں سے پیدا ہونے والی خموش لہریں چاند کے عکس کو ہو بہو نہیں ٹیڑھا میڑھا کر کے پیش کرتی ہیں، بالکل اسی طرح من تن میں ہوتا ہے تھوڑی محنت اور مجاہدہ سے فطری عناصر کی لہریں موقوف ہو جاتی ہیں اور حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔ جاننا چاہیئے عناصر کی ایک فطرت ہے جو من پہ غلبہ اور تسلط چاہتی ہے اور اسکے برخلاف نور یعنی ذات انسانی کی ایک حقیقت ہے جو حق سے متعلق ہو کر فطرت اور من پہ غالب آنا چاہتی ہے، بس یہی مجاہدہ ہے جس میں انسان کو کامیاب ہونا ہوتا ہے۔

عناصر کا تن کیا ہے؟ من کا سفینہ ہے، خواہشات کی ندیوں میں بہنا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ عقل ظاہر اس سفینہ کی پتوار کی مانند ہے'' ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی'' بے شک نفس زبردست برائی کا حکم دیتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے......

تصورحق باب رحمت ہے:۔

اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی سلاسل کے پیران کرام ذکروفکر کی محفلیں یا دعائیہ اور سماعیہ بزمیں سجا کر فاتحہ خوانی ،قرآن خوانی کے تبرکات کی تقسیم کرتے ہیں ۔ ان افعال میں نفسانی نہیں روحانی تصور پوشیدہ ہوتا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ کچھ لوگ اس روحانی تقاضہ کو جان کر کرتے ہیں اور کچھ لوگ محض رسم ادا کرتے ہیں ،بس جان پہچان کرکرنا ہی تصور کی حقیقی صورت ہے۔اسی صورت میں آہستہ آہستہ سنبھل سنبھل کر ہمیں اپنی ذات کو ڈھالنا ہوگا،اس راہ میں سالک کوخود کی تربیت کرنی پڑتی ہے۔نفس اور خواہشات کے خلاف مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔"افرأیتَ من اتخذالٰہ ھواہ" کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا؟ جواپنی خواہش نفس کواپنا معبود بنالیا ہے ......نیزارشادربانی ہے" والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلَنا وانَّ اللہ لمع المحسنین ......ترجمہ:اوروہ لوگ جوہم تک پہنچنے میں جدوجہد کرتے ہیں توضرورہم انہیں اپنی راہ دکھادیتے ہیں،اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ وہ راستہ کیا ہے؟ مراقبہ ہے،اور مراقبہ طریقت کے تجربات اورمعرفت حق کاادراک جس سے حاصل ہوتا ہےاس راہ کومراقبہ کہتے ہیں،اورتصوراس راہ میں بمانندرہبر ہوتا ہے۔دراصل تصورایک تہذیب ہے جسکا مذہب اسلام ہےاوراسلام حق ہے۔توجاننا چاہیئے کہ اسلام اگرحق ہے !اوریقیناً حق ہے !توحق تک رسائی کےبغیر اسلام کی بات کرنایااسلام پہ تقریر کرنایااسلام پہ اپناحق اوردعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کیا یہ سب کچھ حق کے خلاف اورعجیب سانظرنہیں آتا ؟ کیونکہ خودرسانہیں تودوسروں کورسائی کی نصیحت کرنا کیامعنیٰ ؟ کیا یہ سب کچھ " من کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھوفی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا"" (سورۃ بنی اسرائیل،پ۱۵،آیت۷۲)جوشخص دنیامیں اندھاہےوہ آخرت میں بھی اندھاہی رہےگا(کیونکہ) وہ راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔،،کے مصداق کہیں گمراہی تونہیں

؟اس حال کے متعلق حضورغوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تو واعظ اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ تواپنا زنارنہ توڑدے،اوردل سے سچی توبہ نہ کرے،اوراسلام کی تجدید نہ کرلے،اپنی طبیعت اپنی خواہش اپنے وجوداورتحصیل منفعت ودفع مضرت کے احاطہ سے باہرنہ نکل آئے (الفتح الربانی) ٹھنڈے دل سے اگرسوچیں توپتہ چلتا ہے کہ اللہ کے نام پر،بھگوان کے نام پر،دین ودھرم کے نام پر،حق وباطل کے نام پر،جتنا خون اس زمین پر بہا ہے شاید ہی کسی اوروجہ سے اتنی خونریزیاں ہوئی ہوں،اوراتنا خون بہا ہو!یہ سب کچھ کیوں ہوااورہورہا ہے،اسکی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ عرفان حق یامعرفت الی اللہ حاصل نہیں ۔کروڑوں لوگ تواس لئے مسلمان ہیں کہ انکے آباءواجدادمسلمان تھے بس،یہ اصل یاحق کی طرف رجوع کرنا ہی نہیں چاہتے اورکچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جواپنا نظریہ زبردستی کسی پہ تھوپنا چاہتے ہیں توانجام کارتصادم اورتفرقہ کوشہ ملتی ہےاورملتِ وحدت فرقوں میں،ٹکڑوں میں بٹتی چلی جاتی ہے۔ایک ماننا نہیں چاہتااور دوسرامنوانا چاہتا ہے۔ہم پوچھتے ہیں جوخودکونہیں پہچانتا اسے خداکوپہچاننے کا کیاحق حاصل ہے یا جوخداکی پہچان کادعویٰ کرتا ہو اورخودشناسی سے جاہل ہوا سے کیاحق ہے کہ حق کانام لےاورحق کو پیش کرے۔جوخداتک نہ پہنچا ہونہ پہچانتا ہو،اورنہ دیدارسے مشرف ہواہو،اسے کیاحق ہے کہ اسکےوجودکااثبات کرے۔"من لاعرفان لہ لامولیٰ لہ"یعنی جسے عرفان نہیں اسکا مولیٰ ہی نہیں......

اےاللہ کےنیک بندو !ذراغورکرو !ہم سنی،وہ شیعہ،یہ وہابی،یہ تبلیغی،یہ اہل حدیث، اوریہ جماعت اسلامی کےکارکن،یہ کون حضرات ہیں،یہ فرقے کہاں سےاورکیوں وجود میں آئے ؟یہ وہی حضرات توہیں جنکے پرکھے یاآباواجدادخواجہ ہند کے مسلمان ہونے میں فخرمحسوس کرتے تھے،اورخواجہ کی سنیت پرجان نچھاورکرتے تھے،مگرآج کیاوجہ ہوئی کہ سنیوں کی اولادیں

سنیت کے خلاف مورچوں میں داخل ہوگئیں۔ کیوں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں وہابی، تبلیغی، اور اہل حدیث وغیرہ فرقے پیدا نہیں ہو سکے؟ کیوں حضرت بختیار کاکی و حضرت فریدالدین، حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز بلند پرواز رحمہم اللہ کے زمانوں میں یہ فرقے ندارد تھے؟

جاننا چاہتے ہو تو جان لو کہ مذکورہ مقدس و متبرک ہستیاں خود شناس بھی تھے خداشناس بھی، وہ حق پرست تھے اور حق تک پہنچے ہوئے حق کو پہچان کر حق کو پیش کرنے والے، اور جو انکی اتباع کر لیتا یا ان حضرات قدسیہ کی جو تقلید کرتا وہ حق آشنا ضرور ہو جاتا، جو ان کا دوشمن ہو جاتا وہ حق کا دوشمن ہو کر گمراہ ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ حق کو پہچان کر حق تک پہنچ کر حق کو پیش کرنا ہی حق ہے، ورنہ حق ناشناس حق نارسا کا برائے نام حق کو پیش کرنا فرقہ پرستی کو شہہ دینا ہے۔

ہر دور میں سنی علماء کاملین نے حق شناسی اور فرض شناسی کا ثبوت دیا ہے شاید یہ دنیا انہیں حضرات قدسیہ کے دم قدم سے آباد ہے، ورنہ کب کی برباد ہو چکی ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" الارواح جنود مجندۃ فماتعارف منھا ائتلف و ماتناکرمنھا اختلف (صحیح مسلم) یعنی ارواح جمع شدہ لشکر ہیں جنکا آپس میں تعارف ہوا ان میں الفت ہوئی اور جن میں ناواقفیت رہی ان میں اختلاف رہا۔

حق اگر حق ہے تو حق کا دیدار کیوں ممکن نہیں ؟ روح اگر ہے روح کا سمجھنا جاننا اور پہچاننا پہیلی کیوں بنا ہوا ہے؟ ہم جاننے کی کوشش کیوں نہیں کرتے ؟ حق کو ماننا حق تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنا، یا اس ضرورت کو محسوس ہی نہ کرنا بھی انکار کے مترادف ہے۔ حالانکہ سید المرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے"اجیعوا بطونکم ،دعوالحرص ، اعروا اجسادکم ، واقصرواالامل ،واظمؤا اکبادکم دعوا الدنیا لعلکم ترون اللہ بقلوبکم " اپنے شکموں کو بھوکا رکھو،

لالچ کو چھوڑ دو، جسموں کی زیبائش نہ کرو، خواہشوں کو کم کرو، جگر کو پیاسا رکھو، دنیا سے کنارہ کشی کرو، تا کہ تمہارے دل اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرلیں......ارشاد باری تعالیٰ ہے " اللّٰہُ وَلی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور "(سورۂ بقرہ، پ۳، آیت ۲۵۲) اللہ مؤمنوں کا دوست ہے جو ظلمات (کفر) سے نکال کر نور (اسلام) کی طرف رہبری فرماتا ہے۔......کیا معنیٰ ؟ ہم انسان ہیں، مسجود ملائکہ ہیں مگر حق ناآشنا کیوں ؟ ہمیں حق چاہیئے کیوں کہ ہم حق کے پرستار ہیں ہم حق سے ہیں ! مگر حق تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ہیں تو ظلمات سے رہائی کس طرح ممکن ہے ؟

یہ راہ کٹھن نہیں آسان ہے مگر:۔

سالکان راہ حق کو ابتداء میں تین مقامات کو جان پہچان کر گذرنا ہوتا ہے ۱) ناسوت ۲) ملکوت ۳) جبروت۔ یہ تین مقامات بالکل تین بہتی ہوئی ندیوں کی مانند ہوتی ہیں، ہر مقام کی اپنی نظر ہوتی ہے جب ان تینوں مقامات کی نظر ایک ہوجاتی ہے تو سالک اس تربینی کے ذریعہ لاھوت کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ عوام کو صرف ناسوت اور ملکوت سے سابقہ پڑتا ہے اور وہ اسی میں مشغول رہتے ہیں خاص سالک کو جبروت سے واسطہ رہتا ہے تو وہ یہاں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ تینوں مقامات کیا اور کہاں ہیں :۔

دماغ سے لیکر پشت کی ریڑھ کی ہڈی کے اختتام تک ایک چمکدار موٹی پتلی رگ ہوتی ہے، جسے عرف عام میں حرام مغز کی بتی کہتے ہیں۔ اس کے دو کنارے ناسوت اور ملکوت کو متحرک رکھتے ہیں، اور درمیان میں ایک نازک سی رگ ہوتی ہے جو دماغ میں پہنچ کر جبروت کے مقامات کی خبر

دیتی ہے۔ پس سالک کواسی رگ میں اتر کرقدرت الٰہی کا مشاہدہ کرنا ہوتا ہے" سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِی اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ " ترجمہ: اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں، تاکہ انکے لئے واضح ہوجائے کہ یہی حق ہے......

معلوم ہوا کہ ان تینوں مقامات پر جس سالک کو قابو حاصل ہے وہی کامیاب ہوتا ہے، ان تینوں ندیوں کے تین الگ الگ تقاضے ہوتے ہیں، انتہائی شور ہوتا ہے تیراک کو چاہیئے کہ محتاط رہے اور مرشد کامل یعنی توفیق الٰہی کے سہارے سفر کرے توکل کا گٹھا پشت سے کبھی کھلنے نہ دے، ورنہ انسان یہاں گمراہ ہوجاتا ہے۔

•••☆☆☆☆☆•••

﴿باب سوم﴾

تصوراور مراقبہ کے تقاضے:۔

سالک کو اپنا کمرہ بالکل مسجد یا غار حراء کی مانند مقدس رکھنا چاہیئے۔ وضو یا تازہ غسل کے بعد کمرے میں داخل ہونا چاہیئے اگر پھولوں سے سجا کر عطر سے معطر کرلیں تو بہتر ہے۔ صبح شام عود بتی وغیرہ جلاتے رہیں، اس مقام میں نہ دنیوی جھگڑا، فساد ہو نہ غضب اور غصہ کی حرکت، دین سے بیزار دکھی انسانوں کو اس کمرے میں داخلہ کی اجازت نہ دیں پھر دیکھئے آپ کا کمرہ ایک مکمل مسجد کی مانند متبرک ہوکر آپ کا معاون و مددگار ثابت ہوگا، اگر آپ دکھی ہوکر، یا چنچل ہوکر، غضبناک ہوکر، اس کمرے میں داخل ہوتے ہیں تو یہ تمام علتیں امن و سکون میں بدل کر آپ کو خموش کردینگی۔ لھٰذا مساجد کی تعمیرات میں یہی نظریہ پوشیدہ ہے۔

وہ لوگ جنہیں ایسا کمرہ میسر نہیں انکو چاہیئے کہ ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں نہ آگ ہو، نہ

ایسا تالاب ہو جس سے ہمیشہ لہریں اٹھتی ہوں، یا ایسی جگہ نہ پسند کریں جہاں موزی چرند پرند بستے ہوں، نیز چوراہے یا تین راہے کے قریب بھی یہ کام نہ کریں، اور جہاں بہت زیادہ دنیا دار جمع ہوں کبھی مراقبہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سالک اگر بیمار ہے کاہلی کا غلبہ ہے، یا بہت زیادہ دکھی ہے، اس صورت میں بھی تصور شیخ اور مراقبہ سے باز رہیں۔ مجموعی طور پر ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں لوگ ہمیں نہ پہچانیں اور نہ تکلیف دیں۔ اور نیز سالک کو حالت مراقبہ میں مکمل وثوق کے ساتھ سوچنا چاہیئے کہ وہ عناصر کا کمزور پتلا نہیں ایک قوت ہے اور اس قوت سے وہ مجسم ہے، ایسے قوی جسم کے مظہر پر دنیوی اور نفسانی حوادث بے اثر ثابت ہونگے، تن کو پاکیزگی کا اور من کو قوت کا سبق پڑھاتے رہنا چاہیئے، یعنی کبھی تن سے مخاطب ہوکر کہنا ہوگا کبھی من سے مخاطب ہوکر کہنا ہوگا۔ انشاءاللہ چند دنوں میں من کی حالت درست ہوجائے گی!

اوقات متبرکہ:۔

صبح کے ابتدائی اور شام کے انتہائی اوقات یعنی جہاں رات ختم ہوکر صبح کا آغاز ہوتا ہے بہت ہی پرسکون قدرتی ماحول میسر آتا ہے، یا صبح کے تمام مشاغل سے آزاد ہوکر دن، رات کی آغوش میں جارہا ہو یہ وقت فطری طور پر موزوں ہے۔ ان اوقات میں عناصر اکثر خموش اور شانت رہتے ہیں۔ اوقات کا لحاظ خصوصاً اس لئے بھی ہے کہ رب ذوالجلال خالق کائنات حضرت زکریا علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے،" **واذکر ربک کثیراً وسبح بالعشی والابکار** " اے زکریا (علیہ السلام) اپنے رب کو خوب یاد کرو اور صبح و شام اسکی پاکی بیان کرو......اور نیز دوسرے مقام پر اسکا فرمان ہے" **یا ایھا الذین آمنو ا اذکروا اللہ ذکرا کثیر او سبحوہ بکرۃ و اصیلا** " اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو، اور صبح شام اسکی تسبیح بیان کرو...... لہٰذا اوقات کی

پابندی میں بڑی حکمت ہے، اس لئے تاکید وقت کے ساتھ رب کی تسبیح وتہلیل کا حکم دیا جارہا ہے، اس لئے سالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے لئے کچھ نیک اصول بنالے مثلاً تصور شیخ یا مراقبہ میں جانے سے پہلے کچھ نہ کھائیں روزہ نہیں رکھ سکتے تو ہلکی پھلکی زود ہضم غذاء کے طور پر پھل پھلاری کھالیں، پرہیز جلالی کا حتی المقدور اہتمام کرلیں۔ اس طرح کے عمل سے بھوک اور کاہلی ختم ہوکر انسان چست چابند ہوجاتا ہے، یاد رہے! ہمیشہ تازہ غسل کے بعد جو شغل اختیار کرتا ہے اس پر بھوک حملہ کرنا بند کردیتی ہے۔

من کا جائزہ لیں :۔

جب آپ مراقبہ میں جانا چاہیں تو تھوڑی دیر کے لئے آنکھوں کو بند کر کے من کو آزاد چھوڑ کر من کی حالت اور کیفیت کو جانچنے کی کوشش کریں کیونکہ جان پہچان میں اور پہچان عرفان میں بدل جاتی ہے۔ یہ جاننے کی ضرور کوشش کریں کہ من کیا چاہتا ہے ورنہ قابو کیسے کر پائیں گے، ہر طرح کے بے ڈھنگے خیالات اور خواہشات سر ابھارتے ہوئے ملیں گے، بسا اوقات انسان کو اپنے من کی حالت پر شرمندگی اور ندامت بھی ہوتی ہے مگر چندہی دنوں میں من کی حالت بدلنے لگتی ہے بس انسان کو عمل کرتے رہنا چاہیئے جس کا من چنچل ہے اسکو چاہیئے کہ بحث ومباحثہ، غضب وغصہ، اور فضول مناظرات سے گریز کرے ورنہ ان افعال کے اثرات من پہ مرتب ہونے لگیں گے۔ "من سکت سلم ومن سلم نجیٰ" (حدیث پاک) جو خاموش رہا وہ سلامت رہا، اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا، نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے "حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم ایسے بندے کو دیکھو جسے دنیا کی بے رغبتی اور خموشی کی دولت عطا کی گئی ہو تو تم اسکے قریب ہوجاؤ، کیونکہ اس پر حکمت القاء کی جاتی ہے (ابن ماجہ والبیہقی، فی شعب الایمان)

فکر کسے کہتے ہیں :۔

"تفکرُ ساعة خیرٌ من عبادة الثقلین" ایک ساعت کی فکر دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے...... یہاں عبادت سے مراد ذکر الٰہی ہے تو فکر کیا ہے؟ آیئے ہم اس راز سے پردہ اٹھاتے چلیں۔ سالک جب مراقبہ میں مشغول ہوتا ہے تو اپنے قلب یعنی دم میں فکر کرنا چاہیئے فکر بمعنیٰ مکمل یکسوئی کے ساتھ سوچنا چاہیئے کہ اس دم میں سات آسمان ظاہر ہیں دم میں ہر چیز سما سکتی ہے اور دم کسی میں نہیں سما سکتا، حضرت انسان یعنی قلب کے شفاف آسمان میں غور وفکر کرنا چاہیئے یا تصور کرنا چاہیئے کہ ایک نور نمودار ہو رہا ہے اور یہ نور ہی میری روح ہے اس روح کے نور میں اور غور وفکر کیساتھ اتر جانا چاہیئے، کہ اک اور نور نمودار ہوگا اور یہی نور حق ہے جس سے من عرف نفسہ اور فقد عرف ربہٗ کا تقاضہ پورا ہوجاتا ہے۔

کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی غلط ہے، مشغلہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ نہ کھونے کا احساس رہے نہ پانے کی خواہش، بس صفر میں جاکر صفر ہوجانا چاہیئے۔ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علم ہے، علم حاصل کیا اور عمل وشغل حق سے غافل رہا تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا، مگر ناامید نہ ہونا چاہیئے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے " لا تقنطوا من رحمة الله " اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا ...... اس راہ میں سالک کو قوت قلبی کی حاجت رہتی ہے، قوت ارادی (will power) اس قدر قوی ہونا چاہیئے کہ وہ چاہے تو سمندر کو پی جائے، یا بیک نظر پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردے یا جلا کر خاکستر کردے، بس یہی وہ قوت ہے جو سالک کو منزل تک پہنچنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

عیب پوشی وستر پوشی :۔

یہ سالک کی تہذیب ہے، ہر شئے کی فطرت میں ایک ٹیڑھ ہوتا ہے جدید سائنسی تحقیق سے

پتہ چلا ہے کہ ڈائنو وسے جو چیز نکلتی ہے وہ اپنا دائرہ پورا کرنے کے بعد ڈائنو وہی کی طرف لوٹ جاتی ہے" کل شئ یرجع الیٰ اصلہ "ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے...... بالکل اسی طرح غضب وغصہ، انا وتکبر یہ تمام چیزیں آپ سے نکل کر گھوم پھر کر آپ ہی میں داخل ہوکر آپکو برباد کردینگی ۔ اسلئے اپنے آپ میں غور کرنا چاہئے ، یہ جو ہم ایک سے زیادہ کے جنجال میں الجھے ہوئے ہیں ایسا کیوں ہے؟ جاننا چاہئے کہ یہ کرشمہ صرف اور صرف عناصر کی وجہ سے ہے، مٹی پانی کی محبت میں گرفتار ہے، پانی ہوا کی محبت میں مبتلا ہے، ہوا آگ کی محبت میں چلتی ہے، اور آگ دونوں کی محبت اور تلاش میں جلتی ہے، دل بھی اگر جل رہا ہے تو انسان کے پاس صرف ایک روح رہ جاتی ہے جس سے ہم نا آشنا ہیں۔

عالم کبیر اور عالم صغیر :۔

قال اللہ تعالیٰ، " سَنُرِیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ "، ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں، تا کہ انکے لئے واضح ہوجائے کہ یہی حق ہے...... اے سعیدان ازل اللہ جل شانہ آفاق یعنی عالمِ کبیر اور عالم صغیر میں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے! افسوس کہ اس وعدۂ حق کے باوجود ہم دیکھنا، جاننا اور پہچاننا نہیں چاہتے، مانا کہ عالمِ کبیر کی نشانیاں، عظمتیں اور نعمتیں انسان کی آخرت سے متعلق ہیں خدا نے ہمارے نفوس یا ہماری جانوں میں جو نشانیوں کے علوم پوشیدہ رکھا ہے، کیا وہ ہماری دنیا و آخرت سے تعلق نہیں رکھتے؟ بے شک ہمارے نفوس میں جو نشانیوں کے علوم ہیں اگر ہم ان علوم سے آشنا ہوجائیں تو ہم دنیا اور دین میں کامیاب ہوجائیں گے۔ نشانیاں کیا ہیں؟ اللہ کے علوم کی وہ تحریریں ہیں جسے ہم پڑھنا نہیں چاہتے! کاش اگر ہم انکو پڑھ لیتے، تو آج کا کونسا ماڈرن علم ہے جس سے ہم آشنا نہیں ہو سکتے تھے، آج کے مہذب کہے جانے والے ترقی یافتہ دور کے علوم جمادات، نباتات، حیوانات، انسانات اور آسمانی خلاء

تک ہی تو محدود ہیں، مگر علوم ملکوتیہ، جبروتیہ، لاھوتیہ ابھی باقی ہیں جو صرف اور صرف اللہ کی توفیق سے عطا ہوتے ہیں، یہ علوم بھی تو خود ہمارے نفوس اور نفوس کے آفاق میں ابھی عقدۂ لانیحل ہیں، یہاں تک پہنچنے میں اگر کامیاب رہے ہیں تو صرف اور صرف ہمارے سلف صالحین اور صوفیان کاملین ہیں۔ فقیر آج کے دور کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ نشانات حق کے علوم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے ملاحظہ فرمائے ۔ اے طالب حق! علوم حقہ کے لئے صفات سے ذات کی طرف سفر کرنا ہوتا ہے، ظاہر کے لوازمات ترک کر کے باطن میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح عالم کبیر میں سات طبق آسمان ہیں، اسی طرح صوفیان کرام کے نزدیک عالم صغیر (انسان) میں بھی سات طبق آسمان ہیں۔ عالم صغیر کے اطباق: (۱) تالو (۲) پیشانی (۳) کان (۴) رخسار (۵) لب بالا (۶) لب زیریں (۷) زنخدان یعنی ٹھوڈی۔ بعض صوفیان کرام فرماتے ہیں سات اطباق سے مراد مغز کے سات پردے ہیں بعض کہتے ہیں سات اطباق سے مراد سر کے سات ٹکڑے ہیں۔ سات اطباق زمین :(۱) کمر (۲) زانو (ران) (۳) گھٹنے (۴) پنڈلیاں (۵) ٹخنے (۶) پشت پا (۷) کف پا، ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں سات اطباق زمین سے بدن کے سات پوست ہیں عالم کبیر میں بارہ برج ہیں اور عالم صغیر میں بھی بارہ برج ہیں۔

عالم صغیر کے بروج: برج حمل سر ہے، برج ثور گردن، برج جوزاء بازو، برج سرطان پستان ہے، برج اسد سینہ ہے، برج سنبلہ شکم ہے، برج میزان ناف ہے، برج عقرب شرمگاہ ہے، برج قوس ران ہیں، برج جدی پنڈلیاں ہیں، برج دلو گھٹنے ہیں، برج حوت پاؤں کے پنجے ہیں۔

سات ستارے اور عالم صغیر: (۱) آفتاب دل ہے (۲) مشتری جگر ہے (۳) قمر پھیپھڑے ہیں (۴) زہرہ گردے ہیں (۵) زحل تلی ہے (۶) مریخ پتہ ہے (۷) عطارد جگر بند یعنی جگر کا جوڑ ہے۔

علم کبیر کی نشانیاں عالم صغیر میں: (۱) بہشت سینہ ہے (۲) دوزخ پیٹ ہے (۳) عرش دماغ ہے

(۴) کرسی حلق میں ایک پردہ ہے جسے دکنی میں تارق کہتے ہیں (۵) لوح زبان ہے (۶) قلم
پڑجیب یا چھوٹی زبان ہے۔

﴿مزید معلومات کیلئے متفرق سوالات وجوابات﴾

سوال: پیر کسے کہتے ہیں؟
جواب: حال ماضی اور مستقبل کی جوخبر لوح محفوظ کے مطابق دیتا ہوا سے پیر کہتے ہیں۔
سوال: کامل پیر کسے کہتے ہیں؟
جواب: جولا الٰہ سے فنا اور الّا اللہ سے بقا پا کر بقا کی صورت میں محمد رسول اللہ (ﷺ) کی مجلس میں حاضری اور حضوری کا شرف رکھتا ہو اور جسے چاہے اس مقام تک پہچانے کی استطاعت رکھتا ہو اسے کامل پیر کہتے ہیں۔
سوال: مرتبۂ فقر کیا ہے؟
جواب: الفقر فخری والفقر منی ،، حضور اکرم ﷺ نے فرمائے فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ یعنی فقیر وہ ہے جو نہ مخلوق کا محتاج ہو نہ خالق کا۔
سوال: عشق کیا ہے؟
جواب: عشق انسان کی سرشت ہے بس اس پر شہوت ،غضب وغصہ ،حرص، حسد اور تکبر کے پردے پڑے ہوئے ہیں، یہ اگر پوری طرح جل جاتے ہیں تو عشق ظاہر ہو جاتا ہے۔
سوال: عالم کسے کہتے ہیں؟
جواب: حقیقت میں عالم اسے کہتے ہیں جو اللہ کے سوا نہ کسی کو جانتا ہو نہ محتاج ہو۔
سوال: عامل کسے کہتے ہیں؟
جواب: عامل وہ ہے جو اللہ ورسول پاک کے احکامات واوامر سے بال برابر بھی تجاوز نہ کرے!

سوال: عاقل کسے کہتے ہیں؟
جواب: عاقل وہ ہے جس نے دنیا سے دل سرد کرلیا ہو یعنی جس کے دل کا رخ مکمل خدا کی طرف ہو چکا ہو۔
سوال: طالب کسے کہتے ہیں؟
جواب: طالب وہ ہے جو ماسویٰ اللہ سے اعراض کر چکا ہو۔
سوال: زاہد کسے کہتے ہیں؟
جواب: زاہد اسے کہتے ہیں جو دنیا سے پرہیز کرتا ہو۔
سوال: محقق کسے کہتے ہیں؟
جواب: جو خودی اور خدا کی تحقیق کرلیا ہو۔
سوال: موحد کسے کہتے ہیں؟
جواب: ہر حال میں بغیر واجب الوجود کے موجود نہ ہو۔
سوال: عارف کسے کہتے ہیں؟
جواب: حق کو پہچان کر حق کے ساتھ رہنے والے کو عارف کہتے ہیں۔
سوال: محبّ کسے کہتے ہیں؟
جواب: محبّ وہ ہے جو ہر کام محبوب کے اختیار سے کرتا ہو۔
سوال: مخلص کسے کہتے ہیں؟
جواب: مخلص اسے کہتے ہیں جو سورہ اخلاص کی تفسیر بن چکا ہو نیز اعمال وافعال ریا سے پاک ہو اور خود کو دیکھنے سے خالص ہو۔
سوال: مشتاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: مشتاق وہ ہے جو دیدار جمال یار کے بغیر قرار نہ پائے۔

سوال: صوفی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کے تمام صفات، صفات حق میں تبدیل ہو چکے ہوں۔

سوال: فقیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو خود سے نابود اور بے نیاز ہوا سے فقیر کہتے ہیں۔

سوال: درویش کسے کہتے ہیں؟

جواب: دلریش کو کہتے ہیں۔

سوال: سخی کسے کہتے ہیں؟

جواب: تہی دست وراضی بہ رضا کو سخی کہتے ہیں۔

سوال: مؤمن کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایمان امن سے ماخوذ ہے، یعنی امانت دار ہونا، یا حفاظت میں داخل ہونا، وغیرہ یعنی تصدیق بالقلب سے تحقیق کر کے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی گواہی دینے کا نام ایمان ہے۔

سوال: عابد کسے کہتے ہیں؟

جواب: عابد وہ مخلص ہے جو خود پرست نہ ہو۔

سوال: بندہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں امر حق ہو، امر کیا ہے ؟امر کن ہے، اور کن کے کہنے سے بندہ خود کن ہے۔

سوال: صابر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر تکلیف ومحنت پر راضی رہکر اسے عطائے الٰہی سمجھے۔

سوال: شاکر کسے کہتے ہیں؟

جواب: وقت شکر عاجز وانکسار اور شرمندۂ احسان الٰہی رہے۔

سوال: متوکل کسے کہتے ہیں؟

جواب: کارہائے حق کی طرف رجوع کر کے مصروف رہنے والے شخص کو متوکل کہتے ہیں۔

سوال: مرید کسے کہتے ہیں؟

جواب: مرید اسے کہتے ہیں جو نامراد ہو اور نہ خود مراد ہو۔

سوال: متواضع کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ہے جو خود کو درمیان میں نہ دیکھے۔

سوال: کامل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو خود سے بے خبر اور بے اثر ہو جائے۔

سوال: صادق کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر معاملے میں خدا کے سوا خدا کے غیر کے ساتھ نہ رہے۔

سوال: سالک کسے کہتے ہیں؟

جواب: سالک وہ ہے جو اقوال، اعمال اور افعال میں متبع نبی کریم ﷺ رہے۔

سوال: قلندر کسے کہتے ہیں؟

جواب: قلندر اسے کہتے ہیں جو ہر قید سے آزاد ہو۔

سوال: صالح کسے کہتے ہیں؟

جواب: صالح اسے کہتے ہیں جس سے افعال شنیع کا صدور نہ ہو۔

سوال: حکیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو بردبار اور کم آزار ہو۔

سوال: شفیق کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ہے جو دشمن کو بھی دوست سمجھے۔

سوال: شیخ کسے کہتے ہیں؟

جواب: رحیم، کریم اور جامع جمیع کمالات کو کہتے ہیں۔

سوال: محسن کسے کہتے ہیں؟

جواب: خود کے کام پر بندہ مؤمن کے کام کو مقدم رکھنے والے کو کہتے ہیں۔

سوال: مرد کسے کہتے ہیں؟

جواب: مرد فرد اور صاحب درد کو کہتے ہیں۔

سوال: مراقب کسے کہتے ہیں؟

جواب: اوقات پر نظر رکھنے اور ہمیشہ حاضر بارگاہ رہنے والے کو کہتے ہیں۔

سوال: شاہد کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاہد اسے کہتے ہیں جو ہر جگہ مشاہدۂ الٰہی کرے۔

سوال: تائب کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسے کہتے ہیں جسکے وجود سے گناہ صغیرہ و کبیرہ سرزد نہ ہوں۔

سوال: محاسب کسے کہتے ہیں؟

جواب: محاسب ہر فعل سے باخبر رہنے والے کو کہتے ہیں ۔

سوال: دلاور کسے کہتے ہیں؟

جواب: دلاور وہ ہے جو بے جسم و جان بھی ہو اور موت کا خواہاں بھی ہو۔

سوال: عازم کسے کہتے ہیں؟

جواب: نیست ہو کر خدا کے ساتھ رہنے والے کو کہتے ہیں۔

سوال: عادل کسے کہتے ہیں؟

جواب: عادل، عادل بر نفس ہونے کو کہتے ہیں۔

سوال: خائف کسے کہتے ہیں؟

جواب: خدا اور سول خدا کے امر کے خلاف نہ کرنے والے کو خائف کہتے ہیں ۔

سوال: منصف کسے کہتے ہیں؟

جواب: حق کے بغیر گذارہ نہ کرنے والے کو منصف کہتے ہیں۔

سوال: امیدوار کسے کہتے ہیں؟

جواب: طمع بینی کو کہتے ہیں۔

سوال: بہشتی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جسکا ہر فعل فعل خدا سے ہو اور ہوائے نفس کا دخل نہ ہو اسے بہشتی کہتے ہیں۔

سوال: جہنمی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کے افعال ہوائے نفس سے ہوں اسے جہنمی کہتے ہیں۔

سوال: مطیع کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو نفس کی پیروی نہ کر کے حق کا فرماں بردار رہے ایسے شخص کو مطیع کہتے ہیں۔

سوال: تونگر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو قانع ہو اور دولت کی قدر بھی نہ ہو ایسے شخص کو تونگر کہتے ہیں۔

سوال: رستگار کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو مقید نفس نہ ہو۔

سوال: زندہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جوخود سے فانی اور خدا سے باقی ہو اسے زندہ کہتے ہیں۔

سوال: مردہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مردہ اسے کہتے ہیں جو یادالٰہی سے غافل ہو۔

سوال: مقبول کسے کہتے ہیں؟

جواب: جوخود کو گنہگار تصور کرے اور اطاعت حق میں مشغول ہوجائے اسے مقبول کہتے ہیں۔

سوال: مردود کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو گنہگار ہو مگر خود کو مقبول تصور کرتا ہو اسے مردود کہتے ہیں۔

سوال: مخدوم کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ہے جو اپنی طرف سے خدمت پیش کرتا ہو۔

سوال: خادم کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ہے جو راحت کا طالب نہ ہو۔

سوال: خواجہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خالص بندگی کرنے والے کو خواجہ کہتے ہیں۔

سوال: دیندار کسے کہتے ہیں؟

جواب: دنیا کو عزیز نہ تصور کرنے والے کو دیندار کہتے ہیں۔

سوال: خلیق کسے کہتے ہیں؟

جواب: خلق خدا سے راضی، اور دست وزبان کو محفوظ رکھنے والے کو خلیق کہتے ہیں۔

سوال: مجذوب کسے کہتے ہیں؟

جواب: مجذوب وہ ہے جسے عالم کی خبر ہو نہ خود کی خبر ہو۔

سوال: ناصح کسے کہتے ہیں؟

جواب: بزبان قال نہیں بزبان حال نصیحت کرنے والے کو ناصح کہتے ہیں۔

سوال: سعید کسے کہتے ہیں؟

جواب: قال اللہ اور قال الرسول کی پیروی کرنے والے کو سعید کہتے ہیں۔

سوال: شقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: علم وعمل اور خدمت سے محروم رہنے والے کو شقی کہتے ہیں۔

سوال: قانع کسے کہتے ہیں؟

جواب: خدا پر اکتفاء کرنے والے اور خدا کے سوا کسی پر منحصر نہ رہنے والے کو قانع کہتے ہیں۔

سوال: فاعل کسے کہتے ہیں؟

جواب: فاعل وہ ہے جو نیستی میں چست وتوانا رہے۔

سوال: عالی ہمت کسے کہتے ہیں؟

جواب: خدا کے سوا کسی چیز کی طلب نہ رکھے وہ عالی ہمت ہے۔

سوال: رہبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو تجھے توبہ پہ مستقیم کرے وہ رہبر ہے۔

سوال: حاضر کسے کہتے ہیں؟

جواب: خود کو غائب کرنے کا نام حاضر ہے۔

سوال: حضوریٔ قلب کسے کہتے ہیں؟

جواب قالب کو غائب کرنے کا نام حضوریٔ قلب ہے۔

سوال: ناظر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جوخود کونہ دیکھے وہ ناظر ہے ۔

سوال: آدمی کسے کہتے ہیں؟

جواب: تمام مراتب کے جاننے والے کو آدمی کہتے ہیں۔

سوال: انسان کسے کہتے ہیں؟

جواب: تمام مراتب کو پہچانے اور خدا کے سوا کسی سے اُنس نہ رکھے وہ انسان ہے۔

سوال: آدم کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو یادِ الٰہی کے بغیر ایک دم بھی نہ گذارے وہ آدم ہے۔

سوال: صفات قدیم ہیں یا جدید ؟

جواب: صفات قدیم ہیں کیونکہ یہ مرتبہ ذات میں مخفی تھے جس طرح پھول میں عطر اور خوشبو ہے۔

سوال: اس مرتبہ کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس مرتبہ کو صوفیان کرام نے کئی ناموں سے یاد کیا ہے غیب ھویئت، ہستی محض، مجہول النعت ،ذات لا تعین، ازل الازال ،غیب الغیب، وجود بحت، عین الکافور، ذات ساذج، منقع الاشارات، عین المطلق، ذات بلا اعتبار، وغیرہ وغیرہ۔

سوال: غیب ھویئت کیا ہے ؟

جواب: غیب ھویئت ذات ہے ۔ یہاں غیب سے مراد صفات واظہارِ صفات سے غیب ہے یعنی صفات مخفی تھے اور ذات غیب۔

سوال: جب کچھ نہیں تھا تو ذات تھی اور یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟

جواب: جب حق تعالیٰ کل موجودات کو پیدا کرنا چاہا تو خود میں خود کے علم کا مشاہدہ کیا اور اظہار کا

ارادہ فرمایا۔

سوال: اس مرتبہ کا نام کیا ہے؟

جواب: اس مرتبہ کو احدیت کہتے ہیں۔

سوال: احدیت میں خود کے نور کا مشاہدہ کیا اس مرتبہ کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس مرتبہ کو وحدت یا حقیقت محمدی ﷺ اور برزخ کبریٰ کہتے ہیں، برزخ کبریٰ کا تعلق دو مقامات سے ہوتا ہے ایک احدیت سے ہے اور دوسرا واحدیت سے۔

سوال: احدیت اور واحدیت کیا ہے؟

جواب: مقام علم خاص کا نام احدیت ہے، مقام علم اعتبار کا نام واحدیت ہے، اور یہ اعتبارات چار ہیں (۱) وجود (۲) علم (۳) نور (۴) شہود

سوال: یہ چاروں اعتبارات کس طرح پیدا ہوئے؟

جواب: حق تعالیٰ نے جب خود پہ نظر کیا تو خود کے وجود کو پایا یہاں وجود کا اثبات ہوا (۲) جب وہ خود کو جانا تو علم کا ظہور ہوا، (۳) جب علم کے ساتھ خود کو پہچانا تو خود کو نور پایا یہ مرتبہ نور کا ہے (۴) جب خود کو خود نظر آیا تو یہ مرتبہ شہود کہلایا۔

سوال: وحدت کیا ہے؟

جواب: اک ذات قابلِ محض ہے۔

سوال: احدیت کیا ہے؟

جواب: ذات بلا اعتبارِ صفات ہے۔

سوال: واحدیت کیا ہے؟

جواب: ذات با اعتبارِ صفات ہے یعنی جب وہ خود کو جانا تو تمام اشیاء بھی علم میں آگئے۔

سوال : اس مرتبہ میں اشیاء کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیونات ذاتیہ کہتے ہیں۔

سوال : شیونات ذاتیہ کا معنی کیا ہے؟

جواب: علم اجمال میں اپنی ذات کے تمام قابلیات پر، مطلع ہو کر قابلیات کا نزول کیا۔

سوال : اس مرتبہ کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس مرتبہ کو واحدیت یا الوہیت کہتے ہیں۔

سوال : الوہیت میں جو قابلیات پوشیدہ ہیں اس مرتبہ کو کیا کہتے ہیں؟

جولب: اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔

سوال : اعیان ثابتہ کا معنی کیا ہے؟

جواب:اعیان کا معنی ہے ذوات (ذات کی جمع) اور ثابتہ کا معنی ہے قراریت یا قرار پکڑنا یعنی اپنی اصل پر قائم رہنا، ورنہ یہ نابود ہیں ۔اس لئے کہا گیا ہے کہ اعیان ثابتہ وجود کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پاتے۔

سوال : ان اعیان ثابتہ کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: عالم ممکنات اور عالم اسماء کہتے ہیں۔

سوال :اسماء کا نزول کس لئے کیا اور اس مرتبہ کا نام کیا ہے؟

جواب:جب اعیان ثابتہ کو خود کے موافق پایا تو نزول کیا اس مرتبہ کا نام عالم ارواح ہے۔

سوال: ارواح کو جاری کس لئے کیا؟

جواب: مرتبہء مثال کو پیدا کرنا چاہتا تھا تا کہ ارواح کو جسم مثالی عطا کیا جا سکے، اس مرتبہ کا نام عالم مثال ہے۔

سوال: ارواح کا نزول کس لئے کیا؟

جواب:ارواح کے مطابق اجسام کو پیدا کرنا چاہتا تھا اور عالم اجسام میں انسان کامل کو پیدا کیا جو عشق سے معمور تھا۔

سوال : عشق کیا ہے؟

جواب: محبت سے محبت کرنے کا نام ہے۔

سوال: مشاہدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: دیدار عشق کو کہتے ہیں۔

سوال : مراقبہ کیا ہے؟

جواب: ذکر میں محو ہو جانے کا نام ہے۔

سوال: مبتدی کا مراقبہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: مبتدی کو پہلے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے بعد مراقبہ۔

سوال: منتہی کا مراقبہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: پہلے مراقبہ ہوتا ہے بعد مشاہد ہوتا ہے۔

سوال: عشق کی کیفیات کتنی ہیں؟

جواب : [دو]ایک رنج دوسری راحت ،رنج سے مراد فراق ہے اور راحت سے مراد وصال ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ عشق کی چار کیفیات ہوتی ہیں (۱)اعیان (۲)نشان (۳)رنج (۴)قرار یا راحت۔(۱)اعیان: عشق کا اظہار ہی عاشق کے لئے فراق ہے(۲)نشان: عشق میں جو نشان پایا یہ بھی بہ مانند وصال ہے(۳)رنج: تڑپنا ہے اور یہ مرتبہ فراق ہے(۴)راحت: عشق میں وصال سے قرار پاتا ہے۔

سوال : دانائی بینائی میں ہے یا بینائی دانائی میں ہے؟

جواب: دانائی بینائی میں ہے اور بینائی دانائی میں ہے۔

سوال : دانائی اور بینائی کا معنی کیا ہے؟

جواب: دانائی سے مراد پہچاننا ہے اور بینائی سے مراد دیکھنا ہے۔

سوال : شاہد و مشہود میں کیا اول ہے؟

جواب: شاہد اول بعد مشہود کیونکہ شاہد کے بغیر مشہود کا کیا معنیٰ ؟ شاہد کو نسبتیں میسر ہوتی ہیں (۱) ذاتی (۲) صفاتی ! ذاتی نسبت بے چوں و بے چگونہ ہے اور صفاتی نسبت سے صورت شکل رنگ و روپ قد اور قامت اختیار کرتا ہے، عشق باقی رہتا ہے جب تک خدا اور بندہ ثابت ہیں تب تک دانائی بینائی فنا اور بقا ہے۔

سوال: دانائی کی اقسام کتنی ہیں؟

جواب: دو اقسام ہیں (۱) عام (۲) خاص ، عام یہ کہ صرف صفات کو پہچاننا ہے، اور خاص یہ ہے کہ صفات، ظہور صفات اور ذات کو پہچاننا ہے۔

سوال: شاہد اور مشہود فانی ہے یا باقی ؟

جواب: جب تک دونوں ثابت ہیں باقی ہیں۔

سوال: لَا رَبٌّ وَلَا عَبْدٌ کا معنی کیا ہے؟

جواب: اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ،، یعنی وہ پہلے جیسا تھا آج بھی ویسا ہے، یہاں نہ بندہ ہے نہ خدا ثابت ہوتا ہے۔

سوال: سفلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ممکن کو کہتے ہیں۔

سوال: علوی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ممتنع کو کہتے ہیں۔

سوال: علم الیقین کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب: عقل سے۔

سوال: حق الیقین کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جوب: کشف سے۔ اور یہ مرتبہ دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور کمال آخرت میں ظاہر ہوتا ہے۔

سوال: ھاھوت کیا ہے؟

جواب: خود سے بھی بے نیاز و بے خبر وہ جس مقام میں تھا اسے ھاھوت کہتے ہیں۔

سوال : لاھوت کیا ہے؟

جواب: خود سے آگاہ ہو کر جو خود پہ نظر کیا اس مقام کو لاھوت کہتے ہیں۔

سوال: جبروت کیا ہے؟

جواب: عقل اور قلم کے ساتھ وہ جس مقام میں آیا اسے جبروت کہتے ہیں۔

سوال: ملکوت کیا ہے؟

جواب: عقل اور علم سے وہ جسم خاکی میں آیا اس مقام کو ملکوت کہتے ہیں۔

سوال :ناسوت کیا ہے؟

جواب: لباس جسم کے ساتھ حس و حرکت کے مقام میں آیا اس مقام کو ناسوت کہتے ہیں۔

سوال: قاب قوسین سے کیا مراد ہے؟

جواب: آنکھ کے آبرو کو کہتے ہیں۔

سوال: سدرۃ المنتہٰی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دونوں آبرو کے درمیانی حصے کو کہتے ہیں، جسے سنت کبیر داس تر بینی کہتے ہیں۔

سوال: انبیاء کی صفت سے کیامراد ہے؟

جواب: سخن ہے کیونکہ یہ امر کن سے متعلق ہیں۔

سوال صفت اولیاء سے کیامراد ہے؟

جواب: دیدار جمال یار ہے۔

سوال: وحی کی صفت سے کیامراد ہے؟

جواب: کلام قلب کو تحریر کرنا ہے۔

سوال: صفت معجزنما سے کیامراد ہے؟

جواب: اشعار وانشاء پروازی ہے۔

سوال: صفت کرامت نما سے کیامراد ہے؟

جواب: شعروانشاء پروازی ہے۔

سوال: صفت موت سے کیامراد ہے؟

جواب: خواب ہے۔

سوال: صفت سے کیامراد ہے؟

جواب: عشق عاشق اور معشوق کی درمیانی نظر کو کہتے ہیں۔

سوال: صفت حیات سے کیامراد ہے؟

جواب: بیداری ہے۔

سوال: صفت اسلام سے کیامراد ہے؟!

جواب: سوال حق کا قبول کرنا ہے۔

سوال: صفت کفر سے کیامراد ہے؟

جواب: سوال حق کا رد کرنا ہے۔

سوال: عالم ظاہر کا عروج ونزول کیا ہے؟

جواب: الفاظ وعبارت سے معنیٰ کا سمجھنا عروج ہے، معنی سے الفاظ وعبارت میں الجھنا نزول ہے۔ مخلوقات زمین: جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانات اور ان چاروں مخلوقات سے سولہ قسم کے مخلوق پیدا ہوتے ہیں۔

سوال: قلب صنوبری کیا ہے؟

جواب: قلب سے قالب ہے، دم سے آدم ہے، قلب ایک لطیف شئی ہے اور عناصر کثیف ہے، کثیف کی کیا مجال کہ لطیف کا احاطہ کرے کیونکہ لطیف صفت الٰہی ہے، قلب وہ نہیں جو سینے میں دھڑکتا ہے یہ تو عناصر کا پتلا ہے جسے نفس کے حوالے کیا گیا ہے قلب تو روح کا درپن ہے، صنوبر یا پھول سے تشبیہ اسے اس لئے دی گئی ہے کہ سالک کا تصور بھی جب قلب کی شکل اختیار کرتا ہے تو محسوس کرتا ہے یا دیکھتا ہے کہ قلب جو ایک کلی کی مانند تھا اب کھل کر پھول کی مانند ہو چکا ہے، گل صنوبر کی آڑ یا اصطلاح میں صوفیان کرام نے قلب کا پتہ دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ کنول کیچڑ میں اگتا ہے، ہاں کیچڑ سے مراد پیٹ ہے، عین ناف کے دوانگل نیچے دم کا مقام ہے اور دم ہی کو قلب کہتے ہیں۔ جب سالک کا قالب مکمل قلب بن جاتا ہے تو سینے کے بائیں جانب لٹکنے والا پارۂ گوشت بھی قلب ہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ورنہ یہ خواہشات کے بتوں کا بت خانہ ہے، جس کی صفائی کیلئے کئی صوفیان کرام نے اسم اللہ ذات کی تلوار کا استعمال بطور ذکر کیا ہے۔

سوال: نجات کسے کہتے ہیں؟

جواب: مکمل آزادی یعنی دونوں جہاں کی قید سے مکمل آزادی کا نام نجات ہے۔ جس طرح اللہ ہر قید

سے منزہ اور آزاد ہے اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ بھی بمانند خدا آزاد ہو جائے اور بقاباللہ ہو کر آزاد رہے۔

''یاد رہے ماسوی اللہ جو کچھ ہے وہ دنیا ہے اور دنیا قید خانہ ہے خواہ وہ جنت ہی کیوں نہ ہو،

انسان جنت کا طلبگار ہے اور جنت کے وسیلے میں دیدار حق چاہتا ہے! بلکہ انسان کو چاہئے تھا کہ حق کے طفیل جنت قبول کر لے، دونوں صورتوں میں یہ قیدی ہوا تو نجات کا معنی کیا؟ نجات آخر کس چیز سے چاہئے؟

سوال: عبادت کہاں اور کیسے کرنی چاہئے جسم کے باہر یا اندر ؟

جواب: عبد، عبادت اور معبود سے عبد اور معبود کے مابین رشتے کا نام عبادت ہے۔ دراصل عبد قلب کو کہتے ہیں اور معبود خالق کو، اس رشتے سے قلب کا خالق ہی قالب کا معبود ہونا چاہئے، قلب نور سے ہے اور قالب عناصر سے، معبود نور ہے تو نور کو نور سے یاد کرنا آسان اور بہتر ہوتا ہے، عناصر نار سے ہے خالق نور سے، نار کا نور کی عبادت واطاعت کرنا ذرا دشوار ترین عمل ہے کیونکہ عناصر پہ نفس حکمراں ہے، قلب پہ خود خالق حکمراں ہے،

اب اگر جسم کو ایک سلطنت مان لیا جائے تو ایک سلطنت میں دو سلطان کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس لئے کبھی قلب ذکر الٰہی یا عبادت سے غافل ہو جاتا ہے کبھی قالب عبادت سے غافل ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ والوں کے قلوب اپنے قالب پر غالب رہتے ہیں، دنیا والوں کے قالب قلب پر غالب ہونا چاہتے ہیں، اس لئے قلب کی اطاعت سے بیزار رہتے ہیں، مجموعی نکتہ یہ ہے کہ قلب عبادت سے بیزار اور قالب عبادت میں سرشار ہو تو یہ عادت، غفلت اور جسم کی حرکت ہے۔ ہاں اگر قلب عبادت کر رہا ہو اور قالب کسی اور حرکت میں مشغول ہو تب بھی یہ عبادت ہے، عبادت دو طرح کی ہیں، جسم حرکت پسند ہے اس کو حرکت والی عبادت پسند ہے، قلب نور سے ہے

اسے خموش عبادت پسند ہے، اور افضل باطنی عبادت ہے، اس کے بغیر ظاہری عبادت کا مفہوم فوت ہو جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے '' ادعوا ربکم تضرعا و خفیة ''تم اپنے رب کو گریہ وزاری اور پوشیدہ ہو کر یاد کرو......

سوال: نماز اور ارکان نماز میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب: نماز یہ فارسی ترجمہ صلوات کا ہے، نماز کا معنی ہے یاد، اور یاد سے مراد یادِ الٰہی ہے، یاد یعنی ذکر کی دو صورتیں ہیں ایک خفی، ایک جلی، ذکر یا نماز کی خفی صورت قلب کی تائید میں قلب کے ساتھ ادا ہوتی ہے، جلی صورت قالب کی تائید میں ہے جو قالب کی حرکت اور ارادے کے ساتھ ادا ہوتی ہے، قالب چار عناصر کی ترکیب سے مرکب ہے، آگ، ہوا، پانی مٹی! نماز میں بھی اہم چار ہی ارکان ہیں قیام، رکوع، سجدہ، اور قعدہ، نماز میں قیام عنصر آگ کے قائم مقام ہے، کیونکہ اس کی فطرت میں جھکنا نہیں، اوپر کی طرف جانا ہے اسلئے نماز میں بندہ عنصرِ آگ کو بصورتِ قیام اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ قیام عنصر آگ پر فرض ہے۔ رکوع کیا ہے؟ ہوا جو آگ سے کمتر عنصر ہے اور آگ کے سامنے جھک کر چلنا اور اطاعت کرنا ہوا کی فطرت ہے رکوع قیام کے بعد ہوا کی فطرت کے مطابق ہوا پہ فرض ہے۔

سجدہ اور سجود کیا ہے؟ عنصر آب یا پانی کی فطرت ہوا سے نسبت اور زمین یا خاک کی محبت پر قائم ہے اسلئے عنصر آب پر سجدہ فرض ہے جو زمین سے متعلق ہے دوسرہ سجدہ جو خاک اور پانی کے میلان کی حرکت پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ حرکت سجود سے ظاہر ہوتی ہے اس لئے عنصر آب پر سجدہ فرض کیا گیا۔ قعدہ کیا ہے؟ قعدہ نماز کا چھٹا رکن ہے جو عنصر خاک اور اس کے تواضع کے مطابق اس پر پہاڑ کا بوجھ رکھ دیا گیا ہے تا کہ خاکی عنصر کا توازن برقرار رہے اور یہ قعدہ عنصر خاک پر فرض ہے۔ تا کہ تمام عناصر یکجا ہو کر بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کر سکے۔

معلوم ہوا کہ نماز میں نماز کے چاروں ارکان، جسم انسان کے عناصر پر فرض کئے گئے ہیں
تا کہ معبود کی اطاعت و عبادت میں عنصر آگ قیام کرے، عنصر آگ کی اقتداء میں ہوا رکوع
کرے، عنصر ہوا کی اقتداء میں پانی سجدہ کرے اور پانی کی اقتداء میں خاک پہاڑوں کے ساتھ
قعدہ میں رہے۔ اگر نماز میں نماز کے ارکان ہی غفلت کے ساتھ غلط ادا ہوں تو نماز فاسد ہو جاتی
ہے۔ کیونکہ یہ ارکان عناصر کے مطابق مکمل اقتداء وادا چاہتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''نماز
کی چوری نامقبول عمل ہے۔

سوال: مراقبہ میں تھکان اور سستی غالب آجائے تو کیا کرنا چاہئیے؟

جواب: عمل تصور یا مراقبہ میں اگر دماغ تھک چکا ہے یا مراقبہ کے بوجھ کو برداشت نہیں
کر پارہا ہے، تو مراقبہ ترک کر کے تلاوت قرآن میں مشغول ہو جانا چاہئیے، زبردستی اگر بوجھ ڈالا
جائے یا شغل اختیار کر لیا جائے تو حالت مراقبہ میں عجیب عجیب مناظر رونما ہونے لگتے ہیں، جو
اصل ابلیس کے افعال ہوتے ہیں۔ ان افعال کو سالک اگر قبول کر لے تو مرتبہ سے گر جائے گا یا
دیوانہ ہو جائے گا۔ اس لئے سوچ سمجھ کر راہ چلنا چاہئیے۔ ہاں اگر نفس گمراہ کر کے مراقبہ سے روکنا
چاہتا ہے تو زبردستی مراقبہ میں نفس کے خلاف مشغول ہونا چاہئیے۔

سوال: من اگر بھٹک رہا ہو تو کیا تب بھی مراقبہ کرنا چاہئیے؟

جواب: ہاں یہ ایک بے قابو جانور روح حیوانی کی صفت ہے جو من پر غالب آچکی ہے۔ اس کو قابو
کرنے کیلئے جس قدر ممکن ہو اس وقت تک مراقبہ میں مشغول رہنا چاہئیے۔

سوال: دعا اور دعوت میں کیا فرق ہے؟

جواب: دعا قالب کے عناصر اور نفس کی اصلاح کیلئے ہے، دعاؤں سے نفس پر نیک اثرات مرتب
ہونے لگتے ہیں اور اس پر تزکیہ کی راہ آسان ہو جاتی ہے۔ دعوت قلب کے لئے ہے، دعوت کی

اصل حاضرات ہے، حاضرات کی اصل ناظرات ہے اور ناظرات کا یقین اسم اللہ ذات سے
حاصل ہوتا ہے۔ دعوت کیا ہے؟ دعوت دعا سے ہے اور دعا دعوت کا اثر ہے۔ وہ دعا جس سے
دعوت کا سا اثر پیدا نہیں ہوتا وہ بس دعائے نمائش ہے جیسے آج کل فاتحہ خوانی کے بعد، یا نماز کے
بعد لمبی چوڑی دعائیں تو ہوتی ہیں مگر اثر سے محروم رہتی ہیں۔ دعاؤں کے اثر سے انسان میں نیک
قوتیں بھی پیدا ہوتی ہیں مگر دعوت کے اثر سے ہر مقام طے کر کے سالک فنافی اللہ بقاباللہ سے مجلس
رسول ﷺ میں داخل ہو جاتا ہے۔ علم دعا کے طالب کو چاہئیے کہ علم دعوت بھی حاصل کرے۔

سوال: توجہ کیا ہے؟

جواب: ''تا'' پردہ ہے، وجہ چہرہ ہے۔ ''فَاینما تولّوا فثم وجہُ اللّٰہِ''، تم جس طرف رخ
کرو گے وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔ یعنی وجہ اللہ سے مراد ذاتِ انسانی ہے، ذاتِ انسانی سے مراد قلب
ہے، معلوم ہوا کہ جس طرف تمہارا قلب ہوگا اسی طرف اللہ کی ذات ہوگی۔ ''من عرف نفسہ
فقد عرف ربہ''، من یعنی ''جو''، یہ جوکون ہے؟ یہ قالب ہے، عرف کا معنی پہچان! ''نفس'' کو یہ
تیری جان ہے جان یعنی قلب ہے اور قلب سے مراد تیری ذات ہے، اور تیری ذات کیا ہے؟ ''اسم
ھو''، کا مظہر ہے۔ بالکل اس طرح فقد عرف ربہ ہے۔ یعنی صفت رب کی ربوبیت کے ساتھ
مسمّٰی ''ھو'' ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ ذات انسانی من عرف نفسہ سے مظہر اسم ''ھو''، ہے اور فقد
عرف ربہ سے ذات حق صفت رب کی ربوبیت کے ساتھ ''ھو''، ہی مسمّٰی ہے۔ اس لئے تم جس
طرف رخ کرو گے اس طرف رخ زیبائے الٰہی ہوگا۔ معلوم ہوا کہ جہاں جس طرف اسم ہوگا اسی
طرف مسمّٰی ہوگا۔ اسم مسمّٰی سے جدا نہیں ہوسکتا وہ خالق و غیر مخلوق ہے اور مخلوق اس کے اسماء اور
صفات کی مظہر ہے۔

اب یہاں جاننا چاہئیے جو پیر کامل ہو اور اسم اور ذات کا مسمّٰی ہو یا مظہر بن چکا ہو وہ کیا

کرتا ہے،اسم اور ذات پر توجہ دیتا ہے یعنی مرشد کا قلب اور قالب ایک ہو کر ذات مسمّٰی کی صورت اختیار کر کے مرید پر توجہ دیتا ہے۔یعنی مرید کی صورت کو اپنی صورت کے قبضے میں لے کر منصب مرشدی پر لانے کے بعد مجلس محمد رسول اللہ (ﷺ) میں پہونچا دیتا ہے۔اور یہاں "من رأنی فقد رئی الحق ،،جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا......کا منصب عطا ہوتا ہے۔

میں نے میرے پیشوا و مقتدیٰ رہبر و رہنما سرکار سیدنا عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً تیس سال پہلے پوچھا تھا کہ توجہ کیا ہے؟ میرے سرکار نے اپنے مقابل مجھے بٹھالیا اور چند لمحے میری آنکھوں میں جھانک کر بغور دیکھا، پھر میرے سینے پہ ہاتھ رکھا، مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں میرے اندر سے نکل رہا ہوں، میرے عناصر تمام میرے سامنے بکھر کر رقص کرتے ہوئے آگ ،آگ کے حوالے ہو رہی ہے۔ہوا، ہوا کے حوالے ہو رہی ہے۔پانی، پانی میں مل کر بہہ رہا ہے اور مٹی، مٹی کے حوالے ہو چکی ہے۔زمین کی ہر چیز ریزہ ریزہ ہو کر آسمان کی طرف رجوع کر رہی ہے، آسمان چاند سورج اور ستارے سبھی ریزہ ریزہ ہو کر ذرات کی مانند بکھر کر خلاء میں تیر رہے ہیں۔میں حیرت زدہ تھا، میری ''انا،، میرا تکبر فنا ہو چکا تھا۔پھر آہستہ آہستہ آسمان اور زمین کی ہر چیز اپنے اپنے مقام پر آ چکی تھی۔میری حالت دگرگوں تھی کہ مسلسل کئی روز تک مدہوشی کا عالم تھا اور مجھے گھی سے تر اور چکنی غذائیں دی گئیں تو میں چند روز میں اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا۔پھر یہ مناظر کئی بار میں مراقبات میں دیکھ چکا ہوں، جب ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آتی ہے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے مجھے یاد نہیں رہتا۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ " ترجمہ :اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں ،تا کہ انکے لئے واضح ہو جائے کہ یہی حق ہے......اگر کوئی اہل سنت و جماعت کا باغی یہ کہے کہ یہ دماغی خلل ہو سکتا ہے یا

ایسا کر کے کیا ملا؟ تو جواب یہ ہے کہ ایک صحت مند نو جوان جس کے دماغ میں فتور ہی نہ ہو، ایسا شخص اگر اس مقام سے گذرے تو یہ اس کی قلبی بصارت اور قوت کی دلیل ہے اور یہ مشاہدات عین قرآن، احادیث اور اجماع صوفیان کرام کے مطابق ہیں کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: تصور کی تعریف کیا ہے اور یہ کس طرح کریں؟ ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک ،،(حدیث پاک) تم اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کا مشاہدہ کر رہے ہو، اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ تصور کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔پہلی کیفیت کو مشاہدہ کہتے ہیں (جو عطا اور حقیقت سے تعلق رکھتی ہے) اور دوسری کیفیت کو مراقبہ کہتے ہیں (جو کسب اور مجاز سے شروع ہو کر حقیقت کی طرف رجوع کرتی ہے)۔

مراقبہ کی اصل تصور ہے اور تصور کیا ہے؟ تصور ایک فیض حق اور قوت ہے جو کسی بھی چیز کی طرف رواں ہو کر مرکوز ہو جاتا ہے۔جب کسی چیز کے مرکز سے تصور کا اتصال ہو جاتا ہے تو کسی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور کسبی کا وہبی کی طرف میلان ہونے لگتا ہے۔سالک جب تک میدان کسب میں ہوتا ہے، مقام مجاز میں ہوتا ہے اور اس مقام میں ذکر و فکر اور تصور سب کچھ نفس کے تزکیہ کیلئے ہے، کہ وہ مجاز سے حقیقت کی طرف لوٹ سکے اور اس طرح کے تصور سے نہ مراقبہ حاصل ہوتا ہے، نہ مقام ملتا ہے بس یکسوئی اور اتصال کا کمال حاصل ہوتا ہے۔

یہاں سے سلوک کی راہ آسان ہو جاتی ہے کہ وہ یکسوئی میں پختہ ہو کر تصور شیخ میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

مجازی تصور کس طرح کریں؟ تصور کسی سے یکسوئی کا کمال حاصل کرنے کیلئے کئی طریقے ہیں ان تمام طریقوں میں افضل یہ ہے کہ اسم ذات "ہ ،،کو خوشخط کاغذ پر رقم کر کے "ہ ،، کے درمیانی سفید نقطہ پر تصور کو اس قدر مرکوز کریں کہ قلب ہر شئی کی گرد و غبار سے صاف و شفاف ہو کر آئینے کی

مانند ساکت ہوجائے اور پھر نہ مجاز رہے، نہ تصور، اور نہ دل، اور جب قلب غائب ہوجائے گا تو قالب بھی غائب ہوجائے گا اور جو باقی رہے گا وہی حق ہے ''ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام،،۔(اسے مشق مرقوم کہتے ہیں)

دوسرا طریقہ۔اگر مشق مرقوم نہیں کرسکتے تو گنبد خضریٰ کی ایک خوبصورت تصویر لے کر گنبد کے کلس پر سات دندانے ہوتے ہیں (نیچے سے اوپر تک) آپ آویزاں کرکے ابتدائی نکتہ پر اس قدر پختہ تصور کرتے رہیں کہ کلس اور گنبد خضریٰ کے ساتھ تصور اور دل بھی غائب ہوجائے ،بس اس کسب یا مجاز میں پختہ ہوجانے کے بعد حقیقت کی طرف پیش قدمی آپ کو معمولی عرصہ میں کامیابی دلائے گی۔اس بحث سے معلوم ہوا کہ تصور کی دو قسمیں ہیں ایک مجازی جس کو تصورشئی کہتے ہیں ایک حقیقی جس کو تصور لاشئی کہتے ہیں۔

یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ مجازی تصورشئی کے اتصال سے شئی کی صورت اختیار کرکے شئی میں ہی کھو گیا تو عرفان حق کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟

جواب:ہاں جب تصور اس شئی کی صورت اختیار کرلیتا ہے تو مذکورہ شئی بھی اپنی حقیقت کھوکر خالی ہوجاتی ہے تو عرفان حق کے سوا اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔لھٰذا یہاں سے وہ حقیقت کی طرف سفر کرنے لگتا ہے۔

سوال:قلبی یکسوئی اگر عمل مجاز ہے تو مجاز سے کیا حاصل ہوگا؟ جواب یکسوئی کے بعد انسان سے کرامتیں صادر ہونے لگتی ہیں یعنی سالک جب اپنے آپ پر قابو پاکر جب قلب بن جاتا ہے تو دوسرے کے قلب میں ڈھل کر اس کے دل کی حقیقت وارادوں سے اور اس سے صادر ہونے والے ہر فعل سے واقف ہوجاتا ہے۔تو کیا یہ بہت بڑا کام ہے؟ ہرگز نہیں! پختہ عزم کے ساتھ کوئی بھی ایک ہفتہ کے اندر قلبی یکسوئی حاصل کرسکتا ہے اور یہ کرامت اس سے صادر ہوسکتی ہے۔مگر ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ،،(حدیث پاک)استقامت کرامت سے افضل ہے۔یاد رکھنا چاہئے اگر سالک ایسی قوتوں کے جال میں پھنس کر رہ گیا تو عرفان حق سے ناآشنا ہوکر استدراج میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

قوتِ قلب کیا ہے؟

قوت قلب راہ فقر کی عظمت کا سرمایہ ہے،فقیر اس کی حفاظت جان دیکر بھی کرتا ہے۔یہ کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ تصور اور یکسوئی سے۔انسان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ظاہری و باطنی قوت کا سرچشمہ ہی قلب ہے۔نفس جب اس قوت پر غالب آکر باہر کی دنیا میں مصروف کرکے اندرونی قوتوں کو بھی مجاز میں مبتلا کرکے گمراہ کردیتا ہے۔مگر راہ سلوک کا سالک نفس کے خلاف مجاہدہ کرکے تمام ظاہری قوتوں کو تصور اور یکسوئی سے قبضہ کرکے باطنی قوتوں کے حوالے کردیتا ہے۔اور تمام باطنی قوتوں کی سرکشی کو ختم کرکے ہر قوت کو قلب میں ڈھال لیتا ہے۔یہاں صرف ایک قوی قلب رہ جاتا ہے۔نہ ظاہری قوت تقاضہ کرتی ہے نہ باطنی قوت فریب دیتی ہے۔صرف اور صرف قلب مظہر اسم قوی بن کر آئینے کی مانند چمکنے لگتا ہے،بس یہیں سے روح دیدار جمال یار میں مشغول ہوکر ترقی کرنے لگتی ہے۔لہٰذا جاننا چاہئیے کہ جس کعبہ پر اللہ تعالیٰ کی نظر سال میں ایک بار پڑتی ہے تو اسکی زیارت فرض ہوگئی۔اللہ !اللہ!! وہ دل جس پر اللہ کی نظر صبح شام تین سو ساٹھ بار پڑتی ہے اس کی زیارت تو بدرجہ اولیٰ کرنی چاہئیے ، کیونکہ جب بندہ مشاہدہ الٰہی میں ہوتا ہے تو اسکے لئے سارا جہاں حرم پاک ہوجاتا ہے،اور جب وہ محجوب ومہجور ہو تو اس کے لئے حرم بھی تاریک تر جگہ معلوم ہوتی ہے۔اس مقام تک پہنچنے کیلئے سالک کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئیے؟

حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''الایمان بین الخوف

والرجاء، ایمان خوف ورجا کے درمیان میں ہے۔تو سالک کو چاہئے کہ درمیانی راہ ایمان سے سرمو بھی نہ ہٹے، کیونکہ ایمان ہی اس راہ کی ابتداء ہے۔ابتداء ہی غلط ہوجائے تو انتہا کس طرح درست ہوسکتی ہے؟ مرکز قلب سے دو راستے نکلتے ہیں ایک ظاہری، ایک باطنی آپ کو چاہئیے کہ درمیانی راستہ اختیار کرے۔تاکہ آپ ظاہری اور باطنی آفات سے محفوظ رہ کر سراپا قلب بن جائیں۔نہ زیادہ کھائیں، نہ زیادہ بھوکے رہیں، نہ زیادہ سوئیں، نہ زیادہ جاگیں، نہ زیادہ محنت کریں، نہ زیادہ سست ہوجائیں، نہ زیادہ بولیں، نہ زیادہ خموش رہیں۔ہر چیز میں ہر بات میں اعتدال اس راہ کی شرط اول ہے۔ورنہ اگر جسم اذیت میں مبتلا ہوکر کمزور ہوجائے تو دماغ پہ ضعف کا حملہ ہوسکتا ایسی صورت میں سالک مجذوب بن کر گمراہ ہوسکتا ہے۔

ہزاروں اقسام کے علوم ہیں ہر علم کے لئے محنت اور تجربہ شرط ہے۔ایسا بھی کوئی علم ہے جو بغیر لگن اور محنت، بغیر تجربات کے حاصل ہوجائے۔ہر علم اپنا منفی اور مثبت پہلو رکھتا ہے، مضر اور مفید کے تجربات کے بعد انسان عالم بنتا ہے۔اگر میں دین وملت پر کچھ بولوں، تو مجھے میرے بول، میری تقریر، میرے تجربات، عمل پر مجبور کرتے ہیں یعنی میں اپنے علم پہ مکمل عمل کئے بغیر کچھ بول ہی نہیں سکتا، اور اگر بول بھی دیا تو سننے والے کو کچھ فائدہ نہ ہوگا؟ مشہور مقولہ ہے''اگر انسان یقین سے محروم ہوتا ہے تو اسکی بات اثر سے محروم ہوتی ہے''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں بولنے والا بیوقوف بنتا ہے یا سننے والا؟ یہ فیصلہ ہمیں خود کرلینا ہے۔یعنی بولنے والا اگر عالم ہے تو خود اسکا علم اسے نفع نہ پہنچا سکے تو سننے والے کو کیا نفع حاصل ہوگا؟ یہ تضیع اوقات ہے سالک کو چاہئے کہ ایسی گمراہی سے بچے۔''تخلقوا باخلاق اللّٰہ''اللہ کے صفات اپنے باطن میں پیدا کرو......یعنی اسماء وصفات کا مظہر بن جاؤ۔جاننا چاہئیے کہ خواہ تین سو پچاس اقسام کے علوم حاصل کرلے، جب تک وہ صفات علیم وخبیر کا مظہر نہیں بن

جاتا یا مظہریت اختیار نہیں کرلیتا تب تک اس کا علم عوام کیلئے بے اثر ہے۔ابلیس ان صفات مقدسہ کی مظہریت سے بے نصیب تھا، محنت کسب اور ترقی سے فرشتوں کا استاد بنا مگر انجام کیا ہوا؟

ماالفرق بین التصور والمراقبۃ :۔

راہ تصور میں سالک مکمل اعتدال اور وثوق کے ساتھ ابتدائی وقت میں خود اپنے قلبی بہاؤ پہ نظر رکھتا ہے۔یعنی سالک کو چاہئیے کہ تھوڑی دیر اپنی شہ رگ کے قریب جو اسم ''**ھو**'' کی صورت ہے، بس اس صورت پہ تصور کو مرکوز کرلے۔یہ بھی دیکھ لیں کہ ابتداء میں کس کس طرح کے خیالات سر اٹھاتے ہیں، اور کس کس طرح کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، کتنی دیر قائم رہتے ہیں اور کب ختم ہوتے ہیں، کب دوسرا خیال آتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے، ایک دوسرے خیال کا خاتمہ کرکے خود قائم ہونے کی کوشش کرتا ہے، تیسرا خیال اسے ختم کردیتا ہے بس یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئیے بس تماشہ دیکھتے ہوئے قلب کی بیماری کی تشخیص کرلینا چاہئیے، تاکہ یکسوئی کے ذریعہ اس کا علاج کیا جاسکے۔انشاءاللہ روزانہ صبح وشام دو گھنٹہ تک اس شغل میں آپ مشغول رہیں تو صرف ایک ہفتہ کے اندر تصور قائم ہوکر مکمل یکسوئی حاصل ہوجائیگی، اور اسم ''**ھو**'' سے آپ مسمّیٰ کی صورت کا مشاہدہ کرلیں گے۔تصور اور یکسوئی کے لئے مشق مرقوم افضل ترین عمل ہے۔

مطالعہ حیات ضروری ہے:۔

کامیاب سالک وہ ہے جو عناصر کے جال کو توڑ کر قلب پہ قابو پالیتا ہے بولنا، سننا، دیکھنا، دکھانے کی بے جا حرکت اور سبع صفات کی لذت پر مکمل کنٹرول ہونا

چاہیئے۔ بیرونی اور ظاہری خواہشات سے دل کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ تمامتر عبادات کا سرچشمہ جسم کو ٹھہرالینا اور قلب سے غافل ہوجانا عقلمندی نہیں ہے، ہمیشہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ جسمانی عبادات کا اثر دل پر مرتب ہورہا ہے یا نہیں۔ ورنہ تمام عبادات ثواب کی لالچ میں ضائع ہوجائینگی۔ آپ کو یہ جانچ لینا ہوگا کہ کون عالم ہے، فاضل ہے، مفتی اور محقق ہے، جسم یا قلب! اگر جسم مذکورہ علوم سے آشنا ہے اور قلب جاہل ہے تو تمام علوم تمہارے کس کام کے؟ ایسی صورت میں انسان کو چاہیئے کہ وہ جسم کی نہیں قلب کی اطاعت کرے۔

کیونکہ کتاب دل سے مفید کوئی کتاب نہیں، علم دل سے بڑا کوئی علم نہیں، کہ دل ہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ جب تک دل کی آنکھ نہیں کھل جاتی تب تک جسم اندھا ہی رہے گا۔ پیر باطن سے علوم، عبرت اور نصیحت سیکھنا چاہیئے ورنہ اپنے باہر کا مطالعہ بے کار، بے سود اور بے اثر ہو جائیگا۔ اپنے باہر کا علم، باہر والوں سے تو نے حاصل کیا! باہر والوں میں مشہور ہوا، علم باہر کا ہے، مکمل عمل اور اثر اندر پیدا ہونا دشوار ہے۔ جاننا چاہیئے علم عمل سے جدا نہیں ہوسکتا کیونکہ علم میں تین حروف ہیں، اور یہی تین حروف کی الٹ پلٹ سے عمل بنتا ہے اور یہ باہر کا ہے تو عمل بھی دل سے باہر رہتا ہے۔ کیا تو جانتا ہے؟ باہر کا صاحب علم صرف باہر کا اور ظاہر کا عالم ہوتا ہے۔ اللہ رب ذوالجلال تو عالم الغیب ہے۔ اور تیرا قلب اس کا مظہر ہے تو مظہر کا ظاہر خود اللہ ہے تو تُو مظہر خدا بن کر خدا سے یعنی عالم غیب سے غیب کا علم کیوں نہیں سیکھتا؟ علم غیب کو عالم غیب سے سیکھنا چاہیئے۔ یعنی خدا غیب ہے اور اس کا علم تمہیں ہے اور تیرا قلب بھی غیب ہے جو قالب کو ہرگز نظر نہیں آتا، کیونکہ وہ شکل وصورت سے خدا کی مانند پاک ومبرا ہے۔ معلوم ہوا کہ غیب کو غائب کردینے سے ایمان چلا جاتا ہے یعنی علم غیب کو غائب کردینے سے ایمان کہاں رہا! اس کا علم اگر غیب ہے تو اسے غائب سے ہی سیکھنا چاہیئے۔

افسوس انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو بحث کا موضوع بنا کر علم غیب حق کا ایسا فسانہ چھیڑا کہ جس میں ہزاروں کا ایمان بہہ گیا، ظالموں کو یہ بھی خبر نہ رہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی پاک شریعت کے ساتھ ظاہر وباہر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ومعرفت، مقام و مرتبہ سب کچھ غیب ہے، جسے عالم الغیب کے سوا کوئی نہیں جانتا! آپ کی حقیقت اور آپ کی حقیقت کا علم غیب ہے، اور آپ کا رب عالم الغیب ہے، کیا آپ نے حقیقت غیب اور غیب دانی کا علم عالم الغیب سے نہیں سیکھا ہوگا ! ورنہ عالم الغیب ہونا اور غیب کا علم نہ سکھانا اور خود کو عالم کہنا یہ تو اس کے اپنے علم کے خلاف ہوا اور یہ کیسے ممکن ہے کہ غیب غیب داں کے خلاف ہو! مذکورہ علوم کے رموز پانے کیلئے جب تک کتابِ دل نہیں کھلتی تب تک چاہے جسم لاکھ کتابیں پڑھ لے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ باہر کے علم پر قلب عمل کرسکتا ہے، کیونکہ قلب خدا نما ہے یہ خدا ہی سے علم پڑھتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ جب تک کتاب دل کے مطالعہ کا اثر انسان کی فطرت اور عناصر پہ مرتب نہیں ہوتا تب تک انسان اپنے باہر اور باہر والوں سے حاصل کیئے ہوئے علم سے نفع نہیں حاصل کرسکتا۔ اور اگر کیا بھی تو بہت کم اور عارضی اثر ہوگا۔ کیونکہ ہر قوت کا سرچشمہ تو دل ہے اور دل خدا کا عرش اور خدا نما ہے، یہ اگر علم حاصل کرے گا تو خدا سے ہی حاصل کرے گا اور باہر کے علم والے خدا کے غیر ہیں، تو بھلا دل خدا کے غیر سے کس طرح علم حاصل کرسکتا ہے؟ جب کہ یہ اصول ہی دل کی فطرت کے خلاف ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "العلم لیس بکثرۃ الروایۃ انما العلم نور یجعل اللہ فی القلب (رواہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ، وبن عدی فی کاملہ) علم کثرت روایت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ علم ایک نور ہے جسکو اللہ تعالیٰ قلب میں ڈال دیتا ہے...... غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے باہر انسانات، حیوانات، نباتات اور جمادات کی ایک دنیا ہے اور اس دنیا کا ہر علم انہیں مخلوقات سے متعلق ہے نہ کہ قلب سے! کیونکہ قلب اللہ کی

خاص جلوہ گاہ ہے، یہاں صرف اللہ کے جلوؤں کا علم ہوتا ہے۔ اللہ کو اللہ ہی کے علم کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ ہی کے علم وعرفان کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے۔ انہیں صاحبانِ قلب کیلئے اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے'' اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی'' سورۂ حجرات، پ ۲۶، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے چن لیا ہے...... اور یہ علوم مخصوصہ اللہ اور اللہ کے رسول کی حقیقت اور معرفت سے متعلق ہیں جو باطن اور قلب وغیب سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ اجسام عناصر سے! تو معلوم ہوا کہ علم قلب ہی علم خدا ہے، اور علم عناصر ونفس یا علم اجسام خدا کے علم کے ساتھ عناصر کی عقل کا خمیر ہے! اس خمیر سے جو علم وعقیدہ بنتا ہے وہ نسخ پذیر ہے جو کسی بھی طاقتور زبان سے منسوخ ہو جاتا ہے یا امت میں ایک نئے فرقہ کا موجب بنتا ہے، یعنی اللہ کو اللہ کے مظہر کے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور اللہ کا مظہر صرف اور صرف قلب ہے۔ اس لئے علم القلب کو (جو عین وحی کے مطابق ہے) علم خدا کہتے ہیں۔

قرآن، احادیث اور قلب یہ زندہ کتابیں ہیں، یہ زندہ علوم بھی ہیں، علماء بھی ہیں اور معلم بھی ہیں! ان علوم کے علاوہ کروڑوں کاغذی کتابیں انسان کو وہ نفع نہیں پہنچا سکتی جس سے قالب مطمئن ہو جائے! کیونکہ دیگر کاغذی کتابیں وہی بیان کرتی ہیں جسے ہم جیسے عناصر کے پتلوں نے اپنی عقل وفہم کے مطابق تحریر کیا ہے۔ مگر قلب کی کتاب خدا کی تحریر ہے! قلب کی کتاب، کتاب اللہ کی تصویر ہے! قلب کی کتاب محمد رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تنویر ہے۔ قلب کی کتاب وہبی صحیفہ ہے، قلب کی کتاب عنایات الٰہی کا خزینہ ہے، قلب کی کتاب معرفت الی اللہ کا زینہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ قلب کے باطن میں ایک خاص نمودار فرماتا ہے، چنانچہ حضور پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''علم الباطن سر من اسرار اللہ، وحکم من احکا م اللہ تعالیٰ یقذفہ فی قلوب من یشاء من عبادہ'' علم باطن اللہ کے رازوں میں سے ایک راز، اور اسکے احکام میں

سے ایک حکم ہے، اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے...... یہی وہ حکم خاص ہے کہ جسکا عامل فرشتوں کے صفات سے متصف ہو جاتا ہے، ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں کو انسانوں کی عقلوں نے تسلیم بھی کیا اور جھٹلا بھی دیا۔ کیونکہ ہر ایک کا پیمانہ اس کی اپنی عقل کے مطابق تھا، مگر کتاب قلب نے، علم قلب نے، اور عقل قلب نے، تمام انبیاء کرام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ لھٰذا حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: فَرِّغْ قَلْبَکَ الَّذِیْ ھُوَ بَیْتُ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، لَاتَدَعْ فِیْہِ غَیْرَہٗ، اپنے قلب کو خالی کر، کیونکہ وہ خدا کا گھر ہے، اسکے علاوہ اسمیں کوئی چیز مت رکھ، کیونکہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوتے ہیں، تو خدا تیرے گھر میں کس طرح داخل ہو سکتا ہے جب کہ اس میں بت اور تصاویر ہیں اور خدا کے سواء جو چیز اس میں ہے وہ بت ہے، تو تو بتوں کو توڑ اور اس گھر کو پاک کر تا کہ گھر والا گھر میں نظر آئے اور تو وہ عجائبات دیکھے اس سے پہلے جو تو نہ دیکھے۔ الفتح الربانی: ۳۰۷،

...☆☆☆☆☆...

﴿باب چہارم﴾

آداب راہ سلوک:۔

سالک کو چاہئیے کہ راہ سلوک میں قدم رکھنے سے پہلے مندرجہ ذیل آداب واخلاق اور اوصاف حمیدہ اپنے اندر پیدا کر لے!

(۱) زبان سے، ہاتھ سے، فعل سے، عقل سے کسی بھی انسان کی دل آزاری نہ کرے اور اپنے اندر جذبۂ عفو پیدا کرے۔

(۲) قول، فعل، اور عمل میں کسی کو جھوٹ نہ بولے، یا خاموشی اختیار کرے، یا ہمیشہ سچ بولیں اور سچ پر عمل کریں کیونکہ سچ حق ہے اور سالک راہ حق میں حق کا متلاشی ہے۔

(۳) قول، فعل اور عمل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہو اور ہرگز خلاف نہ ہو اگر عذراً، سہواً خطا ہوگئی ہو تو فوراً توبہ اور استغفار میں مشغول ہو جائیں اور سوم کلمہ کے ورد کو اپنا معمول بنا لیں۔

(۴) ذکر سے تقویٰ اور طہارت حاصل کرنے کے بعد فکر یعنی تصور شیخ میں مشغول ہو کر سانسوں اور قلب پر قابو پالینے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

(۵) حرص، حسد، تکبر، چوری اور چغل خوری جیسے امراض خواہشات میں پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ان خرافات سے قول فعل اور عمل کو خالص خدا کے لئے محفوظ رکھنا چاہیئے!

(۶) خدا سے انعامات حاصل کرنے کی تمنا رکھنے والے سالک خدا کے بندوں سے تحائف چندہ اور انعامات ہرگز قبول نہ کرے، کیونکہ اللہ پاک ہے اور دنیا کے طالب ناپاک ہوتے ہیں! ناپاک سے پاک چیز کب میسر آسکتی ہے۔ اللہ پاک کے طالب کو دنیا کے طالب سے انعامات کی تمنا رکھنا گناہ عظیم ہے۔

(۷) جسم اور جسم کی ہر خواہش کو اللہ کے سپرد کر کے فارغ ہو جائیں وہ چاہے پوری کرے یا نہ کرے، مزاج اور فطرت میں کوئی فرق نہ آئے۔ جسم اور شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہوئے، آب توبہ سے ہمیشہ غسل وضو کرتے رہنا چاہیئے، زندہ رہنے کیلئے غذا کھائیں نہ کہ کھانے کیلئے زندہ رہیں۔ اور غذا نہ حرام کی ہو نہ مشکوک۔

(۸) ظاہری اور باطنی عبادات میں چوری نہ کرے، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز خلاف نہ ہو۔ پنجوقتہ نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے! اس عمل سے انسان

میں صبر اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے! عبادات میں بے اصولی جذبات اور جلد بازی کو ہرگز شامل نہ ہونے دیں، ورنہ عبادات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

(۹) قلب کو دائرہ قلب سے ہرگز باہر جانے نہ دیں، قلب کا مقام باطن ہے کبھی ظاہر کی طرف رجوع نہ کرنے دیں۔ کبھی کبھی قلب کا امتحان لیتے رہیں یعنی قلب کو قلب کی حالت پر آزاد چھوڑ کر دیکھیں کہ اس کا بہاؤ یار، رجحان کس طرف ہے تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

(۱۰) کبھی کبھی قلب کو کسی شئی پہ مرکوز کر کے دیکھیں کہ قلب اس کی صورت اختیار کر کے وہ شئی میں تبدیل ہوتا ہے یا نہیں؟ اسکے لئے بہتر طریقہ ہمارا بتایا ہوا نقش مرقوم ہے۔

(۱۱) سالک اگر سلوک کے ذریعہ اللہ کی امانت کو اللہ تک پہونچانا چاہتا ہے یا خود پہونچنا چاہتا ہے تو دل کا قوی، ارادوں کا مضبوط، عقل سلیم رکھنے والا ہونا چاہیئے نیز اس راہ کے امتحانات کا سامنا کرنے کا حوصلہ رکھے۔

(۱۲) بہت کھانا، بہت کم کھانا، بہت سونا، بہت کم سونا، صحت سے غافل ہونا، خون کے دباؤ کا کم ہونا، (low b.p) بہت زیادہ جذباتی ہونا، وغیرہ اس کی راہ میں ناکامی کی نشانیاں ہیں۔

(۱۳) جہل چنچل پن، کاہلی، شہوت کی زیادتی، اس راہ کی بڑی رکاوٹیں ہیں، انہیں دور کر کے سالک کو قدم رکھنا چاہیئے۔

(۱۴) قلب اور قالب کی طہارت کو عرفان کا زینہ سمجھنا چاہیئے۔ ہر نجاست ترقیات کو زوال میں بدل دیتی ہے اس بات کا ضرور خیال رکھیں۔

(۱۵) سالک کو تصور یا شغل میں مشغول ہونے کے بعد کئی تجلیات کئی مقامات کی زیارتیں ہوتی ہیں اور یہ دیر یا بھی نہیں ہوتیں، ہر روز توبہ و استغفا کرنا چاہیئے۔ یہ دور آزمائش ہے ثابت قدمی اور استقامت انتہائی ضروری ہے۔ انشاء اللہ ایک دن ضرور گوہر مقصود ہاتھ آئے گا۔

(۱۶) دکھ اور سکھ میں، صحت ہو یا معمولی بیماری یا بیماری کے ازالہ کے بعد تصور شیخ یا مراقبہ میں ناغہ سے گریز کریں۔

(۱۷) دیدار جمال یار، فنافی اللہ بقاباللہ کے مقامات، کامل مراقبہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

تاجدار انبیاء امام المرسلین ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو مکارم اخلاق کی جامع وصیت فرمائی: (اور یہ سالکین کے لئے انتہائی کارآمد اور سرچشمہ ہدایت ہے) ۱) خوف خدا اختیار کرو ۲) ہمیشہ سچ بولو ۳) ایفائے عہد کرو ۴) امانت ادا کرو ۵) خیانت نہ کرو ۶) ہمسایہ کی خبر گیری کرو ۷) یتیموں پر رحم کرو ۸) نرم گفتار بنو ۹) سلام میں پہل کرو ۱۰) حسن عمل کرو ۱۱) امیدوں کو مختصر کرو ۱۲) ایمان پر مستقیم رہو ۱۳) قرآن میں غور کرو ۱۴) آخرت سے محبت رکھو ۱۵) حساب آخرت کے خیال سے گریہ وزاری کرو ۱۶) تواضع اختیار کرو ۱۷) بردبار شخص کو گالی نہ دو اور سچ بولنے والے کو نہ جھٹلاؤ ۱۸) گناہ گار کی اطاعت اور امام عادل کی نافرمانی نہ کرو اور زمین پر فساد برپا نہ کرو ۱۹) شجر حجر اور زمین سے گذرتے وقت اللہ سے ڈرو ۲۰) ہر گناہ پر توبہ کرو اگر پوشیدہ کیا ہے تو پوشیدہ، اگر اعلانیہ کیا ہے تو اعلانیہ، ان تمام ہدایات اور نصائح پر عمل پیرا ہو کر ریاء اور تکبر جیسی مہلک بیماری سے محفوظ رہنے کی پوری کوشش کریں کیونکہ یہ اعمال بارگاہ خداوندی سے مردود کر دیتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ " انہ لایحب المتکبرین " بیشک اللہ متکبر لوگوں کو محبوب نہیں رکھتا...... الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین " کیا جہنم متکبرین (غرور کرنے والوں) کا ٹھکانہ نہیں ہے؟......اور حدیث قدسی میں خود ارشاد فرماتا ہے " الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحد منھما قصمہ " کبریائی میری چادر ہے، عظمت و بزرگی میرا الباس ہے، پس جس نے ان دونوں میں سے کسی کو لینے کی خواہش کی تو میں اسکو پاش پاش کر دوں گا۔

صورت قلب:۔

قلب کی چار صورتیں ہوتی ہیں (۱) سوچنے سمجھنے، جاننے اور پہچاننے والا دل۔ اس صورت پر اگر سالک قابو نہیں پالیتا یا صورت کو جب تک اپنا نہیں لیتا تب تک اس صورت کی تمام صلاحیتیں بے کار ہو جاتی ہیں۔ اور اگر سالک اس صورت پر قابو پالیتا ہے تو یہ ایک عظیم قوت ہے۔

(۲) قلب کی دوسری صورت، عقل، خواہش اور ہوش ہے۔ سالک کو چاہئے کہ عقل اور ہوش پہ قابو پالے اور خواہش کو دور کر دے تاکہ کامیابی میسر آئے۔

(۳) قلب کی تیسری صورت "میں اور صرف میں،، کی انا ہے" انا،، اک سر ہے اور سر سر ہو ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اپنی انا کو فنا کر کے آگے کی طرف سفر کرے۔

(۴) قلب کی چوتھی صورت۔ عقل ہے اور انسان ہزاروں قوتوں کا مجموعہ ہے ہر قوت عقل کی محتاج ہے۔ عقل کیا ہے؟ قلب کا نور ہے۔ تمام قوتیں ستاروں کی مانند ہوتی ہیں اور عقل سورج کی مانند۔ عقل کو کئی صورتوں میں تبدیل ہونے سے روکنے کا نام راہ سلوک ہے! جس طرح چاند کا عکس جھیل کی لہروں میں بٹ کر ٹکڑے ہو جاتا ہے اسی طرح روح کا عکس بھی دل کی لہروں میں بٹ کر ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلب کی تمام لہریں قلب ہی میں غائب ہو جاتی ہیں جو قلب آئینے کی مانند ٹھہر جاتا ہے اس وقت روح کا دیدار ہوتا ہے۔ اور قلب وہ عظیم شئی ہے جسکے متعلق حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: ائے اللہ ہر بادشاہ کا ایک خزانہ ہوتا ہے، تو تیرا خزانہ کیا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا" ولی خزانۃ اعظم من العرش اوسع من الکرسی واطیب من الجنۃ وانور من الشمس ھی قلب المؤمن " میرا ایک خزانہ جو عرش سے عظیم تر ہے، کرسی سے وسیع تر ہے، جنت سے خوبتر ہے، سورج سے زیادہ روشن و تابناک ہے اور وہ بندۂ مومن کا دل ہے۔

تصوراور تنہائی:۔

ائے سالک تیرے باہر جو کچھ ہے وہ خدا کی قدرت ہے اور تیرے اندر خود خدا ہے"وفی انفسکم افلا تبصرونَ ،، وہ تمہاری جانوں میں ہے تم دیکھتے کیوں نہیں؟ تیرے باہر اگر تو خدا کو دیکھنا چاہتا ہے تو یہ دشوار ترین عمل ہے۔ یہ تیرا تن اس کا حجرہ ہے تو جو اپنے اندر سفر کرتا ہے اور جو دیکھتا ہے اس کا دھندلا سا عکس یہ دنیا ہے! دیدار جمال الٰہی اس وقت ممکن ہے جب تو تیرے اندر کی تمام قوتوں پر قابو پا کر قلب کے حوالے کر دیتا ہے۔ائے سالک جب تو اپنی روح کو پہچان لیتا ہے تو عالم ارواح کی ہر روح کو پہچان لے گا!"اَلستُ بربّکم ،، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں کہ صدائے حق سن کر تیری روح"قالوا بلیٰ،' بے شک تو ہمارا رب ہے...... کے ترنم کے ساتھ رقص کر رہی ہوگی۔ تیری روح ولایت قلب کے دلکش حسین نظاروں میں جھوم رہی ہوگی۔

حق حق ہے! حق میں تضاد نہیں حق میں بھید بھاؤ نہیں ،حق ہر ایک حق پرست کے لئے ہے۔مکمل سکون اور اطمینان سے تصور شیخ حق میں مشغول ہو جا ،قلب کو اس کا مظہر بنا ،وہ ظاہر ہو جائے گا اگر قلب اس کی مظہریت اختیار کرنے سے عاجز ہے یا ناقص ہے تو تُو ظاہر وہ باطن ہو جائے گا۔"من عرف ربه فقد کَلّ لِسانهٗ ،، جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوئی......ائے بحث اور مباحثہ کے عالم ،ائے مقرر،ائے مناظر ،کیوں اپنی قوت علم کو اپنی گفتار میں ضائع کرتا ہے؟ کیوں اس قوت کو عمل میں تبدیل کر کے خموشی کے حوالے نہیں کر دیتا؟ تو کیا جانے سکون اور خموشی کی اہمیت کو! تیرے قلب کو چاہئے تھا کہ ہر قوت پہ قابو پالے مگر افسوس تیرا قلب تیری تقریر کے ساتھ بہتا چلا جا رہا ہے۔

علم تصوراور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم:۔

غمض عینیک یاعلی واسمع فی قلبک لاالٰه الا الله محمد رسول الله"،ائے علی اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرو اور اپنے قلب میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز سنو!ائے طالب اللہ ! موت اور حیات کے درمیان تیری یہ دنیا ایک تجربہ گاہ ہے،میں نے اپنے آپ پر تجربہ کیا ہے،اپنے قلب پر تجربہ کیا،حق حق ہے،میں ولایت قلب میں پہنچ کر تجلیات کے شعلوں میں جل جل کر اس کے دیدار سے سرفراز ہوں ،افسوس یہ دنیا اور دنیا دار بسا اوقات میرا مذاق اڑاتے ہیں !ائے طالب اللہ تو بھی کر کے دیکھ جو کل کرنا ہے آج کر لے،آج جب کل ہو جائے گا کفِ افسوس ملتا رہ جائے گا۔بادشاہ مہربان ہے،عبادت کی رشوت نہ دے،اس کی مہربانی کے لطف کے ساتھ مظہر لطیف بن کر اس کے حوالے ہو جا،پھر قبر وحشر کے،والبعث بعدالموت کے تمام چکروں سے آزاد ہو جائے گا!اس لئے تجھے باخبر ہو جانا چاہیئے چونکہ فرمان الٰہی ہے "اِنَّ بطشَ ربکَ لَشدیدٌ" پ۳۰ سورۂ بروج :: تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔ورنہ اس ارشاد پاک کے مطابق تیری سخت ترین گرفت ہوگی۔

مقصد حیات کیا ہے؟

دیدارحق ہے"الطرُق الی الله بعدد انفاس الخلائق،' اللہ تک پہونچنے کے راستے مخلوقات کی سانسوں کے برابر ہیں......مگر ان راہوں میں چار راہیں بالکل آسان ہیں!

(۱) عبادت اور فرض شناسی انسان کو حق تک پہونچا دیتی ہے وہ اگر پیر کامل نہیں رکھتا تب بھی مرتبہ تلمیذ الرحمٰن پر آ کر خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ کی راہ سے خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

(۲) یقین کامل اور عشق کی راہ سے سالک مقام حق تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔مگر اس راہ میں

سخت ترین مراحل سے گذرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے!

(۳) قلب کے مظہریت حق قبول کرنے تک نفس کے خلاف جومجاہدہ کرکے کامیاب ہوتا ہے وہ یقیناً حق تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔

(۴) جس عالم کا علم، عرفان حق کی صورت قبول کرلیتا ہے وہ حق پسند، حق تک پہنچ جاتا ہے ورنہ خالص گفتار کا غازی اپنی باتوں میں تقریروں میں خود الجھ کر اپنی اور رب کے عرفان سے محروم رہجاتا ہے، لہٰذا بات ہر بات کو نہیں کہتے بات کا سرچشمہ اگر خود پرست نفس ہے تو سننے والے کے حق میں یہ زہر ہلاہل ہے۔اور اگر بات قلب سلیم سے نکل رہی ہے تو یہ بات نہیں آب حیات کی حسین بوند ہے جو دل میں اُتر کر دل کو زندگی عطا کرتی ہے. ایک بات وہ ہے جو انسان کو فرعون کے مانند زہریلا بنادیتی ہے. ایک بات وہ ہے. جو انسان کو خضر علیہ السلام کے مانند بنادیتی ہے. بات علم ہے 'بات زکر ہے 'بات حمد وثنا ہے 'بات عبادت ہے 'بات اسم اللہ ہے 'بات اسم اعظم ہے 'بات حق ہے اور اگر بات حق ہے تو حق کے سواء جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

بات ہیرا ہے بات موتی ہے
بات مشکل سے بات ہوتی ہے
بات ہر بات کو نہیں کہتے
بات ام الکتاب ہوتی ہے

(سلیمان خطیب)

تو بات کیسی ہونی چاہیئے؟ بات "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی مانند ذات وصفات کے عرفان سے لبریز ہونی چاہیئے، بات سورۂ فاتح کی مانند فتح مبین عطا کرنے والی ہو، بات سورۂ اخلاص کے مانند خلوص کے موتیوں کی مالا کی مانند دلکش ہونی چاہیئے" لِمَ تَقُوْلُوْنَ مالاَ تَفْعَلُوْنَ

"وہ بات کیوں کرتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ بے مقصد جیا تو نہ زندگی کا معنیٰ حاصل ہوگا اور نہ موت سے مراد حاصل ہوگی، یہ زندگی اور موت کیا ہے؟ ہرآدمی خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، ذکر موت پر برجستہ کہتا ہے کہ موت حق ہے! اگر موت حق ہے تو موت کی ضد زندگی کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ باطل ہے ایک حق 'ایک باطل'" اِناَ لِلّٰہِ وَ اِنَآ اِلَیْہِ رَا جِعُوْنَ (بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے ا) معلوم ہوا کے زندگی کا رخ دنیا کی طرف ہے اور موت کا رخ اللہ کی طرف۔

" الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب " موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملادیتی ہے......"قُلْ ھُوَا اللّٰہُ اَحَدْ. (آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے) ایک سے وعدہ کرکے یعنی اَلَسْتُ بِرَ بِّکُم کے جواب میں بلیٰ کہنا ! ایک سے محبت کا دعویٰ کرکے دوسرا چاہنا؟ کیا یہ بغاوت نہیں ہے! ایک شریف عورت کا اپنے شوہر سے عقد کے بعد غیر سے تعلق کیا معنیٰ؟ اور اس کی سزا سنگسار ہے..نعوذ باللہ! اللہ سے عہد کے بعد انسان اللہ کے غیر سے تعلقات قائم کرکے انسانیت کی شرافت کے خلاف جیا اور مرا تو انجام کیا ہوگا؟ یا صرف دنیا کی محبت میں جیا اور مرا تو تجھے کیا حاصل ہوگا۔ جانتا ہے یہ دنیا کیا ہے؟ یہ دنیا کیا ہے؟ فرعون، نمرود، ھامان، ابوجہل، ابولھب، شمر ویزید پلید اور ابلیس کا جھوٹا برتن ہے، یا جھوٹن ہے۔" اَلدّنیاَ کُلُّھاَ ظُلْمَۃٌ." "دنیا سراسر ظلمت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَلدُّنیاَ جِیْفَۃٌ وَ طاَلِبُھاَ کِلاَبٌ (دنیا مردار ہے اور دنیا کا طلبگار کتا ہے) جاننا چاہیے کہ یہی وہ کتا ہے جسکی تصویر، یا وہ بذات خود جس گھر میں رہتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے!

خدا کیا ہے اور کیسا ہے:۔

’’اللّٰہ نور السمٰوات والارض‘‘ خدا نور ہے! بلکہ نورعلیٰ نور ہے، وہ کیسا ہے؟ وہ الفاظ وہ عبارات میں نہیں سما سکتا! ہمیں کیا معلوم کہ پھول میں خوشبو کیسی ہے؟ شہد میں شفاء کیسی ہے، چاند میں جمال کیسا ہے، سورج میں جلال کیسا ہے، مجنون میں عشق کیسا ہے، اور لیلیٰ میں حُسن کیسا ہے! مگر وہ تجھ میں ہے وہ مجھ میں ہے، وہ تیری ذات کے لفظ میں معنیٰ کے جیسا ہے، وہ ہر ذات کے آئینے میں نور کے جیسا ہے، مگر افسوس میرا دل اس سنسار کے جنجال میں پھنس کر ہر لمحہ شہد سمجھکر زہر پی رہا ہے. موت واقع ہونے کو ہے یہ تیرا میرا سنسار ہی میری قبر بنانے کو ہے. مجھے مٹی میں ملانے کو ہے، پھر بھی مجھے ہوش نہیں، مجھے تو چاہیئے تھا کہ (مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ) کا عرفان حاصل کر کے میں دریا کی وہ سیپ بن جاتا جو آب نیساں کے ایک قطرے کے انتظار میں منہ کھولے رہتی ہے۔ خدا کے سواء گوہر مقصود کون ہوسکتا ہے، وہی پانی میں ہے، وہی موتی میں ہے۔

فقر کا مستحق کون ہے ؟

مریدی پیری، فقر اور فقیری اللہ کے رازوں میں سے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے نُورٌ علیٰ نُور۔ ’’یَھدِیْ اللّٰہُ لِنُوْرِہ مَن یشاء‘‘ اور اللہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے...... ہر کوئی نور سے متصف نہیں ہوسکتا، اک عناصر کا پتلا فقیری اور درویشی کا سوانگ بھرا تو کیا ہوا؟ ایسے لوگ انار کے مانند ہوتے ہیں، خواہ انار کو سونے کے صندوق میں بند رکھے یہ اوپر سے خوشنما ہی رہے گا مگر اندر سڑ گل جائیگا! بالکل اسی طرح بزدل انسان فقیری کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا. یہ فاتحہ سے پہلے ہی تبرک کو جھوٹا کر دیگا، کمزور، بے اصول، بزدل، کے جسم پر لباس فقر زیب نہیں

دیتا، چرب زبان، چاپلوس، گانجہ، شراب اور نامحرمات کو محفل میں مدعو کر کے گانے بجانے میں مصروف رہنے والا پیر فقیر کس طرح ہوسکتا ہے؟ فقیر وہ ہے جس کا علم، قول، فعل، اور عمل، سورۂ اخلاص کی تفسیر ہو! ایسے فقیر کی جس نے دل آزاری کی اس نے خدا کی دل آزاری کی، مانا کہ وہ خدا نہیں، مگر وہ خدا نما ہوتا ہے۔ ’’لِسَانُ الْفُقَرَاءِ سَیْفُ الرَّحْمٰنِ‘‘۔ (فقیر کی زبان اللہ کی تلوار ہوتی ہے' حدیث پاک‘‘) لھٰذا عام انسان کو چاہیئے کہ اپنی گردن کو فقیر کی تلوار کی زد میں نہ لائے۔ نیز نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے’’رب اشعث اغبر ذی طمرین لایعبأبہ لو اقسم علی اللہ لابرہ‘‘ بکثرت بندگان خدا پریشان حال، غبار آلود بال بکھرے، کپڑے پھٹے، ایسے ہیں جنگی لوگ پرواہ نہیں کرتے اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ اسکو ضرور پورا کرتا ہے...... بسا اوقات علماء شریعت انکے ظاہر کے حال کو دیکھ کر فتویٰ صادر کر دیتے ہیں اور انکے باطن کی جانب کوری نگاہ سے بھی نہیں دیکھتے، عوام کی شریعت اور ہوتی ہے، خواص کی شریعت اور ہوتی ہے، عوام تاویل اور حیلۂ شرعیہ کی آڑ میں دنیوی مفاد حاصل کر لیتی ہے، خواص حضرات شریعت کو صراطِ مستقیم کا قائم مقام سمجھ کر حق کی طرف اپنے نیک سفر کی ابتداء کرتے ہیں۔ خواص کے لئے اپنا مفاد حاصل کرنے کیلئے تاویل یا بہانہ کر لینا جائز نہیں ہے۔ مثلاً’’ اُقتلوا الْمُوْذِیَ قَبْلَ الْاِیْذٰی‘‘ (موذی کو قتل کروا ایذا دینے سے پہلے)‘‘ حدیث نبوی ﷺ‘‘ یہ حکم سن کر عوام موذی درندے سانپ اور بچھو کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مگر خواص اپنے تن میں جو موذی نفس امارہ ہے اس کے قتل کی تدبیروں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ عوام بھوکے فقیر کو در سے آگے بڑھا دیتی ہے، مگر خواص ’وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ‘‘ اور سائل کو مت جھڑکو...... پر نظر رکھتے ہیں اولیاء اللہ کے ہمراز اور ہم نشیں فقیر کو در سے لوٹا دینا، اور مزارات جو کھا نہیں سکتے ان کے سامنے عمدہ قسم کی مٹھائیاں شیرینی اور میوہ جات رکھنا کیا یہ نمائش

نہیں ہے؟ایسی حرکتوں سے نہ اولیاء خوش ہوتے ہیں اور نہ اللہ خوش ہوتا ہے۔جو فقیر سلطان الفقر کے نام کا کفن (خرقہ) پہن لیتا ہے وہ ہر حال میں اللہ کے فقیر کو پہچان لیتا ہے.خواہ وہ زمین پر حاضر ہو یا غائب۔اللہ کی پہچان کا دعویٰ کرنے والا اگر اللہ کے فقیر کو نہ پہچانے تو یہ دعویٰ فضول ہے سمجھ لو یہ وہ اندھا ہے جس کے ہاتھ میں آئینہ دیا گیا ہے۔یا اس کے ہاتھ میں دولت کی لکیر تو ہے عمر کی لکیر ندارد ! کاغذ یا کینوس کے بغیر تصویر بنانا ممکن ہی نہیں، پھول کے بغیر شہد حاصل کرنا ممکن نہیں، زمین کے بغیر فصل اگانا ممکن نہیں، فقیر کے وجود کے بغیر اللہ کا دیدار کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ وہ ہر صورت، شکل، روپ، رنگ اور آکار سے آزاد ہے۔اس آزاد کا دیدار تو آئینہ فقر و فقیر میں ہی ممکن ہے.کچھ لوگ جو قرآن پڑھتے ہیں، حدیث پڑھتے ہیں، فقہ اور تفسیر پڑھتے ہیں، مگر ان اثرات دل پر مرتب ہوتے ہیں نہ جسم پر، ایسوں کی علمیت اور فضیلت ایک فریب ہے، جو عوام کو شکار کرتے ہیں، نہ علم سے قلب پر قابو رکھ سکتے ہیں! نہ نفس پر! ایسا شخص خواہ لاکھ عبادت کرے، خواہ ہزاروں حج کرے بے سود ہے، قول کے مطابق اگر عمل نہیں، علم کے مطابق اگر دل نہیں تو یہ بدنصیبی ہے! کیا کیا جائے! اے طالب اللہ ! عالم فرشتگان اور عالم برزخ صرف وہاں ہی نہیں! یہاں بھی عالم مثال ہے! حق بولنا، حق سننا اور حق کے کام کرنا ہی عالم فرشتگان کی مانند ہے! جھوٹ اور باطل ہی عالم دنیا ہے۔حسن اخلاق کو ہی جنت کہتے ہیں.اخلاق رزیلہ کو جہنم کہتے ہیں.اور ان باتوں کو جانچنے کا پیمانہ خود انسان ہے۔نفس بڑا عیار ہے ظاہری اور باطنی مجاہدہ کے بغیر یہ قلب کی اطاعت ہرگز تسلیم نہیں کرتا، ظاہری عبادات کے ہتھیار سے تو نفس بالکل بے خوف رہتا ہے۔سانپ کو اس کے گھروندہ میں رکھ کر، گھروندہ پر لاٹھیاں چلاتے رہنے سے سانپ کب مرتا ہے، سانپ کو مارنا ہو تو سانپ کو باہر نکال کر مارو یا اندرونی حملہ کرو۔سانپ جیسے نفس کو یعنی اس روح کو جو نفس کی اطاعت کرتی ہو اس کو قابو کئے بغیر کوئی ذکر اور فکر مراقبہ و مجاہدہ فائدہ نہیں دیتا۔

اے طالب خدا ! جب تک دل میں پرائے دھن اور پرائی عورت کی تمنا ہے تب تک اس کیلئے نہ عبادات فائدہ دیتے ہیں، اور نہ روزہ، نہ زکوۃ، نہ حج۔ان اعمال سے خاطر خواہ فوائد حاصل کئے بغیر یہ تمام فرائض رسم بن کر رہ جاتے ہیں، اور یہ رسمیں بس نمائش ہیں۔مجھے نفس جیسے موذی سانپ سے بہت ڈر لگتا ہے، آگ، ہوا، پانی اور تیر و تبر سے جتنا خوف نہیں ہوتا اتنا پرائے دھن اور پرائی عورت کے نام سے لگتا ہے۔اے طالب خدا! پرائی عورت پر نظر ڈال کے شیطان نے کیا پایا؟ پرائے دھن اور پرائی عورت کی لالچ اور خواہش سے توبہ کرو تم اگر پرائے مال پر ہاتھ ڈالو گے ظالم اور سفاک ہو جاؤ گے۔رحم کرو ! رحم ہی دین اسلام کی بنیاد ہے ہر ایک پہ رحم کرنا چاہیے اس کے بغیر انسان فقیر نہیں بن سکتا۔

وہ فقیر بن جسکے فقر پر محبوب فخر کرے:۔

علم کو عمل میں، عمل کو ذکر میں، ذکر کو فکر میں، فکر کو تصور میں، تصور کو مراقبہ میں، مراقبہ کو قرب میں فنا کر دو تو حید مطلق ظاہر ہو جائے گی، سب کو ایک نظر سے ایک دیکھ کیونکہ وہ ایک ہے ایک کو پسند کرتا ہے دوئی کو ترک کر دے جب تک دوئی باقی ہے، محفلیں سجانا سماع کے نام پر گانا بجانا، خود ناچنا اور دوسروں کو نچانا، کوئی فائدہ نہ دیگا۔فقیر بن سلطان الفقر کی خدمت میں فقر کا نذرانہ پیش کر، بغیر عشق کے گانا بجانا ناچنا نچانا کچھ بھی اچھا نہیں لگتا! گیت اور قصہ خوانی اچھی نہیں لگتی۔

اے فقیر! عاشق بن تیری باتوں میں اسکے اسم ذات کا آبِ حیات ہو، تیری آنکھوں میں اس کے نور کی تنویر ہو، تیرے کانوں میں اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ کی صداء گونج رہی ہو، تیرے ہونٹوں پہ قالُوا بلیٰ کے ترانے ہوں، تیرے دل میں صرف وہی ہو اور اس کی یاد ہو! خَادِمُ الۡفُقَرَاءِ سَیِّدُ الۡقَوۡمِ (فقیروں کا خادم قوم کا سردار ہوتا ہے) اے سالک راہِ خدا غیر اللہ کی طرف جانے والی راہ پر چلنے سے بہتر ہے کہ تو ہاتھ پاؤں سے اپاہج ہو جائے، اے سالک راہ خدا! غیر اللہ کو

دیکھ کر محظوظ ہونے والی آنکھوں کے ہونے سے اندھا ہونا بہتر ہے، غیر اللہ کی آواز سننے والے کانوں سے بہرا ہونا بہتر ہے۔کل کی مصیبت اور مشکل آج ہی آجائے، آج اگر آنا ہے تو ابھی آجائے، ان آفات سے کیوں ڈرنا چاہیئے۔سبھی جانتے ہیں کہ زندگی کے ساتھ موت کا وقت بھی پیدا ہوتا ہے، حکم قضاء وقدر کا تو لوٹانا انتہائی دشوار ہے، عناصر کے جنگل میں خواہشات کے کانٹوں سے بچنا یہ مردوں کا کام ہے، در بدر بھٹکنے والے کب محفوظ رہ سکتے ہیں، مگر اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو وہ شخص سایائے امن وامان میں آجاتا ہے۔"وماتوفیقی الا باللہ" یاد رہے پیر کامل کو توفیق کہتے ہیں، یعنی جسے پیر کامل حاصل ہے وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ سالک کا سرمایا نیک گمان ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے"ترجمہ: "انا عند ظن العبد بی" میں بندہ کے گمان سے قریب تر ہوں، سالک مرید کو چاہیئے کہ پیر کی ہر ادا سے درس عبرت اور مقام حاصل کرے۔جب پیر سو رہا ہو تو یعنی پیر کی نیند کو دیدار جمالِ الٰہی میں محویت تصور کرنا چاہیئے، پیر جب نیند سے بیدار ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ شرف معراج ولایت حاصل کرکے پیر لوٹ آیا ہے۔اگر پیر چلے تو سمجھنا چاہیئے کہ ہر قدم پر ایک حج ادا کر رہا ہے، اگر پیر بولے تو سمجھنا چاہیئے کہ ام الکتاب بول رہی ہے، اور پیر کے وجود کو بارگاہِ خداوندی سمجھنا چاہیئے۔اے اللہ کے نیک بندے تو دنیا پہ نظر مت ڈال، گھر میں چراغ جل رہا ہو تو یہ ضروری ہے، ٹھیک ہے! اس چراغ سے اگر گھر ہی جل رہا ہو تو کیا کیا جائے؟ یا اس گھر کے جلنے سے ساری زمین جل رہی ہو تو کیا کیا جائے؟ کھیت ہے باڑ لگائی تا کہ آوارہ جانور نہ چرے۔حفاظت کے برعکس اگر باڑ ہی کھیت کو چرنے لگے تو کیا کیا جائے؟ ماں کے دودھ کو بچہ آب حیات سمجھکر پیتا ہے اگر یہ زہر بن جائے تو کیا کیا جائے؟ اے سالک یہ تمام حالات تیرے باہر کی دنیا کے ہیں، ہم اگر اندر یا من کی کیفیت پہ نظر ڈالیں تو من گلیر کے پھل کی مانند ہے جس کو توڑنے کے بعد صرف کیڑے نکل آتے ہیں! یہ خواہشات کے

کیڑے تیرے باطن کو تباہ کر رہے ہیں۔اسلیئے اسکے دفعیہ کی خود ترکیب نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ پیر کامل کے سپرد ہوجانا چاہیئے، تاکہ وہ مکمل تشخیص کے بعد علاج کرسکے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ،، شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہے جیسے نبی اپنے امتیوں میں ...... تن پیر کامل کو دیدو، من خدا کو دیدو، اور دھن اس فقیر کو دیدو جو تمہیں اللہ کے جانب سے آزمانے کیلئے آتا ہے۔جب تک سالک ان تینوں مراحل سے گزر کر آزاد نہیں ہوجاتا ہر عبادت اس کے اور اسکے رب کے درمیان دیوار بن کر حائل ہوجاتی ہے۔سالک تن دیگر نفس کی قید سے، من دیگر "انا" کی قید سے اور دھن دیگر حرص کی قید سے جب رہا ہوجاتا ہے تو اس کیلئے دیدارِ جمالِ الٰہی کا در کھل جاتا ہے۔

پیر کی محبت خدا کی محبت کا زینہ ہے:۔

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ،، شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہے جیسے نبی اپنے امتیوں میں ...... نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "من رانی فقد راء الحق" جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا...... یہ بحث ہم نے کی ہے یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہی نہیں بلکہ ایک لائحہ عمل ہے۔ سوائے اسلام کے دنیا کا ہر مذہب یہ اقرار کرتا ہے کہ خدا کو نہ دیکھا جاسکتا ہے اور نہ سمجھا جاسکتا ہے۔ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ ایسا کوئی دھرم گرو، یا دین دھرم کا پیشواء نہ ہوا جو خدا کا پتہ دے سکے۔اگر اس قول کو سچ مان لیا جائے تو یہ گیان (عرفان) ہے، یا اگیان (جہل) ہے؟ ہر دھرم اسکے ہونے کی نشاندہی اگر صرف مثالوں سے کر رہا ہے جیسے پھول میں وہ خوشبو کی طرح ہے، یا وہ پانی میں آگ کی طرح ہے، اس حقیقت کو ماننے کے باوجود ان مثالوں سے اس کا عرفان یا گیان کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ مگر میرے بھائی اسلام وہ مذہب ہے جو اپنے پیروکار کو حق تک

پہنچادیتا ہے۔

پیر مخبر حقیقت ہوتا ہے:۔

میرا پیر، لوحِ محفوظ، لوحِ ضمیر اور لوحِ قلب کا پڑھنے والا ہے (مست الست سیّد عبد السلام شافعیؒ) وہ پیروں کے پیر، دستگیروں کے دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا رازدار ہے، تینوں زمانوں کی خبر دینے والا میرا پیر اس مقام کی بھی خبر دیتا ہے جہاں اثر بے اثر، علم بے علم، عمل بے عمل، عبادت بے عبادت، دعا بے دعا، ہستی صفر، اور صفر بے صفر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اے طالب اللہ اگر تجھے حقیقت میں اللہ کی طلب ہے تو تو ظاہر کو خدمت خلق کے لئے وقف کر دینا چاہیئے ظاہری و باطنی اعمال میں اس طرح مصروف رہنا چاہیئے کہ تمہیں اپنے ہونے کا احساس بھی نہ ہو یعنی خواہ ظاہری عمل ہو یا باطنی عمل، خود کو کسی بھی عمل میں شریک نہیں کرنا چاہیئے، یہاں تم نہ ہو نگے، فاعل وہی رہیگا، خدا کو اس طرح یاد کرنا چاہیئے، کہ خود کو اس یاد کی خبر ہو نہ فرشتوں کو یاد کرنے والے کے حال کی خبر ہو۔ ورنہ سالک پانچ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوگا جس کا علاج پیر کامل کے سوا ممکن نہیں، اے نادان انسان خدا نے تجھ پر امانت کا اک بوجھ رکھا ہے، یہ اسکا قرض ہے جسکا ادا کرنا تجھ پر فرض ہے۔ نفس کی قید سے آزادی محال ہے، تو نفس کو ہی قیدی بنالے اور قالب کے حوالے کر دے، ایک روح رہ جاتی ہے، یہ تحفہ بھی قلب کی بارگاہ میں پیش کر دے قلب کو اس بے چہرہ بے نشان ذات کے حوالے کر دے جس کا چہرہ قلب ہے، ہر پانی موتی نہیں بن سکتا، موتی پانی نہیں بن سکتا، ہاں مگر پانی پر ایک کرم کی ساعت غالب آتی ہے جسے سواتی کہتے ہیں یا آب نیساں کہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کامل پیر کی توفیق کے کرم سے حق کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ یاد رہے جب تک وہ تجھ سے راضی نہیں ہو جاتا تب تک تو اس کے کرم کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

قلب و قالب کے اعتبارات و منازل:۔

قلب کیا ہے؟ قلب مومن خدا کا محل ہے، قلب کافر تاریک اور نار کا محل ہے، اور نار کی اصل بھی تاریک ہے، قلب اگر نور کا محل ہے تو یہ جنّتی ہے، اگر نار کا محل ہے تو کیا کہا جائے؟ تاریکی جس گھر کا مقدر بن چکی ہو وہاں چراغ جلانے سے کیا فائدہ؟ قلب اگر تاریک ہے (قالب میں علمِ قلب کا چراغ جلاؤ) یا عقل باطن کا چراغ جلاؤ، ورنہ علمِ قالب (علمِ ظاہر) کی روشنی کو قلب قبول نہیں کر سکتا کیونکہ قالب قلب سے آزاد ہے تو نفس کا غلام بن جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ علمِ قالب علمِ نفس ہے، علمِ قلب علمِ الٰہی ہے، ہاں اگر قلب منوّر ہے قالب کو مجبور کرتا ہے کہ وہ قلب کے نور کو قبول کرے، روح اگر جہنمی ہے اور قالب کا علم اگر جنّتی ہے تو علم بے بس ہو جاتا ہے کیوں کہ علم کا تقاضہ عمل ہے، بغیر عمل کے علم ایک فریب کی مانند ہے، روح اگر جنتی ہے اور قالب کا علم و عمل جہنّمی ہے تو قلب اپنی قوت سے قالب کی حالت کو اپنی خواہش کے مطابق بدل لیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب تک قلب کی محبت میں فنا ہو کر قلب کی شکل اختیار نہیں کر لیتا تب تک قالب کی کسی نیکی کسی عبادت کا اثر قلب قبول نہیں کرتا ! کیوں کہ قالب قلب کی ضد ہے! اور عنصر آگ ہے۔

اے طالب خدا! کیا تجھے قلب کی حقیقت اور معرفت کا علم ہے؟ اگر نہیں ہے تو قلب کی زمین پر پیر و مرشد نام کا بیج بونا چاہیئے اور جب یہ بیج ایک پودا، پھر ایک ایسے درخت کی شکل اختیار کرے گا جس کی جڑیں تحت الثریٰ میں اور شاخیں ساتویں آسمانوں کے عروش سے گزر کر مقام قرب پر فرش بن رہی ہونگی، اس شجر پر اسماء اور صفات حق کے پھول اور اللہ کی ذات کا پھل لگا ہوا ہوگا، جس نے اس پھل کا دیدار کیا اس نے پھل کا ذائقہ چکھا اور جس نے ذائقہ چکھا وہ فنا ہو گیا جو

فنا ہوگیا وہ بقا ہوگیا جو بقا ہوگیا وہ خود اور خدا کے عرفان سے واقف ہوگیا اور یہ عرفان سالک کو اپنے پیر کی ذات سے حاصل ہوتا ہے، اس راہ کے سالک کو چاہیئے کہ اپنے باہر اور باہر والوں کی فکر ہرگز نہ کرے کیونکہ یہ راستہ ہر فکر سے نجات پانے کا ہے. ظاہر اور باہر کے معاملات سے گریز کرنا چاہیئے، ظاہر کی پابندی صرف قالب کی طہارت کے لئے ہے، ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ طہارت ہرگز نہ ٹوٹنے پائے، تو اگر باہر کی دنیا سے دولت کمایا ہے زمین جائیداد کمایا ہے، شہرت ،عزت کمایا ہے، علم اور فقہ کمایا ہے، اور خود کو اس دنیا کا کامیاب ترین شخص سمجھا ہے تو یہ غلط ہے! کیونکہ تو انتہائی مفلس ہے۔ کیونکہ تیری دولت سے کچھ حاصل کرنے کیلئے تیرے در پہ کوئی فقیر، کوئی بھکاری اور نہ کوئی سائل آیا! تیری جائیداد کو نظر اُٹھا کر دیکھنے والا کوئی فقیر بھی نہ آیا، کیا کبھی تو نے اپنی اوقات کا جائزہ لیا ہے کہ تو کس قدر غریب اور کنگال ہے۔ پیاسا جب بھرے ہوئے میٹھے پانی کے کنویں پر جاتا ہے کنواں نہ پیاسے کی ذات پوچھتا ہے، نہ نیکی بدی پوچھتا ہے، نہ پیاسے کی نیت جانچنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ پانی لیکر کیا کرے گا، کنویں میں یہ سب اوصاف کہاں سے آے؟ صرف سخاوت کی وجہ سے! ایک تو بھی ہے کہ خدا سے دور خدا کے خزانوں پر سانپ بن کر بیٹھا ہوا ہے، علم سے عالم، فقہ سے فقیہ، تیرا علم تیرا فقہ تیری تقریر میں دلچسپ فن بن گیا لوگ پسند کرنے لگے تو نے اللہ کے نام کو چند پیسوں کیلئے بیچا اور دولت مند بن گیا۔ وَ لَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَناً قَلِيْلاً (اللہ کی آیات کو تھوڑی قیمت کے لئے مت بیچو) اس حکم الٰہی سے بغاوت اور دنیا کے ساتھ ساز باز! خدا کب خوش ہوگا، تیری باتیں فضول ہیں کیونکہ باتوں کے معنیٰ سے نہ تجھے عزت حاصل ہوئی اور نہ خود تُو تیری تقریر کا معنیٰ بن سکا، دکھاوا قصیدہ گوئی نعت گوئی، قصہ گوئی میں بھی تو نے فن کی دنیا کا ایک فنکار بن گیا مگر افسوس تیری اپنی گائیکی تیری ذات پر اثر انداز نہ ہوسکی! تو نے اپنی آواز کے جادو کو نعت شریف اور قصیدہ گوئی کی آڑ میں C.D آڑیو ، اور ویڈیو کیسٹ بنا

کر مارکیٹ میں نیلام کر دیا اور بھر پور دولت دنیا کمایا اور آخرت کی نہ فکر لاحق رہی نہ غیرت آئی۔ اے مغنی تو ایسے دس لاکھ گیت گالے تیرا دل اور تیری ذات اگر تیرے گائے ہوئے گیتوں کا معنیٰ نہ بن سکی تو تو قیامت تک سر مار لے خدا تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اگر تمہارا یہی حال رہا تو غور سے سن لو حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے " لاتطمع فی المنزلۃ عند اللہ و انت ترید منزلۃ عند الناس " اگر تو لوگوں کے پاس قدر و منزلت چاہتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں قدر و منزلت کی امید نہ رکھ......

تعمیر واحترامِ مساجد :۔

"اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ" اللہ کی مساجد کو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اے اللہ کے نیک بندو! تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس زمین پر سب سے پہلی اسلامی مسجد کے معمار ہیں، نبی کریم ﷺ آپکی ظاہری حیات طیبہ کے تیئیس سالوں میں مساجد تعمیر کئے گئے، پھر آپکے بعد آپکے ارشادِ عالیہ کے مطابق کئی مساجد خیر القرون میں تعمیر کئے گئے! جب خلافت راشدہ ،خلافت اسلام میں ڈھلی اور خلافت اسلام بادشاہت اور ملوکیت میں ڈھلی تب بھی مساجد تعمیر کئے گئے، اور آج جب کے بادشاہت اور ملوکیت کا دور قریب قریب ختم ہو چکا۔ عوام نے تعمیراتِ مساجد کا کام جاری رکھا، آج ہماری بنائی ہوئی مساجد میں نمازیں پڑھنے کا ثواب کچھ اور ہے ،صحابہ کرام اور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ہی کچھ اور ہے۔ ایسا کیوں؟ جبکہ تمام مکانات اللہ کے ہیں ہر جگہ اللہ کی ذات برابر ہے، ایسا تو نہیں ہے کہ وہ کہیں کم ہے کہیں زیادہ ہے؟ ہرگز نہیں وہ ہر جگہ موجود ہے، تو ثواب میں فرق کیوں؟ ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک! نبی کریم ﷺ پاک، قرآن پاک، صاحب قران پاک

!دین پاک ایمان پاک ہے اوران تمام پاکیزگی کے معیار کے مجموعہ کا نام ہے مسجد نبوی ﷺ !
خلفاء راشدین کا جب دور آیا تو مسجد نبوی ﷺ کے تقدس کے معیار کے مطابق مساجد تعمیر کئے گئے، پھر جب ملوکیت اور بادشاہت کا دور آیا تو مساجد کی تعمیرات کا وہ تقدس برقرار نہ رہا، جس کو غلامانِ مصطفےٰ ﷺ نے برقرار رکھا تھا(کمزور حکمرانوں نے ظلم و بربریت کی آڑ میں اسکی رعایا کو تباہ وتاراج کر کے جابرانہ قبضہ کے ساتھ اپنی حکومت کی سرحدوں کو وسیع کرنا شروع کیا ! برائے نام اور چاپلوس قاضی، خطیب، علماء، فقہاء درباروں کی زینت بنے ہوئے تھے، بادشاہوں کی جی حضوری کرنا ان حضرات کا شیوہ رہا ہے! ظالم و جابر حکمرانوں کو حرام و حلال کی تمیز، شریعت مطہرہ کا پاس ولحاظ ہی کہاں ہوتا تھا۔ بس کسی نے سفارش کردی ! کہ جہاں پناہ....... یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے یا مسلمان یہاں آکر بس رہے ہیں، تو شاہی فرمان جاری ہوجاتا کہ ہمارے درباری رتن (علماء) جہاں جہاں چاہتے ہیں وہاں مسجدیں تعمیر کردو! بس ان معمار بادشاہوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ زمین پر اپنی تعمیر کا نشان اس لئے چھوڑ دو تا کہ انکو تاریخ فراموش نہ کرسکے۔

ان بادشاہوں کے برعکس علماء کاملین اور صوفیانِ کرام نے بھی مساجد کی تعمیرات میں حصّہ لیا ہے اوران حضرات کی تعمیر کردہ مساجد کا تقدس نبی کریم ﷺ کے عشق سے گوندھا ہوا تھا۔المختصر یہ سلسلہ صدیوں تک چلا پھر جب بادشاہت وملوکیت کا دور ختم ہوا تو عوام الناس کا بول بالا شروع ہوگیا، عوام نے ہرانسان کو آزادیٔ فکروخیال کا خصوصی اختیار دیدیا، اور اظہار خیال کی نوعیت خواہ کیسی بھی ہو یا کسی بھی دین و دھرم کے متعلق ہو وہ کرسکتا ہے کیوں کے یہ اسکا اپنا حق ہے۔ اگر انسان کو کسی دھرم کے کچھ اُصول پسند نہیں آئے تو اپنی پسند کے اصول کو اخذ کر کے ناپسند کو چھوڑ کر ایک فرقہ بھی تعمیر کرسکتا ہے، عوام الناس میں عوام کے دئے ہوئے اختیار کا استعمال ہر فرقہ نے اس قدر کیا کہ بس مسجدوں کا ایک جال بچھادیا گیا اوران مسجدوں کے جال میں شکار کو پھنسا لینے کی ایک

کوشش کا نام تبلیغ دین رکھ لیا گیا! ان مساجد کو آباد کرنے والوں میں اختلافات، ٹکراؤ، اور نفرت اسقدر بڑھ گئی کہ ایک مسجد سے دوسری مسجد کے نمازیوں پر فتوے دئے جارہے ہیں، دوسری مسجد سے پہلی مسجد پر جواباً فتوے صادر کئے جارہے ہیں! کسی ایک فرقہ نے اگر ایک مسجد بنالی تو دوسرا فرقہ اس مسجد کے سامنے راتوں رات دوسری مسجد کھڑی کرلیتا ہے، ان مساجد میں عبادت کم اور سیاست زیادہ ہورہی ہے، مساجد کی نمائش اور تعمیر تجارت بنتی جارہی ہے۔ حرام وحلال کی تمیز کو بالائے طاق رکھ کر کسی سے بھی تعمیر مسجد کے نام پر چندہ لیا جارہا ہے، منبر و محراب بنائے جارہے ہیں، کوئی مسجد کا عہدہ دیتے وقت، یا نماز پڑھنے پڑھانے کیلئے، یا شادی بیاہ ونماز جنازہ کیلئے، اور دیگر اسلامی کاموں میں پوری تفتیش کی جاتی ہے کہ دیکھو کس جماعت کا آدمی ہے؟ کس فرقہ سے اسکا تعلق ہے؟ مگر جب مسجد ومدرسہ کی تعمیر یا تزئین کا معاملہ ہوتا ہے تو انکے متعلق تفتیش کی بات تو درکنار پوری تفصیل وتحقیق سے اس بات کی خبر رہنے کے باوجود کہ فلاں آدمی اپنا نہیں ہے، باطل فرقوں سے اسکا تعلق ہے، پھر بھی اس سے اچھا خاصہ روپیہ پیسہ یا تعمیری چیزیں حاصل کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی نظروں میں بذات خود وہ بدعقیدہ، باطل، اور گستاخ انبیاء واولیاء ہے مگر اسکا پیسہ اسکے ذاتی چیزیں سب کچھ حلال و پاکیزہ ہیں، بھولے سے بھی اس پر ناجائز وحرام کا فتویٰ نہیں لگایا جاتا، گرچہ اسکی ذات پر ڈھیر سارے فتوے کیوں نہ لگائے جائیں، اللہ کی پناہ...... مسجد میں چندہ پٹھیاں گھمائی جاتی ہیں۔ چندہ دار، دو پانچ دس یا پچاس جتنا چاہے پیٹھی میں ڈال دیتا ہے، یہاں چندہ دار کا فرقہ نہیں دیکھا جاتا، جماعت نہیں پوچھی جاتی، ذریعہ معاش حرام ہے یا حلال یہ بھی نہیں پوچھا جاتا، چندہ دینے والا چندہ دینے کے بعد یا پہلے سود خور ہوسکتا ہے! یا جواری! کوئی بھی ہوسکتا ہے کسی بھی فرقہ کا ہوسکتا ہے! مگر اس کا چندہ کوئی بھی جماعت نہیں رکھتا وہ حرام کا ہے یا حلال کا، یہ جاننے کی ضرورت کا محتاج بھی نہیں ہوتا، یعنی پیسے کا کوئی دین دھرم نہیں ہو

تا، پیسہ دینے والا خواہ جہنمی کیوں نہ ہو دینے والے کا پیسہ ضرور جنتی ہوسکتا ہے۔ پھر بھی لمبی چوڑی دعائیں مانگی جاتی ہیں، اس امید کے ساتھ کہ یہ تمام دعائیں قبول ہورہی ہیں! ان دعاؤں کو سن کر شرم سے ممبرلرز جائے یا محراب کانپ جائے، امام کی دعاؤں پہ آمین کہنے والے بس جھومتے رہتے ہیں کہ آج ساری دعائیں قبول ہوگئیں۔اے اللہ کے بندو! اللہ نے قرآن مجید میں اعلان کیا ہے کہ مسجدیں دوطرح کی ہوتی ہیں، ایک مسجد نبوی ﷺ اور ایک مسجد ضرارہ یعنی ایک مسجد المسلمین دوسری مسجد المنافقین،

مسجد المسلمین یہ وہ مسجدیں ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف منسوب کرلیا ہے، یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بیوت ہیں، جن کو غلامان مصطفےٰ ﷺ تعمیر کرتے ہیں، اور یہ مساجد کی صفت ، یہ ہے کہ جسکی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ''لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه رجال یحبون ان یتطهروا و الله یحب المطهرین " سورۂ توبہ، بیشک وہ مسجد جسکی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے پہلے ہی دن سے اس بات کی مستحق تھی کہ آپ اس میں قیام فرمائیں، اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں کہ جو چاہتے ہیں کہ خوب ہی پاک وصاف ہوں اور اللہ اہلِ طہارت کو دوست رکھتا ہے......نیز ارشاد فرماتا ہے'' ونزعنا مافی صدورهم اخوانا علی سرر متقلبین پ۵، رکوع ۱۴، اور ہم ان کے سینوں سے کینہ اور نجش نکال دیتے ہیں، وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں......سبحان اللہ ایسے مساجد کے نمازیوں کا حال بمصداق'' کانهم بنیان مرصوص " وہ مؤمنین ایسے متحد و متفق اور اس قدر مضبوط ہیں جیسے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار......

دوسری مسجد المنافقین ہے جو اللہ کے محبوب ﷺ کے غدار، اور منافق تعمیر کرتے ہیں اس

مسجد کو مسجد ضرارہ کہتے ہیں۔اور اس مسجد کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہرگز پسند نہیں فرمایا اسے توڑ پھوڑ کر زمین بوس کر کے پلیدی پھینکی گئی۔ جہاں بے شرم بے غیرت یہودی نما وہابی نے دوبارہ مسجد بنالیا اور ایسی مسجدوں کے تعمیرات کے لئے فنڈس فراہم کرتا ہے۔'' تحسبهم جمیعا و قلوبهم شتی " (سورۂ حشر، آیت ۱۴) تم انکو متفق پاتے ہو حالانکہ انکے دل پراگندہ ہیں ...... یہ مسجد المنافقین کے نمازیوں کا حال ہے، ومن الناس من یقول آمنا بالله وبالیوم الآخر وماهم بمؤمنین ۰ یخدعون الله والذین آمنوا ومایخدعون الا انفسهم ومایشعرون " لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیا چاہتے ہیں اور وہ دھوکہ نہیں دیتے ہیں مگر خود ہی کو اور انہیں اسکا شعور نہیں......اے اللہ کے بندو! زمین پر مسجدوں کے نام پر سیاست کر کے امت میں منافرت مت پھیلاؤ! پہلے یہ دیکھ لو کہ ہماری مسجد، مسجد نبوی ﷺ کے تقدس پر پوری اترتی ہے یا نہیں اس کی تعمیر میں حلال اور مطلق حلال کمائی لگی ہے، یا منافقوں کی، نبی کے دشمنوں کی کمائی لگی ہوئی ہے ضرور جانچ لیں! یہ بھی ضرور دیکھ لیں کہ ہم جس مسجد کو تعمیر کر کے جنّتی ہونے کی آرزو رکھتے ہیں کہیں وہ مسجد ضرارہ تو نہیں؟ کہ جہاں دعا قبول ہونے کے بجائے ہم عذاب الٰہی میں مبتلاء نہ ہو جائیں، مسجدیں خواہ چھوٹی کیوں نہ ہوں! اس کی تعمیر کے لئے آنے والا پیسہ متقیوں، پرہیزگاروں اور مؤمنین سے لیا جانا چاہیئے! دنیادار، انا پرست، دین کے ساتھ سیاست کرنے والے، سودخور، جواری اور رشوت خور سے ہرگز نہ لیا جائے پھر دیکھئے کہ آپکی دعائیں قبول ہوتی ہیں یا نہیں !

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اۓ اللہ میں بہت غریب ہوں:۔

میں نے تیری زمین پر کوئی مسجد تیرے لئے نہیں تعمیر کیا، نہ میں وہ اثاثہ رکھتا ہوں جس سے تیرا گھر تعمیر کرسکوں مگر میں نے تیری قدرت کا مشاہدہ کرلیا ہے، تیری ایک حکمت کو میں جان گیا ہوں! اس لئے اپنے قالب کو مسجد بنالیا ہے، پاؤں کو ستون، ہاتھوں کو مینار، اور سر کو گنبد نما چھت بنا لیا ہے۔تن کے مصلّے پر روح کے امام کے پیچھے اعضاء اور جوارح کے ساتھ نماز ادا کرنے کی کوشش کرر ہا ہوں. بس تو قبول فرما اور راضی ہوجا! تیری رضا ہی میری عبادت کا منشاء ہے، مجھے وہ فقیر بنا جو دھن سے غریب ہو اور تن سے وفادار ہو اور من سے شریف ہو۔میری صورت اگر تیری صورت ہے! تو میری بات تیری بات میری ذات تیری ذات کا پرتو ہونی چاہیئے، اگر میں یہ نہ ہوا تو میرے ہونے سے نہ ہونا اچھا ہے۔ ؎ ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا ؟

اۓ اللہ مجھے تیرے محبوب کی اس دعا کی تصویر بنادے، آپ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے"

اللھم اجعلنی من الذین اذا اُحسنوا استبشروا و اذا ساؤا استغفروا "اۓ اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے جو اچھا کام کرکے خوش ہوتے ہیں اور جب ان سے برائی سرزد ہوتی ہے تو استغفار کرتے ہیں......

•••☆☆☆☆☆☆•••

﴿باب پنجم﴾

ما الفرق بین التصور و التوجه :۔

تصور میں صُور ہی صورت ہے،توجہ میں وَجْہ ہی صورت ہے،مگر تصور سالک کے لئے راہ سلوک کا ابتدائی مرحلہ ہے،تصور کی پہلی حالت مشق تصور ہے اس حالت میں سالک کا من اکثر ادھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے اور وساوس کا غلبہ رہتا ہے،اور سالک ان نفسانی وساوس کے ساتھ نبرد آزما ہوکر کامیابی کے ساتھ قلبی استقرار حاصل کرلیتا ہے،جس سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے،اور یکسوئی جب مستقیم ہوتی ہے تو قلب صراط مستقیم پر آجاتا ہے،سالک جب مکمل یکسوئی کے شغل تصور میں مشغول ہوجاتا ہے،نہ اسے اپنے وجود کی مطلق خبر رہتی ہے اور نہ ہی وقت کا پتہ چلتا ہے،اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ایک گہری نیند میں جاچکا ہے، جب وہ اس عمل سے باہر آتا ہے تو اسے کچھ بھی یاد نہیں رہتا.اس مقام پر سالک کو پیر کی اشد ضرورت ہوتی ہے کیونکہ سالک ایک لمبی مشقت یعنی (گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ) کے بعد خالی ہاتھ لوٹ آیا ہے ایک عالم سے دوسرے عالم میں ،ایک حال سے دوسرے حال میں جانے کے باوجود نہ کچھ نظر آیا نہ اس نے کچھ پایا! بسا اوقات اکثر سالک کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ سوکر جاگا ہے۔کیوں کہ وہ یہاں " سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ " ترجمہ:اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں،تاکہ انکے لئے واضح ہوجاۓ کہ یہی حق ہے......! کہ اس وعدہ الٰہی کا منتظر رہ کر ان نشانیوں کو ملاحظہ کرنا چاہتا ہے.! جب کہ اس نے نہ کچھ دیکھا، نہ اسے کچھ یاد رہا تو اکثر سالکین مایوس ہوکر شغل ترک کردیتے ہیں۔ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے کیوں کہ یہی وہ پہلا وار ہے جو نفس پر کارگر ثابت ہوتا ہے۔یاد رہے عقل نفسانی یعنی عقل ظاہر کو نفس کہتے ہیں جب عقل

ظاہر مکمل سوجاتی ہے، تواس کی عارضی موت ہوجاتی ہے۔ روح اپنے معشوق کی تلاش میں بے چین ہوکر یاجب اسے نہیں پاتی ہے تو ایک مایوسی چھاجاتی ہے اوراس طرح چندروز یا ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد مجبور ہوکر قلب کی طرف آہستہ آہستہ رجوع ہونے لگتی ہے، اور جب روح کو قدرت الٰہی کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو وہ سب کچھ وعدۂ ازلی کے ساتھ یاد آنے لگتا ہے۔ جب شغل سے سالک باہر آتا ہے تو نفس بیدار ہوکر معمور ہوجاتا ہے۔ بسا اوقات مایوس رہتا ہے کیوں کہ اس کا عاشق یعنی روح کا تعاون دنیوی معاملات میں نہیں پاتا اور نفس بھی دنیا کی لذتوں سے بیزار ہونے لگتا ہے، بالآخر روح کی محبت اور فراق میں مجبور ہوکر قلب کی اطاعت کے لئے تیار ہوجاتا ہے، اور اپنے عاشق کی تلاش میں نفس بھی قلب کی طرف رجوع ہوجاتا ہے. اور دیکھتا ہے کے روح جو اس کی عاشق تھی کائناتِ قلب میں یا آئینۂ قلب میں معشوق حقیقی کے دیدار میں مشغول ہونے کی کوشش کررہی ہے. مجازی معشوق یعنی نفس اپنے عاشق کو پانے کی کوشش میں مذہب قلب اختیار کرکے جب مکمل اطاعت کرتا ہے تو قطرہ سمندر میں جاکر سمندر کی صورت اختیار کرلیتا ہے، یعنی نفس خود قلب کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ بس اس سے آگے کچھ نہیں کہنا ہے! بس دیدار ہی دیدار عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔ تصور کی اس حالت کو مراقبہ کہتے ہیں، قرآنی اصطلاح میں اس عمل کو عمل صالح سے بارہا خطاب کیا گیا ہے، یہی وہ عمل صالح ہے جس کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے اپنی عزیز ترین دختر نیک اختر سے ارشاد فرمایا! اے فاطمہ یہ سوچ کر نہ رہ جانا کہ تمہارے والد ماجد رسول اللہ ﷺ ہیں، عمل کرو، عمل کرو، عمل کرو۔ یعنی باپ کی شفقت اور محبت اگر شریعت ہے تو عمل صالح یعنی مراقبہ کے ذریعہ اپنے والد ماجد کے عرفان سے واقف ہوجاؤ. کیونکہ (من رانی فقد راء الحق) حضور پاک ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا! حق کیا ہے؟ اسم ذات ہے! اسم ذات نور ہے، اور نور نورذاتِ صفات ہے، یعنی جس نے مجھے دیکھا

اس نے حق کو دیکھا! مراقبہ ہی عمل صالحہ ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا''

غمض عینیک یاعلی واسمع فی قلبک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ''

اے علی اپنی دونوں آنکھیں بند کرو اور اپنے قلب میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز سنو! معلوم ہوا کہ یہی مراقبہ ہے اور یہی عمل صالح ہے اور اسی کو تصدیق بالقلب بھی کہتے ہیں۔

انکشاف توجہ:۔

جب سالک تصور میں پختہ اور کامیاب ہوجاتا ہے تو مقام پیری پر آجاتا ہے، ایسا سالک جب اسم اللہ ذات کے تصور سے کسی بھی چیز پر توجہ دینا چاہتا ہے، اس چیز کی صورت کو تصورِ اسم اللہ ذات سے اپنے قبضہ میں لاکر امر کرتا ہے، یعنی کُن کہتا ہے تو دیر یا سویر وہ چیز ہوکر ہی رہتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کامیاب سالک صرف اپنے ہی نفس پر امیر نہیں ہوتا وہ کائنات کی کسی بھی چیز پر امیر ہوجاتا ہے۔ ''من لہُ المولیٰ فلہُ الکُل'' جو مولیٰ کا ہوجاتا ہے سب کچھ اس کا ہوجاتا ہے۔ توجہ سے کرامت کا حصول ہوتا ہے، اور یہ انتہائی خطرناک مقام ہے، اکثر وبیشتر سالکین اس مقام میں آکر کرامت کے دھوکہ میں بدعت اور استدراج میں پھنس جاتے ہیں، یاد رہے علم ظاہر میں جو بدعت کی اصطلاح استعمال کی جارہی ہے در اصل وہ استدراج تھا جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا''اَھلُ البدعۃ کلابُ النّار''یعنی بدعتی جہنم کے کتے ہیں...... آپ نے تنبیہ فرمائی ہے وہابیوں نے باطنی استدراج کی بدعت کو ظاہری اور دنیوی دینی معاملات میں فتویٰ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینھم ماءً غدقا '' اگر وہ لوگ طریقت پر مستقیم رہیں تو ہم انہیں (جنت کے پانی سے) بھر بھر کر پلائیں گے......

نبی کریم ﷺ نے توجہ یعنی مقامِ کرامت کے تعلق سے سالکینِ راہ خدا کو تنبیہ فرمائی "الاستقامۃفوق الکرامۃ" استقامت کرامت سے افضل ہے استقامت فنافی اللہ،اور بقاباللہ کا مقام ہے۔ کرامت جب فنافی اللہ بقاباللہ سے صادر ہوتی ہے تو استدراج سے پاک ہوتی ہے۔اور عین منشاءالٰہی کے مطابق ہوتی ہے،کرامت کا صدور بھی منشاءالٰہی کے مطابق ہوتا ہے ،اللہ کا ولی اگر چاہے تو مقام استقامت میں مقیم رہ سکتا ہے یا چاہے تو اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانے کے لئے یا دین وایمان کے تحفظ کے لئے مقام کرامت میں آجاتا ہے جس طرح میرے آقا ومولیٰ خواجہ خواجگان، ہندالولی، عطائے رسول، معین الدین حسن سنجریؒ نے ایک چھوٹے سے پیالے میں انا ساگر کے پورے پانی کو سمولیا اور جب چاہا پیالہ الٹ دیا تو پھرانا ساگر کو بھر دیا یہ کرامت ہے اور عین منشاءالٰہی ہے۔ دوسری طرف میدان کربلا میں فرزندرسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے کہ یزیدیوں نے نہرفرات پر پہرہ لگا دیا جس میں اہل بیت اطہار تمام کے تمام بڑے تو بڑے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی تین دن سے پیاسے تھے، پیاس سے زبانیں سوکھ چکی تھیں کیا حضرت امام حسین کے پاس کوئی ایسا پیالہ نہیں تھا جو نہرفرات کو اپنے اندر سمولیتا! کیا آپ چاہتے تو نہرفرات کو اپنی طرف موڑنہیں سکتے تھے! بے شک آپ یہ سب کچھ کرنے پر قادر تھے، مگر آپ نے نہیں کیا! حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر من وسلویٰ اترتا تھا! کیا آپ کی ذات پر جنّت سے کوثر وتسنیم نہیں اتر سکتے تھے؟ بے شک اتر سکتے تھے! مگر نہیں! کیونکہ آپ مقام استقامت میں تھے اور یہ استقامت کرامت سے افضل.....!عین منشاءالٰہی کے مطابق تھی ورنہ کرامت کا مقام تو آپکی ٹھوکروں کا محتاج تھا آپ زمین پر ایک ٹھوکر لگا دیتے تو کوثر وتسنیم کے جھرنے پھوٹ پڑتے ،جبکہ آپ کے بعد آپ ہی کے ہزاروں عاشق غلاموں سے ایک ایک ساعت میں حیرت انگیز خوارق عادت افعال صادر ہوئے ہیں، آپ تو آقا تھے آپ چاہتے تو کیا کچھ نہیں کر سکتے تھے؟ بس

تاریخ کائنات میں آپکے صبر سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ توجہ سے قوتِ کرامات حاصل ہوتی ہے اور کرامت دوقسم پر منقسم ہے ایک کسبی ،دوسری وہبی، لھٰذا سالک کو چاہیئے کے کسب میں محنت نہ کرے نہ عطائی کی تمنا کرے ،صرف اور صرف منشاءالٰہی کی تکمیل میں اپنی استطاعت کے مطابق مصروف ہو جائے ورنہ کسی طریقہ سے کرامت کا صدور کونسا بڑا کام ہے، یہ صرف ساتھ دنوں کا عمل ہے،توجہ دراصل تصرف کا اختیار ہے جب سالک کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے تب بھی مالک کے ساتھ راضی برضا رہنا چاہیئے مالک کی ملکیت میں تصرف کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے جب تک کہ خود مالک نہ چاہے!

توجہ کا عمل کس طرح کرنا چاہیئے؟

جاننا چاہیئے کہ قادری سالک پانچوں مکانات کا سیاح ہوتا ہے چاہے وہ خدا کے ساتھ خاص ہوجائے یا عوام کے ساتھ عام ہوجائے ،مگر اسم اللہ کی مظہریت سے کبھی آزاد نہیں ہوتا! سالک کو چاہیئے کے توجہ سے پہلے اسم اللہ کا مظہر بنکر یعنی اسم "ھو" میں غرق ہوکر یعنی اسم "ھو" کا لباس پہن کر یعنی تحت قبائی سے منزہ ہوکر کسی کی طرف متوجہ ہو، مثلاً کوئی بیمار ہے شفاء کی نیت ہو تو مریض کے وجود کو اپنی توجہ یعنی اسم "ھو" کے قبضہ میں لاکر اسم "ھو" کی شفاء سے تصرف کرنا چاہیئے ،بس مرض ختم ہوکر مریض شفاءیاب ہوجائیگا!بس اسی طریقہ سے توجہ اور تصرف سے منشاء الٰہی کے مطابق مصروف ہونا چاہیئے .اگر قادری فقیر چاہے تو اس توجہ کے عمل سے راجہ کو رنک اور رنک کو راجہ بنا سکتا ہے، یاد رہے اگر شخص حاضر نہیں غائب ہے تب بھی اس کی صورت کو توجہ میں لاکر تصرف کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتا ہے، جس طرح خواجہ اجمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ہم نے راجہ پتھورا کو زندہ گرفتار کروادیا چنانچہ یہ توجہ کا عمل ہی تھا کہ چند ہی دنوں میں راجہ گرفتار ہوگیا۔

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ"

سالکان راہ سلوک کو جاننا چاہیئے کہ اس راہ میں دوست کم اور دشمن زیادہ ہوتے ہیں! سالک خدا جب اس راہ میں قدم رکھتا ہے سب سے پہلے مقام صدق سے کامیاب گزرنا ہوتا ہے ہمیشہ سچ بولنا، سچ سننا اور سچوں کے ساتھ نشست برخاست پر عمل کرنا ہوتا ہے، دنیا دار سچ کے خلاف مورچہ کھول لیتے ہیں اور اس مورچہ کے امیر دنیا دار علماء ہوتے ہیں جو عوام کو بھڑکا کر اپنی شہرت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسا وقت آجائے تو سالک کو چاہیئے کہ اللہ کا شکر ادا کرے کیونکہ اللہ صبر کا درس دینے کے لئے ایسے حالات کا اہتمام کر کے ہمیں آئینہ دکھاتا ہے تاکہ سالک کے نفس کا تزکیہ ہو جائے اس لئے جو بظاہر دشمن نظر آتے ہیں ان کے لئے بھی اللہ سے اصلاح کی دعا مانگنی چاہیئے ورنہ اگر اللہ یہ آئینہ نہ دکھاتا تو ہم اپنی صورت اور حقیقت کو کس طرح دیکھ پاتے؟ یہی تو خود شناسی کا ذریعہ ہے، سالک کو بشریت اور نفسانی خواہشات سے جگانے کے لئے حالات کے کوڑے برساتا رہتا ہے یہی وہ حالات ہیں جو سالک کو مخلوقات کی جزوی حقیقت سے نکال کر خالق کی کلیت کا قائل بنا کر ثابت قدمی کا جذبہ عطا کرتے ہیں۔

خلوت بہتر ہے یا جلوت ؟

تنہائی اس وقت تک بہتر ہے جب تک سالک پر غار حراء کے اسرار فاش نہیں ہو جاتے! جسطرح اصحاب صفہ پر غار حراء کے اسرار فاش ہوئے تو آپ حضرات کو مجلس میں آنا پڑا اور آپ حضرات کے حال سے مجلس واقف نہ ہو سکی تو مجلس خود آپ حضرات سے جدا ہو گئی اور عوام کے درمیان آپ حضرات تنہا ہو گئے۔ تنہائی مجلس اور مجلس تنہائی یہ مقام ان حضرات کو مبارک ہو جو اصحاب صفہ کے نقش قدم پر ہوتے ہیں! مجلس ان سالکان راہ سلوک کے لئے ٹھیک نہیں، جو مجلس

کے رسیا ہو کر گانے بجانے اور قصے کہانیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور حقیقی کام و منزل سے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو تنہائی اختیار کرنی چاہیئے، مجموعی طور پر سالک کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ تنہائی یا مجلس کون پسند کر رہا ہے قلب یا نفس! تنہائی میں رہکر تنہا خدا سے تعلیم پانے کے بعد سالک پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ نائب رسول بنکر مجلس میں خود کو ظاہر کرے، ہر دور میں اللہ جل وشانہ ایسے اشخاص کو ضرور پیدا کرتا ہے جو اس کا علم و عرفان اوج ثریا سے اتار کر زمین پر لاتے ہیں، پھر اہل زمین پر عام کر دیتے ہیں۔ خواہ لوگ علوم حقہ کو مٹانے کی لاکھ کوشش کرے انہیں زندہ کرنے والا کوئی نہ کوئی پیدا ہو ہی جاتا ہے. اور وہ عوام اور زمانہ کے مزاج کے مطابق علوم و معرفت کو سہل کر کے پیش کر دیتا ہے، مجلس کیوں ؟ تنہائی میں فقیر جب'' اِذَا تَمَّ الْفُقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ'' جب فقر مکمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے! کے مقام پر آجاتا ہے تو وہ تنہائی سے نکل کر مجلس کی طرف آجاتا ہے. کیونکہ خود کے اور خدا کے عرفان کے بعد وہ خودی کی ہر مشکل سے نجات پالیتا ہے، یہ تو ابتدائی مقام لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ کا تقاضہ ہوا محمد رسول اللّٰہ کے مقام کا تقاضہ باقی رہ گیا۔ اسلئے وہ خود سے زیادہ خدا کے بندوں کی نجات کا خواہاں رہتا ہے اور یہ بڑا کام ہے جس سے اللہ اور محبوب خدا ﷺ خوش ہوتے ہیں۔

لامکاں کیا ہے؟

لامکاں اللہ کی ذات کی تجلی گاہ کو کہتے ہیں۔ یہ تجلی مومن کے قلب سے مومن کے روح پر ہوتی ہے، قلب سے کب اور کس طرح ہوتی ہے؟ جاننا چاہیئے کہ قلب پر نفس اپنی ہزاروں خواہشات کے ساتھ پردہ بن کر پڑا ہوا ہوتا ہے۔ سالک جب نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے اسم اللہ ذات کی تلوار سے نفس کو شکست دے کر ان حجابات کو چاک کر دیتا ہے تو وہ اللہ کی تجلی گاہ میں پہنچ کر حیران ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک آئینہ ہوتا ہے اور کوئی اپنا چہرہ دیکھنے والا ہوتا ہے اگر ان دونوں کے

درمیان کوئی دبیز پردہ ڈال دیا جائے تو نہ آئینہ نظر آتا ہے نہ صورت! اور اگر کپڑے پر ایک درہم کے برابر سوراخ کر دیا جائے تا کہ سوراخ سے کسی حد تک وہ خود کو دیکھ سکتا ہے اور اگر سوراخ کو ایک پیالے کے منہ کے برابر چاک کر دیا جائے تو اور صاف نظر آئیگا پھر اگر سوراخ کو برتن کے برابر چاک کیا جائے تو اپنا چہرہ صاف نظر آئیگا بس اسطرح اگر مکمل نقاب کو اتار کر جلا دیا جائے تو اپنی صورت کے ساتھ ساتھ آئینہ صاف صاف طولاً، عرضاً دیکھائی دیگا۔ تو معلوم ہوا کہ جب قلب کا آئینہ نفس کی کدورت سے صاف ہو جاتا ہے تو قلب خود لامکاں میں تبدیل ہو جاتا ہے جب تک پردے پڑے رہینگے خواہ کتنا بھی سفر کر لیں سالک ابھی مکان میں ہی رہے گا۔ ''اَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہُ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یاد رہے گواہ کا معنی حاضر و ناظر اور چشم دید ہے۔ سچ بتا کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں حاضر و ناظر ہو کر اللہ کو دیکھا ہے؟ اگر نہیں دیکھا تو تو نے جھوٹی گواہی کیوں دی؟ حد تو یہ ہوگئی کہ '' وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ'' کہہ کر اقرار کے ساتھ محمد مصطفٰے ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر و ناظر ہو کر آپکی عبودیت اور رسالت کا اقرار کیا ہے، کیا واقعی تو نے آپ ﷺ کو آنکھوں سے دیکھا ہے؟ کیا تو نے آپکی عبودیت اور حقیقت کو بھی دیکھا ہے جو چشم دید گواہ بن گیا؟ اگر نہیں دیکھا تو اقرار کیوں کیا؟ اگر یہ صرف حالت نماز کی شرط ادا کرنے والا کلمہ ہے تو بھی تیرے اس جھوٹ سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے؟ کہ نبی کریم ﷺ نے اس ترتیب سے نماز پڑھنے کی تاکید کیوں کی؟ معاذ اللہ کیا آپ نے غلط ترتیب کو بھی نماز میں داخل کروا دیا؟ اگر مقصد نماز کی تکمیل ہی تھا تو تشہد میں '' لاَ اِلٰہَ اِلاَّ مُحَمَّدُ رَسُوْلِ اللّٰہ '' سے بھی کام نکل سکتا تھا اور یہ صرف اقرار بالسان کی شکل میں ڈھل کر تقاضہ پورا ہو سکتا تھا، یہاں تصدیق بالقلب والا کلمہ کیوں آیا! یا اسلام قبول کرنے کے لئے کیا اقرار باللسان یعنی کلمۂ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کافی نہیں تھا۔ تصدیق

بالقلب کے نام پر کلمۂ شہادت کو اتنی فضیلت کیوں دی گئی؟ کلمۂ شہادت کے بغیر کلمۂ طیب سے کیا اذان اور تشہد نماز کا تقاضہ ادا نہیں ہو سکتا تھا تو کلمۂ شہادت کی ضرورت کیوں آن پڑی؟ ایک انسان اگر داخل اسلام ہونا چاہتا ہے تو اقرار باللسان کے نام پر کلمۂ '' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھکر کامیاب ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اشھد ان لا الـٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کا اقرار کر کے جھوٹی گواہی دیکر نا کام کیوں ہو رہا ہے؟

نوٹ:۔ آج کل دکن ہندوستان کے کچھ معتبر سلاسل کے غیر معتبر پیر بھولے بھالے مسلمانوں کے سامنے یہ بحث پیش کر کے ان کے اسرار بتانے کے نام پر مرید کر لیتے ہیں اور جب بتانے کا وقت آتا ہے! زندگی بھر نہیں بتاتے اور کلمہ میں دو کفر چار شرک کی غلاظت ہونے کا امکان بتا کر ٹالتے رہتے ہیں کیوں؟ کیوں کہ وہ خود نہیں جانتے کہ ان کلمات مقدسہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس لئے یہ اور ایسوں کے مرید بے خوف، بے نمازی اور بے روزہ دار ہوتے ہیں اور اعلانیہ اذان و نماز کا مذاق اڑا کر شریعت مطہرہ کی توہین کرتے ہیں آیئے ہم سے سنیئے وہ راز کیا ہے؟ کلمۂ طیب '' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سے متعلق دو فرائض ہیں (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کیا ہے؟ یہ کلمۂ طیب سے متعلق دو فرائض ہیں! ہمیں حیرت ہوتی ہے جب ہم اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے فقہی ترجمہ پر غور کرتے ہیں تو پتہ نہیں کس طرح ہمارے مترجمین نے زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا مراد لیا ہے۔ جب کہ اس کلمے میں حرفِ بــا برائے استعانت نہیں بلکہ یہ برائے مصاحبت آیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ترجمہ میں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے اگر ہم اقرار باللسان کا ترجمہ زبانی اقرار کا لیتے ہیں تو یہ حکم صرف زبان واحد کے لئے ہے، جب کے اقرار باللسان کا ترجمہ ہوتا ہے زبان کے ساتھ اقرار کرنا! تو پتہ چلا کہ زبان کے ساتھ کوئی اور اقرار کر رہا ہے، یعنی یہ حکم زبان کے ساتھ کسی اور پر بھی

دیا جارہا ہے، بالکل اسی طرح تصدیق بالقلب یعنی دل کے ساتھ تصدیق کرنے کا حکم بھی صرف دل پر نہیں کسی اور پر بھی ہے، یہ کوئی اور کون ہے؟ جس پر یہ حکم ہوا ہے، اس لئے طالبانِ خدا کو جاننا چاہیئے کہ انسان کم از کم تین چیزوں کا مجموعہ ہے نفس قلب اور روح لہٰذا پہلا حکم زبان نفس اور قلب پر ہے اور دوسرا حکم قلب اور روح پر ہے، زبان کے ساتھ اقرار کرنے کے لئے ہمیں نفس اور قلب کو پہچان کر اقرار کرنا ہوگا، اسی طرح دل کے ساتھ تصدیق کرنے کے لئے روح اور قلب کو پہچاننا ہوگا اور اگر ہم روح اور قلب سے نا آشنا ہیں تو تصدیق کس طرح ممکن ہے؟ ورنہ یہ دونوں احکام رسماً اور صرف زبان تک محدود رہ جائینگے۔ اس لئے مسلمان کو چاہیئے کہ کم از کم نفس قلب اور روح کی پہچان حاصل کرے۔ اور یہ کامل پیر کے بغیر ناقص استاد سے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی کامل پیر سے بعیت نہیں کی اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار کر پھینک دیا، لہٰذا کامل پیر کے بغیر اسلام بھی مکمل نہیں ہوتا!

اقرار و تصدیق کلمہ:۔

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' یہ کون اقرار کرتا ہے؟ یہ اقرار مسلمان کا نفس کر کے مسلمان بننے کا وعدہ کرتا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ہے۔ یہ اقرار کون کرتا ہے۔ یہ اقرار نفس کا عاشق یعنی روح کرتی ہے، معلوم ہوا کہ نفس کے لئے صرف اقرار باللسان ہے جس سے نفس مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے اب مسلمان کی روح تصدیق بالقلب کے ساتھ اللہ اور رسول پاک کے دیدار سے مشرف ہوکر گواہی دیتی ہے اور مومن بنتی ہے۔ اور وہ صاحب روح حضور ﷺ کی دعا کو اپنا معمول بنالیتا ہے اور عرض کرتا ہے'' اللھم انی اسئلک ایماناً یباشرُ قلبی '' اے اللہ میں ایسے ایمان کا طالب ہوں جو میرے قلب سے پیوست ہوجائے......روح نے کب اللہ اور رسول پاک کا دیدار

کیا؟ روزِ الست جب اللہ نے الستُ بربکم کہا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے بلیٰ کہا یعنی بیشک تو ہمارا رب ہے، تو روح نے سرکار دوعالم ﷺ کی اطاعت میں آپکی عبودیت اور رسالت سے واقف ہوکر بلیٰ کہا معلوم ہوا کہ روح روز الست میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوکر آئی ہے اور یہ اقرار صدقی صدحق ہے! بس یہی وہ بات ہے جو گواہی روح نے اوپر دی تھی نیچے آکر بھی وہی گواہی دے رہی ہے معلوم ہوا کہ اقرار باللسان نفس پر شریعت ہے. اور تصدیق بالقلب روح پر معرفت ہے، شریعت کے بغیر معرفت نہیں اس لئے حضرت ابن عباسؓ نے وَ ماَ خَلَقتُ الجِنَّ وَ لاِ نسَ اِلاَ لِیَعبُدُوْ نِ کی تفسیر ای لِیَعرِ فُوْنُ سے کی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان اور جن کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور عبادت کا معنی ہے اللہ کی پہچان! معلوم ہوا کے نفس خواہ کتنی بھی عبادت کرے اللہ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی. کیونکہ یہ پہچان نفس کے لئے نہیں روح کے لئے ہے. سوال یہ پیدا ہوتا ہے. روح کے لئے اللہ کی پہچان مخصوص ہے تو نفس کے لئے کیا ہے؟ اگر نفس کا تزکیہ ہوجائے تو نفس کے لئے بھی عظیم انعام مقرر کیا گیا ہے. یعنی نفس کے لئے قلب کی پہچان اور اطاعت مخصوص ہے اور جب نفس قلب کو پہچان کر اطاعت کرتا ہے تو قلب میں فنا ہوکر لباس قلب پہن لیتا ہے. معلوم ہوا کہ نفس قلب کے لئے اور روح قلب کے مظہر یعنی اللہ کے لئے ہے. قلب کیا ہے؟ ذات انسانی ہے۔

من عرف نفسہٗ:۔

بظاہر یہ ایک چھوٹا سا جملہ خودشناسی کے تعلق سے جانا جاتا ہے، خودشناسی کس طرح حاصل کرنا چاہیئے؟ خودشناسی کے لئے خدا کی گواہی دینے سے پہلے خود پر گواہ ہونا چاہیئے! کچھ اسطرح! جیسے تجھے کوئی بے وجہ رسواء اور ذلیل کر رہا ہے تو خود کو گواہی میں کہنا چاہیئے کہ میں نفس نہیں ہوں، میں روح ہوں، میں قالب نہیں ہوں! میں قلب ہوں! کسی کے مارنے سے میں مرنہیں سکتا! کسی

کے قید کرنے سے میں مقید نہیں ہوسکتا، کیوں کہ میں روح ہوں! اگر برے خیالات آئیں یا وساوس کا حملہ ہوتو کہنا چاہیئے کہ میں عنصر نہیں ہوں، نور ہوں! اور اس گواہی پر استقامت کے ساتھ قائم رہنا چاہیئے نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیئے یہ کہتے ہوئے کہ من عرف سے صرف نفس نہیں "ھــو" سے انت انا، او انا انت، ہوں، میری انا اس کی انا ہے اسکی انا میری انا ہے اور اناکوفنا نہیں ہے، نہ سکھ سے سکھی ہوتا ہوں، نہ دکھ سے دکھی ہوتا ہوں! میں ہر مرحلہ کو طئے کر چکا ہوں! اچھا، برا، نیکی اور بدی کے ہر چکر سے آزاد ہوکر میں اسکی صورت میں ہوں وہ میری صورت میں ہے اے سالک راہ خدا ہر روز اپنا محاسبہ بھی کر، اور خود سے پوچھ کہ تجھے خدا چاہیئے یا خدا کا غیر، تجھے اللہ سے محبت ہے یا غیر اللہ سے! دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے آپ کو نصیحت کرنی ہوگی، اور یہ جانچ لینا ہوگا کہ تجھ میں تُو کیسا ہے! دن کے پانچ ساعتوں میں اللہ کی ضرورت ہے، باقی ساعتوں میں غیر اللہ کی ضرورت کیوں؟ یہ سوال خود سے پوچھنا ہوگا، کہ دولت بہتر ہے یا عبادت، اگر عبادت بہتر ہے تو کیوں دولت کے لئے باؤلہ ہوا جا رہا ہے! اے طالب خدا اس طرح کرنے سے چند ہی دنوں میں تقویٰ حاصل ہوجائے گا!

اے طالب اللہ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ نے تجھے آزاد پیدا کیا تھا اور صرف تجھے اپنی غلامی کے لئے مخصوص کر لیا تھا! مگر افسوس تو نے خالق کی غلامی کو چھوڑ کر مخلوقات کا غلام بن گیا ہے، خود اپنے جسم کا غلام، محبت کا غلام، خواہشات کا غلام، دنیا کا غلام، کوئی اچھا کہتا ہے تو تعریف کا غلام، برا کہتا ہے تو غصہّ کا غلام، عورت کا غلام بچّوں کا غلام، زندگی اور موت کا غلام، الغرض تجھ پر کئی غلامی کی زنجیریں پڑی ہوئی ہیں ان زنجیروں سے اب کس طرح نجات پائے گا؟ کیا کبھی سوچا ہے! اس ایک کی غلامی سے آزاد ہونے کے نتیجے میں کتنوں کی غلامی کے پھندوں میں پھنس چکا ہے، اب ان زنجیروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے کسی کامل پیر کی غلامی کر بس یہی نجات کی صورت

ہے ورنہ پچھتائے گا! پیر کامل عارف ہوتا ہے، وہی تجھے تن اور من کی غلامی سے آزاد کریگا!

اصطلاح تصوّف میں راز کیا ہے؟

راز کہتے ہیں آواز کو! آواز کہتے ہیں الہام کو! الہام کہتے ہیں وحی کو اور وحی کی اصطلاح صرف انبیاء کرام کے لئے مخصوص کی گئی ہے، البتہ الہام بھی وحی ہی ہے جو اولیاء کرام کے لئے خاص کی گئی ہے! وحی کیا ہے؟ صداء الٰہی ہے! نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وحی کس آواز میں نازل ہوتی ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا وحی ایک آواز ہے جو مکھیوں کی بھنبھناہٹ یا گھنٹا کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے، جسے صوت سرمدی بھی کہتے ہیں، اس آواز کا معنی انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے سواء کوئی نہیں جانتا! نہ یہ حروف میں ہوتی ہے نہ الفاظ میں، انبیاء کرام حروف والفاظ میں اسکو ڈھال کر حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں اور اس پیغام کو بڑی حکمت کے ساتھ اللہ کے بندوں تک پہنچا دیتے ہیں، تاکہ مخلوق خدا ہدایت یافتہ ہوجائے۔ بس یہی رازِ عشق ہے، جسکو عاشق قبول کر کے ہر امتحان سے گزر جاتے ہیں، یہی رازِ الٰہی ہے جسے غیب بھی کہتے ہیں۔ راز یا غیب حروف مقطعات اور آیات متشابہات کا معنیٰ ہے، جو آج بھی اللہ کے مخصوص بندوں پر فاش ہوتا ہے۔

مجاہدہ کیا ہے؟

نمازِ راز کو مجاہدہ کہتے ہیں، نماز راز کا پڑھنے والا فرض نمازوں کے رکوع اور سجود میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کے جواب میں لبیک یا عبدی کا الہام اور جواب حاصل کرتا ہے، اس لئے ارشاد ربانی ہے " و الذین ھم علی صلوتھم یحافظون " اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کے محافظ ہیں.... مجاہدہ کیا ہے؟ نفس یعنی عقل ظاہر کو عقل باطن سے یعنی عقل

نفس کو عقل قلب کے ذریعہ قید کر کے قلب کے حوالے کرنے کا یا عقل قلب کے ذریعہ اسم اللہ ذات کی تلوار سے نفس کو قتل کر کے " اقتلوا المو ذی قبل الایذی" کا تقاضہ پورا کرتے ہوئے عقل نفس کے احتیاج سے آزاد ہو کر عقل قلب کی روشنی میں سفر کرنے کا نام مجاہدہ ہے۔ " والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا " وہ لوگ جو ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں یقیناً ہم انہیں اپنی راہ دکھادیتے ہیں ...... اور حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے " المجاهد من جاهد نفسه فی الله " مجاہدہ وہ ہے جس نے راہ خدا میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا...... نیز آپکا فرمان عالیشان ہے" رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر قیل یارسول الله ما الجهاد الاکبر قال الا وهی مجاهدة النفس " ہم جہاد اصغر (چھوٹی جنگ) سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ کر آتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے فرمایا: خبردار وہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے...... اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ " یاداؤ عاد نفسک فان وُدّی فی عداوتها " اے داؤد تم اپنے نفس کو دشمن جانو کیونکہ میری محبت اسکی دشمنی میں ہے......

الغرض مجاہدہ سے مشاہدہ کھل کر سالک " سَنُرِیهِمْ آیَاتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِی أَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ " ترجمہ: اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں، تاکہ انکے لئے واضح ہوجائے کہ یہی حق ہے...... کے اسرار سے واقف ہو کر الہام کی زبان کو اللہ سے سیکھ کر اللہ کی طرف بندوں کو ہدایت کی دعوت دیتا ہے، بس یہی وہ راز ہے جس کو نہ سمجھ کر آج کل کے پیروں نے حرف الفاظ اور تقریر کے علم کو راز کہنا شروع کر دیا ہے تاکہ پیری کا بھرم نہ کھلے! جاننا چاہیئے کہ اس طرح کے مجاہدہ کے بعد جب سالک علم راز کا عالم یعنی، تلمیذ

الرحمٰن، ہونے کے بعد سمیع اللہ اور کلیم اللہ ہو جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "تفکرُ ساعة خیر من عبادة الثقلین " ایک ساعت کی فکر دونو جہاں کی عبادت سے افضل ہے۔ اے طالب اللہ! یہی وہ ساعت ہے جو مجاہدہ اور نماز راز کے الہام اور جواب بالصواب سے حاصل ہوتی ہے، جاننا چاہیئے کہ شیطان ہر علم کا عالم ہے مگر دو طرح کے علوم سے جاہل ہے (۱) نمازِ راز کے رکوع اور سجود کے الہامات اور لبیک یا عبدی کے شرف سے، (جس کو حضوریٔ قلب کہتے ہیں) (۲) تصور اسم اللہ ذات سے حاضرِ بارگاہ خداوندی ہو کر علم الہام کے حصول کے بعد، تلمیذ الرحمٰن بنکر جو نفس پر حکمران بنتا ہے وہ چلتا پھرتا کلمہ بن جاتا ہے، اور کلمہ ہی کلمہ کو مقام حضور بارگاہ میں پڑھتا ہے ان دو علوم کو رحمت الٰہی کہتے ہیں، پس اس رحمت سے شیطان محروم ہے۔

الانسان سرّی وانا سرّہ کی تشریح:۔

انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں! اے نیک طالب اللہ! حدیث قدسی میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے! انسان میرا راز ہے، راز بمعنی وحی ہے اور وحی ہی امر، امر سے مراد امر کن ہے اور کن کے کہنے سے انسان خود ایک کن ہے. کن کیا ہے؟ کنت کی صورت ہے! صورت کیا ہے۔ اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلیٰ صُورَتِہٖ "صورت کیا ہے؟ اسم اللہ ذات کی مظہر ہے، اسم اللہ ذات کیا ہے کلمہ طیب کا مظہر ہے، کلمہ طیب کیا ہے؟ اسکی ذات کے جلال و جمال کا دیباچہ ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان جسے کہتے ہیں وہی اللہ کی آواز ہے آواز کیا ہے راز ہے، اور راز کیا ہے؟ وحی ہے، انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں! یعنی انسان میری وحی ہے اور میں ہی وحی کا راز ہوں، بس عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔ وحی بھی نور ہے اور وحی کرنے والا بھی نور ہے، بس سب کچھ وہی ہے! بس سب کچھ وہی ہے۔

جوسب حق ہی حق ہے تو خاموش ہو جا

اناالحق کی تیری عبث گفتگو ہے

حیی القیّوم کہاں ہے:۔

حی القیوم تن کی مسجد میں ہے اور تن کی مسجد کو آباد کرنا چاہیئے ، اگر تن کی مسجد برباد ہے تو زمین پر لاکھ مسجدیں بنالو، بے جان رکوع اور بے حضور سجدے ہزار کرلو نہ خدا ملتا ہے، نہ خدا کا دیدار ہوتا ہے، وہ ہر جگہ ہے مگر انسان افضل ترین مخلوق ہے، تن کی مسجد ایک ہے، اور ایک ہی اسکا خدا، تن کی مسجد سے باہر لاکھوں مسجدیں لاکھوں مندریں ہیں، کوئی احد کہتا ہے، کوئی انحد کہتا ہے، بے عرفان ، بے گیان ، لوگ آپس میں بھڑ جاتے ہیں ، بات بڑھ جاتی ہے ، جھگڑے فسادات پھوٹ پڑتے ہیں ، انسانیت کے ساتھ منہ کالا کیا جاتا ہے ، ہر طرف انسانی لاشیں بے گور وکفن آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑے ہوئی ہر راستہ ، ہر گلی ، ہر چوراہے پر پڑی ہوئی ہوتی ہیں ، قاتلان انسان وانسانیت کو انسان یا وحشی درندے کہیں ! دین کا غلط نشہ ، دھرم کا بگڑا ہوا بہکا ہوا گیان سرور ، بے قصور انسانوں کو ، عورتوں ، اور بچّوں کو بے دریغ دھوکے سے قتل کروا کر بے قصور انسانوں کو خون کی قیمت کے برابر جنّت میں جگہ عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے یہ غلط اور حرام ہے۔ خبردار ایسا نشہ ہرگز نہ کرنا کہ جس کے بعد انسان شیطان بن جاتا ہے۔ ایسی جنّت بھی فریب ہے، ایسی جہنم بھی دھوکا ہے ! جنّت کیا ہے ، انسان کی انسانیت ہے ، جہنم کیا ہے شیطان کی شیطانیت ہے۔ جنّت کیا ہے؟ تمہارے اچھے اعمال ہیں ، اچھے اعمال سے ہی جنّت بنتی ہے ، برے اعمال ہی جہنم کی تعمیر کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ،

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

یاد رکھنا چاہیئے ، یہ دنیا نہ میری ہے ، نہ تیری ہے ، یہ دنیا نہ اچھی ہے نہ بری ہے ، اسے ہم اپنے آپ کو انسان کہنے والے میری یا تیری اچھی یا بری بنا دیتے ہیں...کاش اس زمین کے رہنے والے نجات کے متلاشی ہوتے ! انسانیت ، شانتی اور پریم کو دھرم بنا کر ، دین بنا کر چلتے ، خود جیتے اور دوسروں کو جینے دیتے تو یہ دنیا بھی جنّت کا نمونہ بن جاتی !

انسان کسے کہتے ہیں؟

انسان وہ نہیں جو اپنے باہر کی ہر چیز پر فتح پانے کی غلط کوشش میں حیوان بن جاتا ہے ، بلکہ انسان وہ ہے ، جو باہر کی ہر چیز کو باہر والوں پر چھوڑ کر اپنے اندر نفسانی خواہشات اور شیطان کے خلاف فتح پا کر انسانیت کا خادم یعنی انسان کا سیوک بن چکا ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ'' نہیں پیدا کیا میں نے انسان اور جن کو مگر اپنی عبادت کے لئے معلوم ہوا کہ انسان کا دین عبادت ہے اور عبادت کا نام ہی اسلام ہے۔ ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً '' بیشک میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں ، خلیفہ سے مراد عبادت کے لئے سر تسلیم خم کر کے ہر وہ کام کرنے والا جو اللہ تعالیٰ کے حسب منشاء و مراد ہو ! تا کہ مسلمان کا ہر قول ، عمل اور فعل عبادت بن جائے اور عبادت بھی ایسی عبادت جو فرشتوں پر سبقت لے جائے ! معلوم ہوا کہ اس زمین پر حضرت آدم پہلے صاحب اسلام خلیفہ ہیں ، اور آپ کی نیک عبادت گزار اولادوں سے یہ سلسلہ چلا تو نبی کریم ﷺ تک یہ خلافتِ عبادت و اسلام پہنچی اور اللہ نے آپ پر اسلام کی حقیقت کو ظاہراً و باطناً مکمل کر دیا تا کہ آپ ﷺ کی خلافت اسلام تا قیامت آپ کی امت میں چلتی رہے۔

اسلام اور اسکے تقاضے:۔

اسلام ایک نور ہے جو ایمان کے ساتھ ''نورٌ علیٰ نور'' ہونے کے بعد اپنے پیروکار کو اللہ تک پہنچادیتا ہے، جاننا چاہیئے کہ ہمیں اللہ تک اسی دنیا میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ مرنے کے بعد! مرنے کہ بعد تو ہر چیز اسی کی طرف رجوع کر جاتی ہے، اسلام ایک نور ہے یہ کہاں پیدا ہوتا ہے؟ اسلام کا نور قلب میں پیدا ہوتا ہے اور نفس بغیر دیکھے دیگر نفوس کی محبت کے اثر سے اسلام قبول کر کے اقرار کرتا ہے تا کہ روح کو یقین ہو جائے کہ اسکا دین روح کے دین سے جدا نہیں ہے اور روح کا رشتہ قلب سے بہت قریب کا ہے اس لئے روح بھی نفس کی تائید میں اسلام قبول کر لیتی ہے مگر شہادت سے رہ جاتی ہے۔ جب نفس یعنی عقل ظاہر ظاہری علوم سے آراستہ ہو کر اسلام کا حقیقی معنیٰ پیش کرتی ہے تو روح تڑپ کر رہ جاتی ہے، کہ اس نے بغیر دیکھے اقرار باللسان یعنی'' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ '' کو تسلیم کر لیا ہے، جب کہ صرف اقرار باللسان نفس پر فرض تھا۔ روح پر تو تصدیق بالقلب یعنی ''اشھد ان لا الـٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولـہ '' فرض تھا جو اس نے کیا ہی نہیں! یہاں روح مجبور ہو کر نفس کو مجبور کرتی ہے کہ اسے وہ وسیلہ چاہیئے جو اللہ تک پہنچا کر تصدیق بالقلب کا فرض ادا کرو اسکے۔ کیوں کہ روح دنیا میں آنے کے بعد وہ سب کچھ بھلا چکی ہوتی ہے جو اس پر فرض تھا۔ اور جب کسی پیر کامل سے نفس کا واسطہ ہو جاتا ہے تو نفس کو تزکیہ اور روح کو تجلیہ حاصل ہوتا ہے۔ یہاں نفس قلب کے حوالے ہو جاتا ہے اور روح مشاہدہ اور دیدار الٰہی کے بعد تصدیق بالقلب کا حق ادا کرتی ہے جو اس پر فرض تھا اور نہ ہم مسلمان ہیں اس لئے کے ہمارے باپ دادا مسلمان تھے! یہ دل کو بہلانے والا فارمولہ انسان کو زوال پذیر تو کر سکتا ہے، حق تک رسائی نہیں حاصل کروا سکتا! اس لئے ہر انسان کو ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ کسی پیر کامل کا غلام بنکر دین وایمان کے انوار کا مرقع بن کر منشاء الٰہی کے

مطابق اپنا فرض ادا کر سکے۔'' لَا فَرْقَ بَیْنَ الْحَیْوَانِ وَالْاِنْسَانَ اِلَّا الْعِلْمَ '' انسان اور حیوان کے درمیان صرف علم (عرفان) کا فرق ہے...... باتوں سے تقریر سے فائیدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے، جو تم کہنا چاہتے ہو کہنے سے پہلے خود عمل کرو پھر لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے، بات سے فائدہ اسی لئے نہیں ہے کہ بات بڑھ گئی تو پھر بگڑ جاتی ہے، جس طرح علماء، ومقررین کا مزاج بگڑ جاتا ہے، تو دین میں پھوٹ اور نفاق آجاتا ہے باتوں سے تقریروں سے جب رئیسوں کا مزاج بگڑ جاتا ہے تو دین میں سیاست اور چاپلوسی آجاتی ہے! باتوں کے رسیا قصے کہانیوں کے استاد طریقت میں فقیری کا دعویٰ کرنے والوں کا مزاج بگڑ جاتا ہے تو دین کا جنازہ اٹھ جاتا ہے۔ لھذا بات نہیں، تقریر نہیں، عمل اور جذبۂ خدمتِ خلق چاہیئے ۔ مجھے کیا ملا یہ نہیں دیکھنا چاہیئے، میں نے اس سنسار کو، اور اس کائنات کو کیا دیا، یہ سوچنا چاہیئے، اور اس معاملے میں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے، اگر تو یہاں لینے میں کامیاب رہا تو کل آخرت میں کیا خاک لے گا؟ اگر تو یہاں کچھ دینے میں کامیاب رہا تو کل آخرت میں بہت کچھ لے گا۔ بس یہی انسانیت ہے، تو اگر مسلمان ہے تو تیری روح میں جلوۂ اسلام پیدا ہونا چاہیئے نہ کہ اس نفسانی زبان میں تقریر بازی کی جادوگری کا ہنر پیدا ہونا چاہیئے. آج کل کے سیاست دان کیا دلوں کو موہ لینے والی تقریر کر کے اپنا گرویدہ نہیں بنا لیتے؟ اگر ہم بھی وہی کرینگے تو ان میں اور ہم میں کیا فرق رہ جائے گا؟ بس اتنا ہی کہ وہ دنیا میں امن وامان اور انسانی بھائی چارگی کے نام پر، دنیا کو بہتر بنانے کے نام پر، تقریری ڈرامہ کرتے رہتے ہیں۔ اور ہم بھی اپنے حصہ کی دنیا کو اجاڑ کر آخرت کو آباد کر نیکی فکر کے نام پر بسا اوقات تقریری ڈرامہ کرتے ہیں۔ معاذ اللہ ہمارا یہ الزام ہر مقرر پر نہیں ہے. بیشک ہزاروں بازاری مقرروں میں کچھ حق پرست، حق شناس مقرر حضرات واجب التعظیم بھی ہوتے ہیں جن کو'' رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا

عَـذَابَ النّـَارِ" یعنی اۓ اللہ ہماری دنیا کو (پہلے) بہتر بنا اور (بعد) آخرت کو بہتر بنا تاکہ ہم عذاب جہنم سے محفوظ رہیں...... کی فکر لاحق رہتی ہے۔

اے اللہ کے بندے! تو اگر اللہ کی ملکیت پر قبضہ جما کر یہ سمجھ لیا کہ میں کامیاب ہو گیا در اصل یہ تیری کامیابی نہیں بلکہ ناکامی ہے۔ یہ تیری نفسانی دنیا کی جیت ہے! اصل جیت تو موت کو جیتنا ہے" موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مرجاؤ، یہی تیری کامیابی ہے پھر تو دائمی حیات کا مشاہدہ کریگا! نفس کی زندگی میں تیری کامیابی نہیں نفس کی موت میں تیری کامیابی ہے، کیا تو نہیں جانتا" الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب "موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوست سے ملا دیتی ہے...... اور نیز فرمان رسول پاک ہے" الـمـوت تـحـفـة الـمـؤمـن" موت مؤمن کیلئے تحفہ ہے...... بس ذرا سا مجاہدہ، ذرا سی نفس کے خلاف کوشش کرنی چاہیئے، اس لڑائی میں نفس خواہ ہزار بار شکست دے لے مگر انشاء اللہ ایک دن یہ ہار ہی جائیگا! ہار سے گھبرانا نہیں چاہیئے، وسوسوں سے ڈرنا نہیں چاہیئے، ہار ہی جیت کا ہار ہے! ہار ہی زندگی کا حسن ہے، اگر بغیر محنت کے بغیر ہار کے انسان کو جنت بھی ملی تو اس کی کیا اہمیت رہتی؟ اگر ہار نہ ہوتی تو زندگی بس جیت اور ایک رخہ ہو جاتی، پھر زندگی کا لطف کس طرح آتا؟ اگر ہار نہ ہوتی تو زندگی کی کیا قدر رہوتی؟ کوشش محنت اور غلطیاں اور ہار نہ ہوتی تو زندگی بے رنگ ہو جاتی! انسان ہار اور جیت کا پتلا ہے، ہار جھوٹ ہے، جیت سچائی ہے، میں نے کسی جانور کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا! یہ صفت تو صرف انسان میں ہے، اس لئے انسان کو انسان سے لڑائی نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ اسے اپنے آپ سے لڑنا ہوتا ہے خواہ تم اپنے آپ سے ہزار بار ہارو، ایک دن جیت کے رہو گے، بس اس راہ میں ثابت قدمی چاہیئے۔

ایمان اور اسکے درجات:۔

ایمان لا الـٰه الا اللّـٰه مُحمَّد رسولُ اللّٰه کے تعلق سے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلبی کی صداقت کے مجموعے کا نام ہے۔ ایمان کے چار درجات ہیں (۱) ایمان موقوف، یہ ایمان لا الٰه الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه" کے تعلق سے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب ہے، اقرار اور تصدیق واصلان حق کے نزدیک ایمان کا کم تر درجہ ہے اور یہ درجہ نہایت ہے، عظیم ترین درجہ بے نہایت ہے۔ امت کے لئے امر و نہی کی پابندی کے ساتھ کلمہ طیب کا تقاضہ پورا کر کے یـؤمـنـون بـالغیب، غیب پر ایمان رکھتے ہوئے ثابت قدم رہنے کا نام "ایمان موقوف ہے"، یہ مرتبہ اسلام میں عام مسلمان کا کلمہ ہے۔ (۲) ایمان معصوم: مرتبہ ایمان اور مؤمن کا کلمہ ہے ارشاد گرامی ہے "قَـلْـبُ الْـمُـؤمِـنِ خیرٌ مِنْ اَلْفِ قَلْبِ مُسلِمٍ لا نَّ اِیْمَانَهٗ فَوقَ مِائَةِ اِیْمَانِ مُسلِمٍ"، یعنی دل مومن افضل ہے ہزاروں مسلمانوں کے دلوں سے اور مومن کا ایمان مسلم کے ایمان سے سو درجہ بلند ہے، اس ایمان کو ایمان معصوم کہتے ہیں۔ (۳) ایمانِ متبوع: تصدیق سے جو مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور عرفان الٰہی سے واقف ہونے کے بعد جب دوئی مٹ جاتی ہے تو سالک نگاہ وحدت سے مشاہدہ کرتا ہے، اس حال کو ایمان متبوع کہتے ہیں۔ (۴) ایمان مقبول: نظر دوئی اور نظر وحدت کو بھی فراموش کر کے رہنے کا نام ایمان مقبول ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ"، طہارت نصف ایمان ہے۔ یعنی خود سے اور خلق سے پاک ہو جانا چاہیئے، نیز ارشاد گرامی ہے "اَلْاِیْـمَـانُ یَکْمُلُ فِی الْقَلْبِ"، یعنی ایمان کی تکمیل قلب میں ہوتی ہے...... یہ [ایمان مقبول] ہے۔

معلوم ہوا کہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کو ایمان شریعت کہتے ہیں، پہچان یا عرفان کے درجہ کو ایمان طریقت کہتے ہیں۔ مشاہدہ نور ایمان کو [ایمان حقیقت] کہتے ہیں۔ اور نور ایمان میں غرق رہنے کو ایمانِ معرفت کہتے ہیں۔ مثال ایک وحشی جنگلی سے ایک شہری نے کہا تو کس قدر بدنما اور

جانور کے مانند نظر آتا ہے کیا کبھی آئینہ دیکھا ہے؟ وحشی نے کہا یہ آئینہ کیا ہوتا ہے، شہری نے بتایا ایک شفاف شیشہ ہوتا ہے، جس میں اپنی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ وحشی نے خوشی سے تسلیم کیا۔ یہ یومنون بالغیب کا درجہ ہے، کیونکہ سن کر اور سمجھ کر ایمان لایا ہے اس محل کو [ایمان موقوف] کہتے ہیں، مگر وہم و گمان ابھی باقی ہے یہ ایمان شریعت ہے۔ جب وحشی نے آئینہ دیکھا تو شہری سے پوچھا کہ آئینہ میں یہ صورت کس طرح نظر آرہی ہے شہری نے کہا یہ آئینہ انتہائی صاف اور شفاف ہے اس لئے نظر آرہی ہے وحشی نے پھر تصدیق کیا کہ ہاں آئینہ کی صفائی کی وجہ سے نظر آرہا ہے تو یہ ممکن ہے کہہ کر یقین کیا ،اس کو [ایمان معصوم] کہتے ہیں اور یہ ایمان طریقت ہے۔

جب وحشی نے علم الیقین سے عین الیقین میں آکر یقین صادق حاصل کیا تو شہری سے پوچھا یہ جو آئینہ میں ہے وہ واقعی میرے ہی چہرے جیسا دکھتا ہے اور جیسا سنا تھا ویسا ہی میں نے پایا ہے۔ یہ [ایمان متبوع] اور [ایمان حقیقت] ہے۔

بعد شہری نے وحشی سے پوچھا جیسا میں نے کہا تھا ویسا ہی تو نے آئینے میں دیکھا یا نہیں ؟ وحشی نے کہا ہاں میں آئینے میں میری جیسی ایک صورت دیکھی! شہری نے جھلا کر کہا اے دیوانے ہنوز ابھی شک باقی ہے؟ آئینے میں جو تو نے دیکھا وہ تیرے جیسا ہی چہرہ نہیں تھا، بلکہ وہ بے شک اور بے شبہ تیرا ہی چہرہ ہے۔ تو اگر اپنے آپ کو آراستہ کر کے دیکھے گا تو خود کو آراستہ ہی پائے گا اور آوارہ وحشی بن کر آئینے میں خود کو دیکھے گا تو تو جیسا ہے ویسا ہی پائے گا، یہ ایمان مقبول اور ایمان معرفت ہے۔ اس مثالی تحریر سے چار درجات ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) درجہ قیاس، سن کر قبول کرنا (۲) درجہ وہم، تفصیل سن کر معلوم کرنا (۳) درجہ گمان ،آئینہ کا دیکھنا (۴) درجہ آگاہی، آئینے میں خود کو یقین صادق کے ساتھ دیکھ کر حق الیقین کا حاصل کرنا ۔مزید تشریح یہ ہے کہ ایمان شریعت سننے پر موقوف ہے، ایمان طریقت سمجھنے پر موقوف ہے، ایمان

حقیقت دیکھنے پر موقوف ہے، ایمان معرفت دیدار جمال یار میں غرق رہنے پر موقوف ہے۔ یعنی ہر وقت اور ہر حال میں ایمان کے نور سے نظر نہیں ہٹتی ایسا مومن اگر ایک پل بھی غافل ہوجاتا ہے تو خود کو کافر تصور کرتا ہے۔ اس لئے کسی بزرگ نے کہا: جودم غافل سوہ دم کافر، نیز حضرت ابوالعباس مرثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اگر میں مجلس محمدی ﷺ یعنی دیدار جمال یار سے غافل ہوجاؤں تو خود کو اس وقت میں مسلمان ہی تصور نہیں کرتا۔

طالب حق کو چاہئے کہ قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ پر مکمل عمل کرے اور "نحن اقرب الیہ من حبل الورید"، ہم اس (بندے) کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں، پر نظر اور ایمان رکھے ارشاد باری تعالیٰ "وَكَانَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا"، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ نیز ارشاد فرماتا ہے "يَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ"، یعنی حق تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی حکم کرتا ہے، نیز ارشاد فرماتا ہے، "اِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَاد"، اللہ تعالیٰ ہر بندے کو دیکھتا ہے...... اس لئے خدا سے ڈرنا چاہئے ورنہ یہاں تو بندوں سے ڈرا جاتا ہے۔ اے طالب اللہ! ایمان کے متعلق لکھنے سے قلم قاصر ہے بیان کے لئے الفاظ نہیں ملتے لہٰذا کہا گیا ہے "اَلْاِیْمَانُ هُوَ الْاِعْرَاضُ عَنْ غَيْرِ اللّٰهِ"، یعنی غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے! اس لئے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ حِصَارِیْ مَنْ دَخَلَ حِصَارِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ"، کلمہ توحید میرا قلعہ ہے، جو کوئی میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ عذاب سے محفوظ ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ کلمہ سننا، پڑھنا اور ہے! کلمہ سمجھنا اور ہے! کلمہ بننا اور ہے! لہٰذا اسی طرف اس حدیث پاک میں اشارہ ہے، لَا يَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِن "میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں ہاں بندۂ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔

قارئین کرام سے گذارش:۔

ہماری کتب و رسائل اور تحریرات کا منشاء بالکل عین منشاء الٰہی اور اسکے رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کے مطابق ہے، ہم ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ دین کی آڑ میں دنیا اور سامان دنیا نام ونمود اور شہرت کمائیں وہ اور لوگ ہونگے جو ایسا کرتے ہیں، مگر ہم قادری طریق پر قائم و ثابت قدم رہ کر دین متین کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی سعیٔ اخلاص کرتے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ حاضر وناظر ہیں، کہ ہم نے دین کی آڑ میں دنیا کے کمانے کو "لا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا" کے مطابق حرام تصور کرتے ہیں۔ اور دنیا اور حیات دنیا کی آڑ میں ہم دین حقہ کو پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، نہ ہم دین کے نام پر ایسے مراکز رکھتے ہیں، جہاں سے ہماری شہرت کو سرقاب کے پر لگیں، اور ہم راتوں رات مشہور ہو جائیں، ہم گمنام فقیر قوم وملت کے لئے صرف اپنی پرخلوص تحریرات کے ذریعہ منشاء الٰہی کی تکمیل چاہتے ہیں پڑھیئے اور عمل کیجئے تاکہ ممکن ہے قارئین کرام کا نیک عمل ہمارے لئے ذریعہ نجات کا پروانہ بن جائے! آمین یارب العالمین،

ذکر کیا ہے؟

ذکر شغل وعمل کا نام ہے جس سے صدق عطا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ" سورۂ یونس آیت ۲۶، نیکی کرنے والوں کیلئے نیک صلہ اور اس سے زیادہ ہے...... ذکر کیا ہے نعمتوں کا دسترخوان ہے بس سلیقہ ہونا چاہیئے، ذکر کے دو اقسام ہیں ذکر نفس جو قالب سے تعلق رکھتا ہے ذکر قلب جو خالق سے تعلق رکھتا ہے۔ جاننا چاہیئے نفس کا جب تک تزکیہ نہیں ہوتا نفس نہ حقیقی مسلم ہوتا ہے نہ مؤمن؟ اس ظالم کے کئی چہرے ہوتے ہیں، یہ ہوتا کچھ اور ہے نظر کچھ اور آتا ہے، ظاہراً یہ خدا کی بندگی کرتا ہے باطناً یہ اپنی پرستش کروالیتا ہے۔

بظاہر صاحب نفس کی زبان پہ قال اللہ قال الرسول ہوتا ہے بباطن دنیا اور سامان دنیا کی خواہشات ہوتی ہیں۔ ذکر کا وہ طریقہ کیا ہے جس سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فاسئلو اھل الذکران کنتم لاتعلمون" اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے...... اے طالب خدا! ذکر سے مراد ذکر خدا ہے اور خدا غیر مخلوق ہے اور انسان مخلوق ہے۔ تو مخلوق غیر مخلوق کو کس طرح یاد کرسکتی ہے، اسی وجہ سے مولیٰ کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے معرفت الٰہی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "عرفت اللہ باللہ وعرفت مادون اللہ بنور اللہ" میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا...... تو ایک انسان ہے اور انسان کم از کم تین اشیاء کا مجموعہ ہے ۱) نفس ۲) روح ۳) قلب، اگر نفس سے خدا کو یاد کیا تو نفس ناری ہے اور خدا نور ہے نور اور نار ایک دوسرے کی ضد ہے۔ پھر بھی ذکر یا عبادت کیا تو ممکن ہے نفس کا انجام بھی ابلیس جیسا ہی ہو، اگر روح سے عبادت کرنا یا ذکر کرنا چاہتا ہے تو روح کو چاہیئے کہ یہ پہلے اپنی معشوق نفس سے رہائی پالے، رہائی کس طرح ممکن ہوسکتی ہے جبکہ معشوق نفس تو روح کی ہم جنس کی شکل میں روح پر مسلط ہے۔ ہاں رہائی ممکن ہے اس وقت جب خود نفس قلب کے تابع ہوکر قلب کی شکل اختیار کرلے کہ روح بھی معشوق مجازی کی تلاش میں معشوق حقیقی تک پہنچ جائے اور قلب میں جاکر قلب کا لباس پہن لے۔ واضح ہوا کہ ذکر سے پہلے نفس قلب اور روح کو ایک کردینا چاہیئے کیونکہ وہ ایک ہے ایک کو ایک سے یاد کرنا چاہیئے۔ اے ذاکر تیرا اندر وہ ہے جو تیری شہہ رگ یعنی سانس میں اسم [ھُو] کی صورت میں ہر شئی میں جلوہ گر ہے۔ جب نفس قلب اور روح ایک ہوجاتے ہیں تو سوائے قلب کے کوئی چیز باقی نہیں رہتی اب قلب سے خدا کو یاد کر، کیونکہ قلب مظہر خدا ہے۔ مظہر ظاہر سے جدا ہے نہ ظاہر مظہر سے جدا ہے، مظہر سے ظاہر کا ذکر کرنا ہی "لایذکر اللہ لا اللہ" ہے۔ اسلئے اللہ

عزوجل فرماتا ہے"وما ینطق عن الهوىٰ" وہ اپنی خواہش سے کچھ بات نہیں کرتے......وہ اگر اپنی خواہش سے بات کرتے تو ولئ نفس ہوتے، ولیُ اللہ نہ ہوتے ؟ پھر بھی اگر بات سمجھ میں نہ آرہی تو کسی کامل پیر سے ذکر کا طریقہ سیکھ لینا چاہئے۔

مذکور کیا ہے؟

فقیر اپنی کتاب"العلم نقطة" میں صاف صاف بیان کیا ہے وہ خود عشق خود عاشق اور خود معشوق ہے، وہ خود ذاکر، ذکر اور مذکور ہے معلوم ہوا کہ جب تو نہ ہوگا تو وہ ہوگا اور وہ خود اسے یاد کرلے گا ! ذکر کرلے گا وہ تیری شہ رگ سے قریب ہے تو نکل جا، وہ رہ جائیگا، اور وہ خود اسکا ذکر کرلے گا، مگر تو نکلے گا کیسے ؟ کوئی راہ نہیں وہ بحرِ بے کراں ہے تو قطرہ ہے، بس سمندر میں جا فنا ہوجا، اور سمندر بن جا! بس اس فنا کے بعد ذکر، ذاکر اور مذکور وہ خود ہوگا۔ عربی محاورہ ہے "لن یصل الی الکل الا من انقطع عن الکل" یعنی کل کو وہی حاصل کرتا ہے جو کل سے جدا ہوجاتا ہے۔

فکر کسے کہتے ہیں ؟

ائے طالب اللہ فکر کہتے ہیں نفس کی فنا کو معلوم ہوا کہ نفس کی فنا کے بغیر شجر ذکر ثمر دار نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا " انکی اطاعت نہ کرو جن کے دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے......یعنی ایسے پیروں کی ہرگز اطاعت نہیں کرنی چاہئے جنکے قلوب اللہ کے ذکر سے غافل ہیں۔ فکر یعنی فنائے نفس کے بعد جو پیر یا مرشد زبان قلب سے ذکر کرتا ہے وہی لائق اتباع ہے ورنہ رسمی پیری مریدی سے مقصد حیات فوت ہوجاتا ہے۔ فکر کیا ہے؟ تفکر ساعة خیر من عبادة الثقلین " ایک ساعت کی فکر دونو جہاں کی عبادت

سے بہتر و افضل ہے......یعنی فنائے نفس دونوں جہاں کی عبادت سے افضل ہے۔

ائے اللہ کے نیک بندو! فقیر اپنی تحریرات سے معاذ اللہ اپنی علمی فوقیت و برتری ہرگز ثابت نہیں کرنا چاہتا بلکہ صدیوں سے چلے آرہے صوفیان کرام کے وہ علوم جو کتب و رسائل میں آج کے قارئین کرام کے لئے معمہ جات یا طلسمات بنے ہوئے ہیں بس انکی عام فہم تشریح ہوجائے، تاکہ علم تصوف علم نافع کی شکل میں قارئین کرام کے سامنے پیش ہوجائے۔ ورنہ اس حقیقت سے فقیر بخوبی واقف ہے جو اس گروہ صوفیاء کا شعار رہا ہے،"الاستقامة علی الشریعة مع کتمان السر" یعنی شریعت پر ثابت قدم رہنا (اور) راز ہائے سربستہ کے ساتھ......اُس حال کو قال میں بیان کرنے کی میں نے ہرگز کوشش نہیں کی جسکے لئے نہ زبان ہے نہ الفاظ ہیں۔ اگر میں بھی صوفیان عظام کے ان علوم کی تشریح نہ کرتا تو نہ جانے کب تک شریعت کی توہین کرنے والے طریقت کے خرقوں میں ملبوس ہوکر بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے۔

مرید کسے کہتے ہیں:-

مرید اللہ کا ایک صفاتی نام ہے یعنی مرید جب تک صفت مرید کا مظہر نہیں بن جاتا مراد سے محروم رہ جاتا ہے" تخلقوا باخلاق الله " اللہ کے صفات کو (خود میں) پیدا کرو......معلوم ہوا کہ سالک کو ذات تک پہنچنے کے لئے اپنے اندر صفات کو پیدا کرنا ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد گرامی ہے " الا لحال شوق الابرار الیٰ تعالیٰ وانی الی لقائهم لاشدّ شوقاً " دیکھو میرے ابرار کا شوق میرے لئے طول پکڑ گیا ہے اور میں انکے دیدار کا ان سے زیادہ مشتاق ہوں......یعنی سالک کلمہ طیب اور اقرار باللسان سے مرتبۂ اسلام پر آتا ہے اور اللہ کی توفیق وتصدیق بالقلب سے مرتبۂ ایمان پر آکر صفت خدا یعنی اسم "المؤمن" کا مظہر بن کر مؤمن بن جاتا ہے۔ جب مؤمن کا ارادہ ذات کی طرف ہوتا ہے تو اس

پیر کا تلاش کرنا واجب ہو جاتا ہے، جو کم از کم مظہر صفت المؤمن اور مظہر صفت ھادی ہو جو ان دو صفات سے متصف نہیں ایسے برائے نام پیر کو حقیقی طالب اللہ کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ درجات والا پیر بھی بس قبول کرنے کے قابل ہے حقیقت میں کامل پیر اسے کہتے ہیں جو "تخلقوا باخلاق اللہ" کے تمام درجات سے گذر کر ذات کا مظہر بن چکا ہو ایک سلیم الطبع سالک کو اگر ایسا پیر میسر آتا ہے تو وہ دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ ورنہ اگر کامل پیر کے ہوتے ہوئے ناقص کی طرف رجوع کیا تو مرتد فی الطریقت ہوگا۔لہٰذا مرید کو من عرف نفسہ کے عرفان کامل سے ناقص کی طرف ہرگز رجوع نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ درجہ ایمان پر آچکا ہوتا ہے اور اس مقام پر، مرید کی صورت شیخ کی صورت سے بدل جاتی ہے مرید کا مقام شیخ کے مقام سے بدل جاتا ہے، فنا کیا ہے؟ فنا میں انا پوشیدہ انا میں بقا پوشیدہ ہے۔فنا کیا ہے؟ توحید کا راز ہے، جو خود سے نکل گیا وہ توحید تک پہنچا یعنی فنا ہی توحید کا دوروازہ ہے، اور توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے معلوم ہوا کہ جو شیخ میں فنا ہوا وہ توحید میں فنا ہوا جو توحید میں فنا ہوا وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' میں فنا ہوا۔اللہ اکبر کس قدر عظیم الشان راز کی بات ہم نے بتادی۔اے طالب اللہ ! نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" الشیخ فی قومه کالنبی فی امته "تمہارا پیر اپنے مریدوں کے درمیان رسول کی مانند ہوتا ہے......ایک طرف مظہر اسم اللہ پیر کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے، کہہ کر مقام توحید کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اظہار کیا ہے معلوم ہوا کہ پیر وہ ہے جو مظہر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہو جاتا ہے......اور یہی پیر شریعت کے تعلق سے اپنے مریدوں میں رسول کی مانند ہوتا ہے ۔

کامل پیر کسے کہتے ہیں:۔

کامل پیر اللہ کی راہ میں نفس کے خلاف جہاد کرکے "وجاھدوا فی اللہ حق جهاده" کے فرمان پر کامیاب اترا ہوا ہونا چاہئے ۔کیونکہ ارشاد گرامی ہے" اُولٰئکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ

الْاِیْمَانَ " یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے ......ظاہر ہے نقش نقاش کے خلاف نہیں کرتا۔ جب ایسا شخص منصب مرشدی پر آتا ہے تو" وسقاھم ربُّھم شرابًا طهورًا" کی تقسیم کا ساقی بن جاتا ہے اور جسکو ایسی شراب طہور پلائی جاتی ہے تو وہ طاہر بن کر مقامِ مریدی پر کیوں نہیں آسکتا ؟ جب ایسا شخص مقام مرشدی پر آتا ہے تو اپنے مرید کو "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسولَ " کی زنجیروں میں جکڑ کر قید کرلیتا ہے اور اللہ تک پہنچا دیتا ہے ۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے" اولٰئک الذین هدی اللہ فبهدی هم اقتده " یہ وہ لوگ ہیں، جنکو اللہ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے، تم انکی ہدایت کی پیروی کرو ......ایسے پیر کی عبادت کا عالم فرمان مولیٰ علی شیر خدا کے اس فرمان مطابق ہوتا ہے ''لا اعبد ربا لم اره "میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسکو میں نہ دیکھوں......معلوم ہوا کہ عبادت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک عبادت بالحجاب دوسری عبادت بلا حجاب، عبادت بالحجاب تو ہزاروں لوگ کرتے ہیں مگر عبادت بلا حجاب اللہ کے وہ بندے کرتے ہیں جو قلب و روح کو یکجا کرکے حدیث احسان کے مطابق بندگی میں مصروف رہتے ہیں۔مگر افسوس صد افسوس ہم آخری دور میں جی رہے ہیں یہاں ایمان کو سنبھالنا ہی ہتھیلی پر آگ لے کر گذرنے کی مانند ہے صبح کا مسلمان شام کو کافر ہوجاتا ہے شام کا مسلمان صبح کو کافر ہوجاتا ہے ایسے حالات میں شاید ہی کچھ اللہ کے ایسے بندے ہوں جنکے قلوب اللہ کے لئے تڑپ رہے ہوں، دھڑک رہے ہوں، بس صرف ایسوں کے لئے ہی یہ میری کتاب ہے ورنہ عوام کے لئے تو شوقیہ تلاوت کا سامان ہے" وما توفیقی الا باللہ'' اللہ توفیق مرحمت فرمائے آمین یارب العالمین۔

اے اللہ کے نیک بندو ! آقا علیہ السلام کے اس فرمان عبرتناک پر صدق دل سے عمل کرنے کی کوشش کرو،''فتنوں کی وجہ سے اعمال میں جلدی کرو، اندھیری رات گزارنے کی طرح

، کیونکہ آدمی حالت ایمان میں صبح کرتا ہے اور کفر پر شام کرتا ہے، اور حالت کفر پر صبح کرتا ہے اور ایمان پر شام کرتا ہے، اور دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض اپنا دین بیچ دیتا ہے (رواہ مسلم)

طریقت کسے کہتے ہیں ؟

طریقت طریق سے ہے طریق بمعنیٰ راستہ اور اگر راستہ ہی معلوم نہیں تو گمراہ ہے۔ گمراہی کو طریقت کا نام دینا فعل شیطانی ہے۔ ظاہر بھی ہے کہ آج کل طریقت کے نام پر کیا کیا گل کھلائے جارہے ہیں کیسی کیسی لایعنی کتابیں لکھی جارہی ہیں نعوذ باللہ! اللہ اس شیطانی طریق سے محفوظ فرمائے۔ تو راستہ قلب ہے، قلب دم ہے، دم مظہر اسم "**ھو**" ہے، اور اسم "**ھو**" کلمہ طیب "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے دو چشموں کا سرچشمہ ہے اور یہ سرچشمہ تیری شہ رگ یعنی تیری سانس میں بہت قریب ہے، یہ اسم مبارک ہے جو مسمّٰی کی صورت ہے یعنی نہ اسم مسمّٰی سے جدا ہے نہ مسمّٰی اسم سے، بس نفس قلب اور روح کو ایک جان کردے اور اسکے نام پر نثار کردے یہی راستہ ہے۔ راستہ کیا ہے؟ من عرف نفسہ، میں "ہ" ہے منزل کیا ہے؟ فقد عرف ربہ میں "ہ" ہے، لیجئے ہم نے اس راستہ کو اجاگر کر دیا جو تصوف کی اصطلاح کو نہ سمجھ کر لوگوں نے تشریح یا معنیٰ کرنے کی کوشش کی ہے جسکی وجہ سے بعض نے اپنی فہم کے مطابق معنی گھڑ کر مودودی صاحب کے مطابق علم تصوف کو چنیا بیگم بنا کر رکھ دیا۔ اس لئے راقم الحروف فقیر نے ان اصطلاحات سے اعراض کرتے ہوئے آج کی زبان میں سیدھے سیدھے کلام کرنے کی سعی محمود کیا ہے

حاصل بحث کل :۔

یعنی جب مرید شیخ میں فنا ہوجاتا ہے اور شیخ جو اپنے اندر مرید کو فنا کر لینے قوت رکھتا ہے

وہ سراسر توحید یا مظہر توحید بن جاتا ہے، اور توحید "لا الٰہ الا اللہ" کا نام ہے یعنی معلوم ہوا کہ پیر کو ظاہراً اور باطناً دیکھنا اللہ ہی کا دیکھنا ہے یعنی پیر کا ظاہر شریعت مطہرہ ہے اور باطن مظہر خدا ہے اور مظہر خدا کو دیکھنا اور اس میں فنا ہوجانا عین خدا میں فنا ہوجانے کے مترادف ہے، اس لئے پیر کو سجدۂ تعظیم کرنا روا رکھا گیا ہے، کیونکہ پیر ہی مظہر کلمہ طیب "لا الٰہ الا اللہ" ہے، ایسے پیر کے اخلاق اور صفات " انک لعلیٰ خلق عظیم " بیشک آپ سب سے بلند اخلاق پر ہیں...... اور "انک لعلیٰ ھدی مستقیم " بیشک آپ ہدایت استقامت پر ہیں...... کا نمونہ ہوتے ہیں۔

طریقہ اذکار :۔

تصوف کی یا علم معرفت کی کسی کتاب میں تفصیلی طور پر اذکار کے طریقے شاذ و نادر ہی ملتے ہیں، کیونکہ ان طریقہ جات کو صوفیانِ کرام سپرد قرطاس کر دیتے، تو شاید حفظ مراتب کا لحاظ ختم ہو جاتا اور شریعتِ مطہرہ پر دشمنانِ اسلام بہتان باندھنے میں کامیاب ہوجاتے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسلامی اذکار کے طریقے سادھو، سنتوں یا نصاریٰ سے مستعار لئے گئے ہیں، یا کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسلام میں اذکار کے وہ خالص طریقے ہی نہیں جو صرف اسلام کے مرہون منت ہوں، جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اسلام میں سب کچھ موجود ہے، آجکل کچھ لوگ جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ علم تصوف ہی غیر اقوام کی دین اور نقالی ہے۔ اسلئے صوفیانِ کرام نے حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے ان طریقہ جات کو کسی کتاب میں اطمینان بخش طور پر نقل نہیں کیا، جو علم معرفت کی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور اگر کہیں خود کے لئے قلمی مخطوطات موجود بھی رہے ہوں تو ظالم انگریزوں نے خانقاہوں پر چھاپہ مار کر صوفیان کرام کے مخطوطات کو ضبط کرلیا تا کہ قوم مسلم علم معرفت کی بنیاد سے محروم رہکر صرف اصطلاحات والی کتابوں میں الجھ کر اس علم کو خود

ختم کرڈالے، اور ہوا بھی یہی سب کچھ کہ ہم علم تصوف سے نا آشنا اور دور ہوتے چلے گئے، اور علم ظاہر کے اسقدر قریب آگئے کہ فتوی بازی ، مناظرہ بازی کے حملے ایک دوسرے کے خلاف ہو نے لگے نتیجتاً قوم میں پھوٹ اور نفاق کی دراریں گہری ہوتی گئیں! اس لئے اس فقیر نے اذکار کے طریقوں کو نذرِ قرطاس کرنے کو مناسب سمجھا، تاکہ عوام ان طریقوں سے آشنا ہوکر کسی اقدام کر سکے اور ہمیں اس بات کا بالکل افسوس بھی نہیں کہ دشمنانِ تصوف کیا کہیں گے وہ تو ہر دور میں کہتے ہی آرہے ہیں۔

اذکار کتنے ہیں؟ قادریہ طریق میں اذکار ویسے تو سات ہیں مگر صوفیان کرام کے طریقوں میں پانچ مشہور اور رائج ہیں (۱) ذکر جلی یا لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی (۴) ذکر سری (۵) ذکر خفی،

یہ پانچ اذکار کیا ہیں؟ یہ پانچ اذکار ارکانِ علم معرفت ہیں جو شریعت کے پانچ ارکان کے قائم مقام ہیں یعنی شریعت کی بنیاد ارکان خمسہ پر ہے اور طریقت کی بنیاد اذکار خمسہ پر ہے۔

ذکر جلی اور اس کا طریقہ؟ (اصول قادریہ)

جاننا چاہیئے اذکار خمسہ کی کنجی اسم اللہ ذات ہے، ذکر جلی ذکرِ لسان ہے، اور لسانی ذکر اسطرح کرنا چاہیئے کہ شریعت مطہرہ کی پابندی کے ساتھ ایک پر سکون کمرہ اور نشست گاہ کو مخصوص کر لیں، بہترین اوقات فجر سے پہلے اور عشاء کے بعد کے ہیں۔ پاک صاف خوشبودار لباس زیب تن کر کے آسان طریقہ سے بیٹھ جائیں، پشت بالکل سیدھی رہے۔ اور جو حصار یاد ہو خود پر دم کرلیں، اب ناف کے نیچے سے دم کے ساتھ "ھو" کہتے ہوئے گہری سانس کھینچ کر بذریعہ تصور دماغ تک پہنچا کر دو چار پل روک کر منہ سے دھیمی آواز میں "ھـو" کہتے ہوئے سانس کو کچھ اس

طرح چھوڑیں جیسے سریلی میٹھی شہنائی بج رہی ہو اور مکمل تصور آواز پر اسقدر رکھیں کہ آپ آواز میں غرق ہو جائیں۔ خوش لحانی کا خاص خیال رکھیں دم کو سانس کے ساتھ کچھ اس انداز اور تصور سے کھینچیں جیسے تم موتی رول رہے ہو ائے نیک طالب خدا اس عمل سے جس قدر تم مست ہوتے جاؤ گے اس قدر عشق کی دریا میں جوش آتا جائیگا پھر صدائے اسم اللہ ذات سے تمہیں اسم ذات میں بے خود ہو جانا چاہیئے تا کہ مشاہدۂ قدرت کرسکو! یاد رہے دم ہی مظہر خدا ہے دم پر ہمیشہ تصور رکھنا چاہیئے مثلاً اگر تم دم کو "ھو" کہتے ہوئے ناف کے نیچے سے دماغ کی طرف کھینچ رہے ہو تو دم پر مکمل تصور ہو اور جب سانس منہ کے ذریعہ شہنائی کی آواز میں "ھـــــو" کہتے ہوئے چھوڑ رہے ہو تو تمہیں دماغ سے اترتے ہوئے دم پر ہی تصور رکھتے ہوئے ناف کے نیچے تک پہنچانا چاہیئے، پھر جب کھینچ رہے ہو تو دم کے ساتھ ہی دماغ تک تصور کے ذریعہ چڑھانا چاہیئے پھر دم کے ساتھ ہی بذریعہ تصور ناف کے نیچے تک اتارنا چاہیئے۔

دوسرا طریقہ: دم کے ساتھ "ھـو" کہتے ہوئے سانس ناف کے نیچے سے کھینچ کر دماغ تک پہنچانا چاہیئے، اس فعل کے دوران مکمل تصور صرف دم پہ ہونا چاہیئے اور جب سانس کو سریلی میٹھی شہنائی نما آواز میں خارج کر رہے ہو تو مکمل تصور اسم ذات "ھـو" کی آواز پر رکھیں یعنی کھینچنے والی سانس میں دم پر نظر رکھیں اور منہ سے خارج ہونے والی سانس میں اسم "ھــو" کی سریلی آواز پر تصور اس قدر رکھیں کہ اس عمل سے بے خودی چھانے لگے۔ جس قدر تم بے خود ہوتے جاؤ گے اسی قدر قلب یعنی دم میں گرمی پیدا ہوگی اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ یہی گرمی عشق ہے۔ یہ عمل روزانہ سو مرتبہ سے شروع کر کے دن بدن بڑھا کر۔ انشاءاللہ دو چار ہفتوں میں آپکا روم روم اور جسم کا ہر عضو "ھُـــو" "ھُـــو" پکارے گا۔ جاننا چاہیئے کہ انسان کئی اعضاء کا مجموعہ ہے، یعنی بظاہر وحدت نظر آتی ہے بباطن کثرت، لہٰذا معلوم ہوا کہ جسم کا ہر عضو ہر بال جب تک اللہُ اللہُ

نہیں کرتا تب تک ذکر میں کامیابی نہیں ملتی ۔ ذکر سے فراغت کے بعد سانسیں آہستہ آہستہ لیں تا کہ حرارت قلب محو نہ ہونے پائے اور فوراً مراقبہ میں مشغول ہو جائیں ورنہ ذکر کی مشقت بے سود ہو جائیگی ۔

ذکر جلی کا اثر: دل، دنیا اور خواہشات دنیا سے سرد ہو جاتا ہے. آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں .ندامت سے نفس شرمسار ہو جاتا ہے، اس ذکر کی سند کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :راگ اور نوحہ حرام ہے. کیونکہ راگ اور نوحہ حظِ نفس کے لئے شیطان کے ہتھیار ہیں اور یہ اللہ کے نام کے بغیر جاری ہوتے ہیں، یادر ہے جس شغل یا عمل میں اللہ کا نام شامل نہ ہو وہ صرف حظِ نفس کے لئے ہوتا ہے، اور نفس کی خواہشات میں داخل ہے ۔ اور جو گریہ وزاری صرف اللہ کے لئے ہو وہ ناجائز کس طرح ہوسکتی ہے، جاننا چاہیئے کہ اگر راگ اور نوحہ صرف حظِ نفس کے لئے ہے تو مطلق حرام ہے، اور اگر یہی اللہ کے لئے یا اللہ تک رسائی کے لئے ہے، تو نوحہ کے عوض سریلی آواز اور راگ دونوں جائز ہیں، ورنہ حضرت امیر خسروؒ کئی راگ راگنیوں کے نہ موجد ہوتے نہ رسیا ہو تے ۔ اگر راگ اور شہنائی کی سریلی آواز حرام ہوتی تو حضرت مولانا رومیؒ بانسری کی نہ تعریف کرتے نہ بانسری کی آواز پر مست ہوتے، دراصل آپ کے لئے یہ بانسری کی آواز نہیں تھی ذکر جلی تھا جسکو سن کر آپ بے خود ہو جاتے ۔

ایک عجیب واقعہ:۔

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک یا ایک سے زائد اشخاص آکر فریاد رساں ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں ایک چرواہا ہے، جو بانسری بجاتا ہے، جسکی آواز سنکر جانور تو جانور انسان بھی مست ہو کر مر جاتے ہیں یہ ماجرا کیا ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نبی غیب داں نے ارشاد

فرمایا: کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو کچھ اسرار الٰہیہ بتا کر تاکید کیا تھا، کہ ان اسرار کو کسی پر بھی فاش نہ کیا جائے، جب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ پر ان اسرار کا بوجھ گراں گزرا تو آپ کسی دشت کے سنسان کنویں میں جھک کر ان اسرار کو کنویں پر فاش کر دیا اور انہیں اسرار کی تاثیر سے کنویں میں ایک بانس کا پیڑ اُگا اور وہ چرواہا ایک خوبصورت بانس کی ٹہنی کاٹ کر اسے بانسری بنالیا اور جب وہ بانسری بجانے لگا تو اس بانسری کی آواز میں وہ اسرار فاش ہونے لگے، جس کو سن کر انسان میں قلبی اور روحی رجحان پیدا ہوا اور سننے والے بے خودی میں مرنے لگے، چرند پرند اس آواز کو غور سے سن کر بعضے مدہوش ہوتے، اور بعضے مر جاتے سن معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اسلئے حضرت علیؑ کو ان اسرار کو فاش کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں پست حوصلہ، کم ہمت اشخاص سنکر مر نہ جائیں، پس ہم نے ذکر جلی کے طریقوں کو واضح کر دیا اور اس کے ثبوت بھی فراہم کر دئے تو اب حاسدینِ تصوف کس منہ سے یہ کہتے ہیں کہ یہ طریقے ہم نے غیر اقوام سے لئے ہیں؟

ذکر جلی سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

جاننا چاہیئے کہ انسان وحدت کے اعتبار سے ایک ہے، اور کثرت کے اعتبار سے انیک ، اور یہ ہزاروں، لاکھوں اعضاء کا مجموعہ ہے اور ہر عضو مخلوق ہے، معلوم ہوا کہ ان گنت مخلوقات کے مجسمہ کا نام انسان ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر مخلوق کی جانب سے صرف زبان اقرار کرے اور دل تصدیق کرے اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ سہی ہے تب بھی زبان اور دل ہی مسلمان ہوئے، باقی ہزاروں لاکھوں اعضاء کب مسلمان ہوئے ۔ بے شک یہ کلمہ طیب کے اعجاز سے مسلمان ہوتے ہیں پھر بھی دو فرائض مخلوق پر باقی رہ جاتے ہیں، تو کیوں نہ انسان کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ انسان کثرت سے نکل کر وحدت کا نمونہ بنے، اور ہر عضو اپنے فرض سے سبکدوش ہو کر عین وحدت میں وحدت کی شکل اختیار کرے ۔ آپ نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے اور ہم سب کا ایمان بھی ہے

کہ اللہ کے دوست قبروں میں اپنے جسم کے ساتھ صحیح وسلامت قیامت تک محفوظ رہتے ہیں اور عوام سڑ ھ گل کر صرف ہڈیاں بن جاتے ہیں! معلوم ہوا ذکر جلی سے انسان انیک سے ایک ہو جاتا ہے اور ایک ایک کی طرف پیش قدمی کر کے ایک ایک میں فنا ہو جاتا ہے۔

ذکر جلی کے فوائد: ذکر جلی سے کل اجسام ایک ہو جاتے ہیں اور اسم ذات کے ذکر سے ذات جلوہ گر ہو جاتی ہے، اور ذات کے عکس سے ناسوت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، اور ذاتِ بے چوں وبے چگونہ کی صفتِ محیط مطلق کا راز ظاہر ہو جاتا ہے۔

قلب اور ذکر قلب:۔

اے سعید سالک جس قاعدے اور لحاظ سے تو ذکر جلی میں بیٹھا تھا بالکل پرسکون ہو کر شریعت کا لبادہ اوڑھ کر ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ سے توبہ کر کے دل کی طرف رجوع ہو جانا چاہیئے یعنی تجھے تصور بنکر اپنے قلب یعنی ناف کے نیچے دم میں اتر کر اسم ذات "ھـو" کی اس قدر تکرار کرنی ہو گی کہ تجھے قالب کا ہوش بالکل نہ رہے یعنی تجھے مکمل قلب بنکر قلب میں ذکر الٰہی کرنا ہوگا! یاد رہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" عَصَیتُ قَلبِیُ عَصَیتُ اللہ" یعنی میں نے اگر قلب کی نافرمانی کی تو گویا اللہ کی نافرمانی کی...... جب تو قلب میں اتر کر اسم ذات کا ذکر کرے گا باطنی کان کھل جائنگے، تو تو" ھو ھو" کریگا۔ اور اللہ" لبیک یا عبدی" کہے گا نیز درِ الہام کھل جائیگا اور عقلِ قلب بیدار ہو جائیگی، اس حال کو اور خدا کے قال کو سوائے مرشد کے کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر تیرے لوگ تیرے حال پر دیوانگی کا فتویٰ دیتے ہیں تو فکر نہ کر کہ تو لوگوں کے لئے دیوانہ اور اللہ کے لئے فرزانہ ویگانہ ہوگا! عوامی نشست وبرخاست سے گریز چاہیئے! یہ ذکر پاس انفاس کا بدل ہے، اس شغل میں تو اگر ایک ہفتہ بھی دونو وقتوں کی پابندی کے ساتھ مشغول رہا تو

انشاءاللہ تیرا قلب جاری ہو جائے گا۔ اب تو چاہے جس کام میں بھی مشغول ہوگا مگر قلب ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوگا ﴿ اَلَّذِینَ یَذْکُرُونَ اللہَ قِیَاماً وَّقُعُودًا وَّعَلٰی جُنُوبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُونَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (سورۃ آل عمران، پ۴، آیت ۱۹۱) عظیم عقل وفہم اور قوت و ادراک رکھنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر یاد کرتے ہیں محوِ ذکر رہتے ہیں، اور زمین آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں،

جاننا چاہیئے کے اس ذکر سے ذاکر دائم الصلواۃ بن جاتا ہے اگر تجھ میں حوصلہ ہے تو تجھے قلب پر نظر اور تصور رکھنا چاہیئے، چاہے تو بیدار رہے یا سوتا رہے، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے، یعنی تیری نیند مراقبہ بن جائیگی! نیز سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" تنام عینای ولاینام قلبی " میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا قلب بیدار رہتا ہے...... اسی طرف اشارہ ہے، انشاءاللہ تیرا وضوئے باطن قیامت تک برقرار رہے گا۔ ہر حال میں ہر وقت دم پر نظر رکھنا چاہیئے، تاکہ تیری ایک سانس بھی ذکر "ھــــو" کے بغیر ضائع نہ ہو، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے، چونکہ قلب مولیٰ کے انعاموں سے ایک عظیم ترعن اور انعام ہے جسکی عظمت کا اندازہ مختار اہل حرمین حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مبارک ارشاد سے ہوتا ہے، فرماتے ہیں" عجبت لمن یقطع البوادی والقفاز والمغاوز حتی یصل الی بیته وحرمه لان فیه آثار انبیائه کیف لایقطع بادیة نفسه وھواه حتی یصل الی قلبه لان فیه آثار مولاه " میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو جنگل وصحراء کو طئے کرتا ہوا خدا کے گھر اور حرم تک تو پہنچتا ہے کیوں کہ اس میں اسکے نبی کے آثار ہیں لیکن وہ اپنے نفس کے جنگل اور اپنی خواہشات کی وادیوں کو طئے کر کے اپنے

قلب تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ کیوں کہ دل میں تو اسکے مولیٰ کے آثار ہیں ، کشف المجوب ،[ص ۲۱۳] مطلب یہ ہے کہ دل حق تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے وہ اس کعبہ سے بہتر ہے جو خداعبادت کا قبلہ ہے ، کعبہ وہ ہے جسکی طرف بندے کی نظر ہے اور دل وہ ہے جسکی طرف مولیٰ کی نظر ہے ، لہٰذا ارشاد فرماتا ہے کہ جہاں میرے دوست کا دل ہوگا وہاں میں ہونگا ، یاد رہے یہ تمام دلائل ذکر قلب کے تعلق سے دئے گئے ہیں ۔ انشاء اللہ تیرا تصور کبھی تو تیرے قلب کی شکل اختیار کریگا اور قلب خود بخود ذکر اسمِ ذات "ھُــو" پر قائم ہوجائیگا ، یعنی تیرا قالب ، قلب کے تابع ہوکر قلب پر قائم ہوجائیگا ! اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں ، اور اس ذکر سے جو کچھ تیرے دل و دماغ میں ماسوا اللہ ہے وہ سب کچھ جل کر فنا ہوجائیگا ۔

ذکر قلبی کا طریقہ : آسان نشست یعنی جلسہ اختیار کر کے ، تین تین مرتبہ اوّل ، دوّم اور سوّم کلمہ پڑھنا چاہیئے ، ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ ، تین مرتبہ سورۂ اخلاص ، تین مرتبہ توبہ استغفار ، تین مرتبہ آیۃ الکرسی ، اوّل و آخر تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر خود پہ دم اور حصار کر لینا چاہیئے ۔ حصار کرنے کا طریقہ یہ ہے کے مذکورہ کلمات مقدسہ سینے پہ دم کر لینے کے بعد شہادت کی انگلی پہ دم کر کے اپنے جلسہ گاہ کے اردگرد زمین پر دائرہ کھینچ لیں ، تاکہ جنّات اور شیاطین کے خلل و دخل سے محفوظ رہ سکے ! پھر شغل میں کچھ اسطرح مشغول ہوجائیں کہ تصور کو دم پر مرکوز رکھتے ہوئے اسم ذات "ھو" میں غرق ہوجائیں لھذا سالک کو چاہیئے کہ ناف کے نیچے سے لمبی گہری سانس کھینچ کر دماغ میں پہنچا کر ایک دو پل کے بعد دم کے ساتھ ہی ناف کے نیچے تک مع تصور اتار دیں ۔ پھر دوسری لمبی گہری سانس کھینچ کر دم کے ساتھ اسم "ھــو" کے ذکر سے دماغ تک پہنچ کر ایک دو پل کے بعد دم کے ساتھ ناف کے نیچے تک اتر جانا چاہیئے ۔ یاد رہے دم خود ذکر "ھــو" ہے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتا ، اب تیرا تصور بھی قلب کی شکل اختیار کر کے اگر ذکر اسم ذات "ھــو" میں غرق ہو

گیا تو تو کامیاب ہوجائے گیا ۔ ذکر قلبی برابر طئے شدہ وقتوں میں روزانہ صبح وشام بیس منٹ سے ایک گھنٹہ تک کر سکتے ہیں ۔ اور مکمل کامیابی اس وقت حاصل ہوگی جب تم روزانہ تین گھنٹے تک شغل میں مشغولیت اختیار کرنے میں کامیاب ہوجاؤ گے ، اور صوفیان کرام کا یہی شیوہ رہا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد کم سے کم تین گھنٹہ تک شغل میں مصروف ہوجاتے ۔

ذکرِ قلبی سے کیا حاصل ہوتا ہے :-

جمال الٰہی کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے ، سالک پر ملکوتِ اسفل اور اعلیٰ روشن ہوجاتے ہیں ۔ اس مقام میں سالک کو نہ حیران ہونا چاہیئے ، اور نہ خوش ہوکر ٹھہر جانا چاہیئے سفر کو جاری رکھنے کا خوصلہ رکھے یہاں تک کہ لوح محفوظ روشن ہوجائے ، اور سالک عجیب عجیب قوتوں کا مظہر بن جاتا ہے ، ہر حال کو پیر پر واضح اور ظاہر کردینا چاہیئے علمِ جزئی سے علم کلی حاصل ہوتا ہے ، اور یہاں پہنچ کر سالک کی جان سماع کی رسیا ہوجاتی ہے اس لئے سماع سیاحِ ملکوت کے لئے جائز ہے ، نہ کہ مقیم ناسوت کے لئے ، ملکوت کے مشاہدات اس سے زیادہ ہم درج نہیں کر سکتے ، اس مقام میں سالک پر "اَلْعِلْمُ نُوْرٌ" کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور علم کے تمام حروف نورانی اجسام اختیار کر لیتے ہیں . جس کے مشاہدہ کے بعد سالک کا ٹھکانہ نہیں رہتا اور اس مقام میں سالک عالمِ با ادب بن جاتا ہے ۔ "و لاتشتروا بآیاتی ثمناقلیلا" اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے مت بیچو...... کے راز کا مشاہدہ کرتا ہے ، اور وہ ہرگز اللہ کی آیات کا علم نہیں بیچتا ! نبی کریم ﷺ اسی مقام کے علم کے لئے ارشاد فرماتے ہیں جو دنیا کمانے کے لئے علم دین کو بیچا وہ جہنمی ہے ، جب سالک تنویرِ علم اور حروف کے نورانی اجسام کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو علم نفس سلب ہوجاتا ہے ۔

ذکرِ روحی کس طرح کرنا چاہیئے :۔

آسان طریقہ سے بیٹھیں، حصار اور توبہ کے بعد دم کو ناف کے نیچے سے اسم ذات "ھو" کے ساتھ دونوں آنکھوں کے بھوؤں کے درمیان پہنچا کر دم کو کچھ دیر کے لئے روک کر اسم "ھو" کی تکرار کریں، پھر آہستہ آہستہ سانس کو چھوڑیں مگر نظر بردم سے غافل نہ رہیں، پھر سانس چھوڑیں تو وسط چشم سے اتر کر ناف کے نیچے تک پہنچ جانا چاہیئے پھر دوبارہ ناف کے نیچے سے سانس کھینچ کر دم کو آنکھوں کے بھوؤں کے درمیان میں روک کر ذکر "ھو" کی تکرار کرے اور آہستہ آہستہ سانس چھوڑ کر دم کے ساتھ تصور کی صورت میں ناف تک پہنچیں............اسی طرح بدستور اس شغل میں بیس منٹ سے آدھا گھنٹہ تک مشغول رہیں، ہر دن تھوڑا تھوڑا اس شغل کو بڑھا کر تین گھنٹہ تک کا میابی حاصل کرنا چاہیئے یعنی صبح ڈیڑھ گھنٹہ اور رات ڈیڑھ گھنٹہ.....انشاء اللہ سالک ذکر روحی کا ذاکر بن جائیگا۔ یاد رہے یہ ذکر طوفان نوح کے مانند ہوتا ہے! ثابت قدم رہے، حوصلہ اور ہمت سے کام لیں، اللہ سے مدد طلب کریں، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں کا حکم اسی مقام کے تحت نازل ہوا ہے، نادانوں نے ناسوتی دنیا کمانے کے لئے اس حکم کا بیجا استعمال کر کے امت میں فساد برپا کر دیا! قرآن حکیم ہے، ہر مقام کی حکمت اور حکم جدا جدا ہے، اس لئے قران کو عالم ظاہر و باطن سے سیکھ کر استدلال کرنا چاہیئے، ورنہ گمراہی کا خدشہ رہتا ہے، لہٰذا ارشاد ربانی ہے: "یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا" یہ وہ کتاب ہے جس کے ذریعہ لوگ گمراہ بھی ہوتے ہیں اور ہدایت بھی پاتے ہیں۔ کیوں کہ ہر مقام کا حکم اور حکمت جدا ہوتی ہے۔ خیر اے سالک راہ خدا.....جب تو اس مقام تک پہنچ جائے گا تجھ پر عالم ارواح کا راز فاش ہو جائیگا، اور سخن "کُن فَیَکُوْن" یاد آ جائے گا! اور الست بربکم کا اعلان سنکر تیری روح "بلیٰ" "بلیٰ" کے نعرے لگا رہی ہوگی اور تو سرشار ہو

جائیگا، تیری روح کو وہ سب کچھ یاد آئے گا جسے وہ بھول بیٹھی تھی..

ذکر روحی سے پہلے مشق کے طریقے :۔

اے سالک راہِ خدا ! ذکرِ روحی کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل مشقوں میں سے کسی ایک مشق میں کامیاب ہو جا! ورنہ ذکرِ روحی میں مشق کے بغیر کامیابی مشکل ہے، اے سالک راہ خدا! اب تجھے صوفیان کرام کے ان مشقوں سے آگاہ کروں جو اخلاص کے ساتھ وہ کرتے آئے ہیں۔

مشق نمبر ایک: ایک ۱۶ انچ مربہ آئینہ لیں، اور عین وسط میں اسم "ہ" سفید رنگ سے لکھیں بقیہ حصہ میں ذرات کی مانند سفید نقطے لگائیں، (یہ اسلئے کے میدان الست میں اللہ تعالی نے تمام ارواح کو ذرات کے مانند پھیلا کر وعدۂ الست لیا تھا)، اور "ہ" کے وسط میں یکسوئی کیساتھ روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ دیکھنے کی مشق کریں اور اوقات شام وسحر وہی ہیں جسکا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

مشق نمبر۲: بعض صوفیان کرام نے برزخی اسماء ثلاثہ کو آئینہ پر لکھ کر مشق مرقوم کی ہے چاہے تو یہ بھی کر سکتے ہیں، مگر ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں کرنا چاہیئے۔

مشق نمبر۳: بعض صوفیان کرام نے ایک شمع رات کی تاریکی میں روشن کر کے بغیر پلک جھپکائے گھنٹوں مشق کی ہے، مگر آپ ہر دن ایک گھنٹہ پندرہ دن تک کریں۔

مشق نمبر۴: بوقتِ طلوع شمس ہر دن ایک گھنٹہ (کم پلکیں جھپکاتے ہوئے) سورج کے دیدار میں مصروف رہیں، یہی عمل چار ہفتہ تک کریں، اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ہندوانہ طریقہ ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اعلانِ نبوت سے پہلے یہ مشق کی ہے، کبھی تارے کو رات رات بھر دیکھتے، اور ھٰذا ربی کہتے! پھر جب وہ ڈوب جاتا آپ خود اسکی نفی کرتے، اور کہتے کہ ڈوبنے والا

خدا نہیں ہوسکتا کبھی چاند کورات بھر دیکھتے اور ھذا ربی کہتے جب وہ اپنے نور کو کھولیتا یا غروب ہو جاتا تو خود ہی اسکی نفی فرماتے کہ یہ میرا رب نہیں ہوسکتا کبھی سورج کو دیکھ کر پہلے اقرار بعد انکار کر دیتے تھے، دراصل یہ کیا ہے؟ یہ وہ مشقیں ہیں جو انبیاء کرام کی سنتیں ہیں نیز نبی کریم ﷺ نے مشق شق القمر کیا ہے اس لئے یہ معجزہ سرزد ہوا۔ غار حراء میں نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے پہلا کیا کرتے تھے؟ مشق وجود یہ ہی تو کیا کرتے تھے، اس طرح کئی انبیاء کرام نے اعلان نبوت سے پہلے مشقیں کی ہیں، الغرض سورج کو دیکھنے کی مشق ہر دن ایک گھنٹہ ایک دو ہفتہ تک جاری رکھیں۔ اسکا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے جسکی آنکھوں کی بینائی کمزور ہوگئی ہو انشاء اللہ چند ہی دنوں میں تیز ہو جائیگی۔

مشق نمبر۵: آنکھیں کھول کر دن کے وقت پرسکون جگہ میں آبادی سے باہر بیٹھ کر ہوا میں تیرتے اور رقص کرتے ہوئے ذرات بغیر پلک جھپکائے دیکھنے کی ریاضت کریں، یہ عمل ہر دن کرنے کے بعد ایک ہفتہ تک یہی عمل آنکھیں بند کر کے بھی کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ ایک دو ہفتوں میں کامیابی حاصل ہو جائیگی۔

مشق نمبر۶: بعض لوگ آدھی رات کو بیدار ہو کر اور سر پہ چادر اوڑھ کر اپنی ناک کی بانس پر نظر رکھتے ہیں، اس عمل سے ابتداءً ناک اور آنکھوں میں گرمی پیدا ہوتی ہے گھبرانا نہیں چاہیئے! چند دنوں میں ناک کے سامنے ہلال نما چاند نمودار ہوگا! جس کو دیکھ کر بعض لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ نور محمد ﷺ ہے، نعوذ باللہ یہ غلط ہے۔

مشق نمبر۷: بعض حضرات چاندنی میں قبلہ رخ ہو کر کمر پہ دونوں ہاتھوں کو ٹکا کر، کھڑے ہو کر خود کے سایہ پر نظر رکھتے ہیں اور پندرہ بیس منٹ کے بعد آسمان کی طرف نظر کرتے ہیں تو ایک سفید

برف کے مانند مورت نظر آتی ہے، پھر اس مورت کے تصور کو دل میں اتار کر محفوظ ہوتے ہیں، یہ مشق ہر دن ایک گھنٹہ دو ہفتہ تک کریں۔

مشق نمبر۸: بعض حضرات قدسیہ شغل شق القمر میں مشغول رہتے ہیں، مگر اس شغل یا مشق کو کامل مرشد سے سیکھیں تو بہتر ہے، طریقہ یہ ہے کہ چاند پر ابراہیم خلیل اللہ کی مانند اسقدر تصور اور نظر رکھیں کہ خود کا جسم ساکت و جامد محسوس ہونے لگے۔ سالک کو چاہیئے کہ اس مشق میں اپنی آنکھیں کشادہ رکھے اور پلکیں دیر تک نہ جھپکائے۔ یعنی چاند کو اپنی نظر میں کھینچ لینے کی کوشش کرنی چاہیئے! یہاں تھوڑی ہی دیر میں دو چاند نظر آئینگے! اور پھر دونوں ایک ہو جائینگے، مبتدی کے لئے یہ مشق و شغل کا ہنر خوب ہے مگر منتہی کے لئے اس کی مطلق ضرورت نہیں رہتی! یاد رہے ان مشقوں سے سالک میں عشق بیدار ہوتا ہے اور سالک عاشق بن جاتا ہے۔

مشق نمبر۹: بعض حضرات آنکھیں اور لبوں کو بند کر کے دم کو ناف ھکے نیچے سے کھینچ کر بند آنکھوں میں گردش دیتے ہیں تا کہ آنکھوں کے ڈھیلے ایسے گھومیں جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہے ہوں، اس عمل سے تھوڑی دیر میں چاند کے ہالے کی طرح ایک گول دائرہ نظر آتا ہے یا جیسے گلِ لالہ میں ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے اور جب نظر بردم کے ساتھ سالک کا تصور اس نقطہ کے درمیان جم جاتا ہے تو تجلی نور نقطہ میں نظر آتی ہے، یاد رہے جب یہ ہالہ نظر آتا ہے آنکھوں کو گردش دینا بند کریں اور جب اس ہالے کے نقطہ سے نور کی تجلی غائب ہونے لگے پھر آنکھوں کو حرکت دینا چاہیئے، یہ مشق و عمل دو چار ہفتہ تک ہر دن ایک گھنٹہ تک کر سکتے ہیں۔

مشق نمبر۱۰: بعض حضرات منبع روح کی تابش کو مریدوں کے درمیان دکھا دیتے ہیں، جو خود دیکھ چکا ہو وہ دکھا بھی سکتا ہے، یہ مشاہدہ دلیل و آیات نور سے تعلق رکھتا ہے وہ مرشد ناقص ہے جو

راتوں رات وہ سب کچھ دکھا نہیں دیتا جو سالک کو برسوں بعد نظر آتا ہے، بعض حضرات چہرۂ مرشد کامل کے تصور کی تلقین کرتے ہیں یعنی مرشد کامل وہ ہے جو اسم اللہ کا مظہر بن چکا ہو، اس راہ میں ایسے کامل کا تصور ہر گز شرک نہیں کیوں کہ ایسا مرشد سرالاسرار ہے۔ نبی کریم صاحب لولاک ﷺ فرماتے ہیں مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاءَ الْحَقَّ (یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) جاننا چاہیئے کہ کامل مرشد من رانی کی جلوہ گاہ ہے، ایسے کامل مرشد کو دیکھنے والا درویش بن جاتا ہے اور ایسے ہی مرشد سے فنا اور بقا کا راز حاصل ہوتا ہے، ایسا مرشد کامل ذاتِ بے چوں و بے چگونہ کا راز ہے، اور دو عالم ایسے مرشد کامل کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں، آج کل دولت وشہرت دنیا کی رسیا اپنے مریدوں میں کمال اور کمالیت کا دعویٰ کرنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں! کہ اس بے چگوں کے مشاہدہ میں کس طرح وصل پایا جائے۔؟ وہ بے چگوں در چگوں کیوں بسیط ہے؟ وہ ذات مطلق ہر شئی پہ کس طرح محیط ہے؟ سالک کو چاہیئے کہ اس محیط مطلق کا راز سمجھ کر ذکر روحی میں کوشش کرے۔

ایک ناظر اور دوسرا منظور ہے تو نظر کیا ہے؟ میاں! یہ برزخ ہے۔ جب تک ناظریت کا علم بھی نفی نہیں ہو جاتا تب تک تو منظور کی نظر میں خفی نہیں ہو سکتا! مجنوں کا عشق جب جوان ہو گیا تو لیلےٰ لیلےٰ نہیں، اَنَا لیلےٰ کہنے لگا! یعنی جب مجنوں کو خود کی یاد اور خبر تھی تب تک وہ لیلےٰ لیلےٰ کہتا تھا، جب وہ خود سے بے خبر ہو گیا تو انا لیلےٰ کہنے لگا، اَنتَ انَا اَنَا، اَنْتَ " بالکل اسی طرح جب تک منصور حلاج کو خود کی یاد اور خبر تھی اللہ اللہ کرتے رہے، جب خود سے بے خبر ہو گئے تو انا الحق کہنے لگے اسی حالت کو دوئی کا مٹ جانا کہتے ہیں! جب تک خود ہے دوئی باقی ہے، جب خود مٹ جاتا ہے تو وہ ایک رہ جاتا ہے! عبودیت یہ لفظ ایسا ہے جس سے شرک کی بو آتی ہے، جب علم، نظر، ناظر اور منظور ایک ہو جاتا ہے، سالک فنافی الشیخ کے مقام پر آجاتا ہے، علمِ منظور نظر کو بھول جا اور علم کو نظر

کے درمیان معمور کر دے! انشاءاللہ تو مجلس محمدی ﷺ تک رسائی حاصل کر لے گا!

اے طالب اللہ! جب نظر کا علم بھی معدوم ہو جاتا ہے تو بندہ فنافی اللہ کے مقام پر آجاتا ہے۔ جانتا ہے علمِ نظر، ناظر اور منظور کیا ہے؟ یہ علم روح، علم سرّ، علم خفی ہے، یعنی معلوم ہوا کہ روح نظر کی مانند ہے، سرّ ناظر کے مانند ہے، اور خفی منظور کی مانند ہے۔

تعریف ذکر سرّ ی:۔

ذکر سرّ ی کا طریقہ بھی ذکر قلبی کے مانند ہے. مگر بوقت ذکر، سبع صفات کے ساتھ تمام اسماء صفات کا راز کھل جاتا ہے، اور بندہ سالک تخلقو اباخلاق اللّٰہ کی منزل پر آجاتا ہے، صفات میں سالک ظہور حق کا مشاہدہ کرتا ہے تو دیدار کی یاد سے دل قوی ہو جاتا ہے اور عشق بیدار ہو جاتا ہے۔

ذکر خفی: اسکا طریقہ بھی ذکر سرّ ی کی طرح ہوتا ہے، ذکر خفی میں سالک پر خودی کی مکمل نفی کے بعد وحدت الوجود کا راز کھل جاتا ہے، یا فنا کے بعد مشاہدہ کھل جاتا ہے۔ سالک وحدت الوجود میں خود کو فنا در فنا سے گذار کر فارغ ہو جاتا ہے، اس مقام پر اکثر حضرات پہنچ کر انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کہتے ہیں۔

ہر ذکر سے پانچ اذکار نکلتے ہیں:۔

اے طالب خدا تجھے یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ہر ذکر سے پنج اذکار نکلتے ہیں یعنی پانچ اذکار سے پچیس اذکار نکلتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ میں انہیں بھی فاش کرتا چلوں تا کہ طالبین کی تشنگی باقی نہ رہے۔ (۱) ذکرِ جلی اور پانچ اذکار:۔ ۱ ذکر جلی در جلی ۲۔ ذکر قلبی در جلی ۳۔ ذکر روحی در جلی ۴۔ ذکر سرّ ی در جلی ۵۔ ذکر خفی در جلی۔

تفصیلِ اذکار: ۱۔ ذکرِ جلی درجلی: اسم ذات "ھو" بانسری کی مانند زبان سے ادا کرنا۔

۲۔ ذکرِ قلبی درجلی: دم کو اسم "ھو" کے ساتھ ناف کے نیچے سے کھینچ کر دل تک لائیں اور چند پل رک کر کریں۔

۳۔ ذکرِ روحی درجلی: اسم "ھو" کہتے وقت دم یا قلب میں اسم ذاتِ ھو کا مشاہدہ حاصل کریں۔ ۴۔ ذکرِ سرّی درجلی: ذکر اسم ذات سے مشاہدہ اسم ذات کے بعد سالک میں ذوق و شوق اور محبت بیدار ہوتی ہے اسی کو ذکرِ سرّی درجلی کہتے ہیں۔

۵۔ ذکرِ خفی درجلی: سالک عشق بیدار میں جب خود کو فراموش کر دینے کا نام ہے۔

(۲) ذکرِ قلبی کے پانچ اقسام ہیں:۔

۱۔ ذکرِ جلی درقلبی ۲۔ ذکرِ قلبی درقلبی ۳۔ ذکرِ روحی درقلبی ۴۔ ذکرِ سرّی درقلبی ۵۔ ذکرِ خفی درقلبی۔

تفصیل: ۱۔ ذکرِ جلی درقلبی: آنکھ، کان، اور لب بند کر کے زبانِ قلب سے اسم ذات، "ھو" کی تکرار کرنے کا نام ہے۔

۲۔ ذکرِ قلبی درقلبی: اسمِ ذات "ھــو" کو جو ہمیشہ یاد رکھتا ہے وہ ذاکرِ قلبی درقلبی بن جاتا ہے، اور اس سے قلب جاری ہو جاتا ہے۔

۳۔ ذکرِ روحی درقلبی: اسمِ ذات "ھو" کا مشاہدہ کرنے کا نام ہے۔

۴۔ ذکرِ سرّی درقلبی: اسمِ ذاتِ "ھُوَ" پر دیدار کے بعد عاشق ہونے کا نام ہے۔

۵۔ ذکرِ خفی درقلبی: عشق اسمِ ذاتِ "ھُوَ" میں خود فراموش کا نام ہے۔

(۳) ذکرِ روحی کے پانچ اقسام:۔

۱۔ ذکرِ جلی درروحی ۲۔ ذکرِ قلبی درروحی ۳۔ ذکرِ روحی درروحی ۴۔ ذکرِ سرّی درروحی ۵۔ ذکرِ خفی درروحی،

۱۔ ذکرِ جلی درروحی: اسم ذاتِ "ھُوَ" کا مشاہدہ جو پیر کامل کے طفیل حاصل ہے اس میں غرق ہو جانے کا نام ہے۔

۲۔ ذکرِ قلبی درروحی: اسم ذاتِ "ھُوَ" کا مشاہدہ یاد رکھنے کا نام ہے

۳۔ ذکرِ روحی درروحی: ۴۔ ذکرِ سرّی درروحی: یاد اور دیدار میں ذوق و شوق کے پانے کا نام ہے۔

۵۔ ذکرِ خفی درروحی: یاد اور دیدار میں خود فراموشی کا نام ہے۔

(۴) ذکرِ سرّی کے پانچ اقسام:۔

۱۔ ذکرِ جلی درسرّی ۲۔ ذکرِ قلبی درسرّی ۳۔ ذکرِ روحی درسرّی ۴۔ ذکرِ سرّی درسرّی ۵۔ ذکرِ خفی درسرّی

تفصیل:۔

۱۔ ذکرِ جلی درسرّی: کل اسماء یا صفات میں ظہورِ حق کا مشاہدہ انتہائی محبت سے کرنے کا نام ہے۔

۲۔ ذکرِ قلبی درسرّی: عشقِ ظہورِ حق اور دیدارِ حق کو یاد رکھنے کا نام ہے۔

۳۔ ذکرِ روحی درسرّی:۔ یاد اور دیدار پر شاہد رہنے کا نام ہے۔

۴۔ ذکرِ سرّی درسرّی: مشاہدہ حق سے ذوق اور لذت پانے کا نام ہے۔

۵۔ ذکرِ خفی درسرّی: ذوق ولذّت کی فنا کے بعد خود فراموشی کا نام ہے۔

(۵) ذکرِ خفی کے پانچ اقسام:۔

ا۔ ذکرِ جلی درخفی ۲۔ ذکرِ قلبی درخفی ۳۔ ذکرِ روحی درخفی ۴۔ ذکرِ سرّی درخفی ۵۔ ذکرِ خفی درذکرِ خفی،

ا۔ ذکرِ جلی درخفی: وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست کو پہچان کر خودی کی نفی کرنے کا نام ہے۔

۲۔ ذکرِ قلبی درخفی: اپنی نفی پر آپ مطلع ہونے کا نام ہے۔

۳۔ ذکرِ روحی درخفی: اپنی فنا پر آپ شاہد رہنے کا نام ہے۔

۴۔ ذکرِ سرّی درخفی: اپنی فنا کی لذّت سے محظوظ ہونے کا نام ذکرِ سرّی درخفی ہے۔

۵۔ ذکرِ خفی درخفی: اپنی فنا کی لذّت کو محود رمحو یعنی" مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَموتوا '': ...... مرنے سے پہلے مرجاؤ...... کی فنا پر امین ہوجانے کا نام ہے، اس حال کی کیفیت یہ ہے کہ جیسے خواب میں خواب بیان کرتا ہے، یا خواب میں خواب دیکھتا ہے۔ ان تمام اذکار کا ذاکر وہی شخص بن سکتا ہے جو اپنے کامل مرشد سے تلقین وارشاد پاتا ہے۔

مختصر تعارفِ اذکار:۔

ا۔ ذکرِ جلی یہ ہے: کہ بذریعہ کلام سالک کو مشاہدۂ حق اور مشاہدۂ کلیم سے بے خبر نہیں رہنا چاہیئے، واضح رہے کہ جس ذکرِ جلی سے یعنی جس ذکر کلام سے صفت کلیم کا مظہر نہیں بن جاتا تب تک کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور سالک ناقص کا ناقص ہی رہ جاتا ہے یعنی وہ بھی کیا ذکر جو مذکور تک نہ پہنچے ۲۔ ذکرِ قلبی: ذکرِ قلبی میں سالک کو ہر خطرات، خیالات، تصورات، اور تجلیات میں اسماءِ الٰہی یعنی صفات الٰہیہ کا مشاہدہ کرے۔ ۳۔ ذکرِ روحی یہ ہے: ہر حال میں مشاہدۂ

ذات باتعیناتِ عیان پر شاہد رہنا ہے۔ ۴۔ ذکرِ سرّی یہ ہے: ذکرِ روحی سے حاصل شدہ مشاہدہ کی لذت سے سیر نہ ہونا اور مزید هل من مزيد کی تڑپ کا موجود رہنا ہے۔ ذکرِ خفی: یہ ہے کہ ذکر سرّی سے حاصل شدہ تڑپ اور لذت میں عشق کے طفیل یگانگی اور یکتا کے ساتھ یکتائی حاصل کر کے دوئی مٹا کر یکتا میں محو ہو جاتا ہے۔ یعنی خود کے علمِ خودی کو فراموش کر کے خودی کی مخالفت کو مخفی کر دینا چاہیئے۔

الحمدللہ! ہم اپنے خاندان وسلسلہ کے طریقوں کے مطابق بغیر بخل کے وہ تمام اصول وضوابط بیان کر دیئے ہیں جو ذاکرین کیلئے انتہائی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے آپ حضرات پورے اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہیں، ورنہ غافلین اور ذکر سے روگرداں اشخاص کیلئے اللہ تعالیٰ کی سخت وعید آئی ہے لہٰذا ارشادگرامی ہے" وَمَنْ يَعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ '' اور جو ذکرالٰہی سے روگردانی کرتا ہے ہم اسکے لئے ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں...... نیز ارشاد پاک ہے " وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا "اور انکی پیروی نہ کیجئے جنکے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے......

اذکارِ صوفیاء کے خلاف کی گئی سازش کا مختصر جائزہ:۔

طالبان راہ سلوک کو جاننا چاہیئے کہ مذکورہ اذکار جو اس فقیر کے خاندان اور خانوادہ میں رائج ہیں وہ دنیا کے شاید ہی کسی خانقاہ میں رائج ہوں! کیوں کہ اسلام دشمن یہود ونصاریٰ نے جب اسلام کا مطالعہ کیا تو صوفیانِ اکرام کی وہ برگزیدہ جماعت سامنے آتی ہے جسکی اطاعت ہر دور کے عظیم سلاطین نے کیا ہے یعنی ظاہری اسلام کی کمان ہر دور میں ظاہری علماء اور عادل بادشاہوں نے سنبھالی تو باطنی کمان صوفیان کرام نے سنبھالی ہے اس حقیقت کے شاہد خود تاریخ عالم ہے کہ، نوے فیصد صوفیان کرام مہاجر ہیں دور دراز کے ملکوں سے سخت ترین سفر اور مشقتوں کے بعد دنیا

کے ہر خطے میں آباد ہو چکے ہیں۔ جب انگریزوں نے اس حقیقت کا مطالعہ کیا کہ جابر و سفاک بادشاہ بھی کسی نہ کسی صوفی کا معتقد ہے اور انکے اشاروں پر تبلیغِ اسلام کی جارہی ہے، تو با قاعدہ منظم طریقے سے صوفیانِ کرام کے علمِ تصوّف کے متعلق ریسرچ کیا جانے لگا، روحانیت کی کیفیت کو جاننے کی کوشش کی جانے لگی تو انگریزوں کے ہاتھ وہ نسخہ لگ ہی گیا جس پر علمِ تصوّف کی اساس رکھی گئی ہے۔ (یعنی اذ کارِ خمسہ)

اذ کارِ خمسہ کے شرائط اور طریقہ جات:۔

یہ وہ پانچ اذ کار کے طریقے ہیں جو ارکان اسلام کے قائم مقام تھے! یعنی ظاہری ارکان اسلام سے مسلمان کو تقویٰ وطہارت حاصل ہوتی ہے، تو باطنی ارکانِ تصوّف سے روحانیت کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ تو بس اور کیا تھا **1857**ء کے بعد منظم سازش کے تحت دنیا بھر کی خانقاہوں پر چھاپے مار کر قلمی مخطوطات اور ان اذ کار کے قلمی نسخوں کو ضبط کیا جانے لگا۔ اور صوفیانِ کرام کو باہری افراتفری کے ذریعہ خانقاہوں میں نظر بند رہنے پر مجبور کیا جانے لگا! سازشوں کے تحت قتل کیا جانے لگا، ہر طرف دہشت کا ماحول گرم تھا، بازاروں سے علمِ تصوف پر شائع شدہ کتابوں کو خاموشی سے غائب کیا جانے لگا اور اس وقت تک ہمارے صوفیانِ کرام نے بھی ان اذ کارِ خمسہ کے متعلق کسی کتاب میں کم ہی ذکر کیا تھا کیوں کہ یہ اذ کارِ خمسہ حفظِ مراتب کے تحت خانقاہوں میں کرنے کی چیز ہو کر رہ گئی تھی۔ اور دشمنانِ اسلام نے بھی تحقیق کے نام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان اذ کارِ خمسہ کے شرائط وطریقے (ہندوازم) سے اخذ کئے گئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ علمِ تصوّف ہی گریک کا نظریہ ہے! اور کوئی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ یہ نصاریٰ کے رہبانیت کی دین ہے، کوئی یہ کہتا کہ یہ بدھ اور جین مذہبوں کی اساس ہے، اس لئے علمِ تصوّف کی کئی تصانیف تو محفوظ رہیں، مگر جس چیز پر تصوّف کی اساس رکھی گئی تھی وہ اذ کارِ خمسہ کتابوں سے ہی نہیں

بلکہ سینوں اور خانقاہوں سے آہستہ آہستہ غائب ہو رہے تھے! الہٰذا اس فقیر نے حسبِ منشاءِ الٰہی ان اذ کارِ خمسہ کو مع شرائط وطرائق دنیا بھر کی ان خانقاہوں تک پہنچانے کا ارادہ کیا جنکی امانت یہ اذ کارِ خمسہ تھے اور حتی المقدور یہ بھی ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے صوفیانِ کرام کے طرائق اذ کار دنیا کے کسی بھی دھرم سے مستعار نہیں لئے گئے بلکہ اسلام میں اسکا اثاثہ موجود ہے۔

تصوف کی اصطلاح میں راز کیا ہے:۔

راز کے اقسام پانچ ہیں:۔

۱۔راز جلی ۲۔راز قلبی ۳۔راز روحی ۴۔راز سرّی ۵۔راز خفی

(۱) راز جلی کیا ہے: راز جلی زبان سے وہ بات بیان کرنا ہے جو اہل اور نا اہل دونوں طبقات کے لئے ہو۔ اہل اس بات کو سمجھ لیں گے اور نا اہل نہیں بھی سمجھیں تو کوئی حرج واقع نہ ہوگا۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ ہر مسلمان مبلغ ہے جو جتنا جانتا ہے دوسروں کو ضرور بتائے، حدیث پاک میں ہے ”بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ كَانَ آيَةً“ میری جانب سے آگے بات پہنچادو اگر چہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو...... نیز ارشاد پاک ہے ”فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ“ حاضرین غائبین کو پہنچادیں...... یعنی پیغام وفرمان نبوی ﷺ) یہ مقام شریعت کا راز ہے۔

(۲) راز قلبی: راز قلبی کیا ہے؟ یہ وہ راز ہے جس کو سمجھنے اور جاننے کا حق چار پیر اور چودہ خانوادوں کے ہر سالک کو حاصل ہے بلکہ اس راز کو جان کر عمل کرنا سالک پر واجب ہے، ورنہ تصفیۂ قلب سے رہ جائے گا! یہ مقام طریقت کا ہے۔

(۳) راز روحی: راز روحی کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ روح اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کو پیرانِ عظام بخوبی جانتے ہیں اور اہل کے سامنے اس کا افشاء کرتے ہیں، عوام کے درمیان

اس راز کے افشاء سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اس لئے پیران کرام نے منع فرمایا، کیوں کہ کہنے والے نے حق کہا اور سننے والے نے قبول نہ کیا، تو حق کا انکار کرنے کی پاداش میں سننے والے پر کفر لازم آئیگا اور کہنے والے کو مسلمان کو کافر بنانے کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا، اس لئے راز کو اہل سالکین کے درمیان فاش کیا جاتا ہے، رہا سوال روح سے متعلق رازوں کا اسکے افشاء سے نہ کہنے والے کا ایمان خطرے میں ہوتا ہے نہ سننے والے کا ایمان! گویا ان رازوں کو بیان کرنے سے ترقی پسند نیک سالک کو مزید حوصلہ اور تقویت ملے گی! یہ راز حقیقت ہے۔

(۴) **رازِ مقامِ سرّ** :اس مقام کا راز ہر کس و ناکس کے سامنے خصوصاً جب اس کا بیان کرنے والا بادشاہ اسلام کی رعیت میں شامل ہے تو ہرگز نہ بیان کرے، ورنہ علماء ظاہرین اسکو تختہ دار تک پہنچائے بغیر چین کی نیند نہ سوسکیں گے! اور اگر بادشاہ اسلام نہیں جمہوری حکومت ہے تو حق اظہار خیال کے تحت اسلام کی عظمت اور حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے بیانؔ کیا جائے تو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ بس چند فتوے عائد کئے جائینگے، اسی مقام کے راز کو حضرت حسین ابن منصور حلاج، حضرت شمس تبریز اور حضرت صوفی سرمست رحمھم اللہ اجمعین نے جب بادشاہوں کی رعیت میں رہ کر فاش کیا تو اپنے اپنے انجام کو پہنچنا پڑا۔ اسی مقام کے راز یعنی راز حکمت کے لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" **لاَ تَکَلَّمُواْ کَلاَمَ الْحِکْمَۃِ عِنْدَ الْجَاھِلِ** "حکمت والا کلام جہلاء کے سامنے مت بیان کرو۔ (ورنہ یہ جہلا تختہ ءدار سرخ کرنے پر مجبور کردینگے) یہاں **مَنْ عَرَفَ نَفْسَہُ فَقَدْعَرَفَ رَبَّہُ** ، نیز "**انت انا و انا انت** "! کا راز فاش ہوجاتا ہے۔ اس راز کے مقام کو مقام معرفت کہتے ہیں۔

(۵) **رازِ مقامِ خفی**: یہ مقام محو در محو ہے، دوئی کا تفرقہ مٹا کر ایک میں ایک ہوجانے کے راز کو رازِ

ہتے ہیں۔ جب سالک یہاں پہنچ جاتا ہے تو اس کا ذرہ بھی باقی نہیں رہ سکتا اور " **اذا تم الفقر فھو اللّٰہ** " اسی مقام کے تحت فرمایا گیا ہے۔ جب سالک مکمل محو در محو یا مکمل غرق ہوجاتا ہے تو **مَنْ عَرَفَ رَبَّہُ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ** یعنی جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی ...... معلوم ہوا کہ اس مقام کے اسرار بیان کرنا دشوار ہے پھر بھی اگر کسی بااختیار بزرگ کو پانچوں مکانات کی سیر حاصل ہوا اور پہلے مکان میں پانچوں مکان کا راز ظاہر کیا تو وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ "**مَنْ شَرَحَ اَسْرَارَ الربوبیت فقد کَفَرَ**" جس نے اسرار ربوبیت کو فاش کیا وہ کافر ہے...... لھذا ان اسرار کا فاش کرنا ان اولیاء اللہ کے لئے ممکن ہی نہیں جو مقام محبوبیت سے دور ہیں! ورنہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے کن کن اسرار کو فاش نہیں کیا؟ رسالہ قادریہ کا گہرا مطالعہ کریں اور فیصلہ کرلیں، الفتح الربانی، فتوح الغیب، پڑھیں اور ان رازوں سے متعلق دوسروں پر لعن طعن نہ کریں۔ معلوم ہوا کہ یہ خالص عاشق اور معشوق کے اسرار ہیں جنکو فاش کرنے کا اختیار عاشق کو بھی حاصل نہیں ہاں اگر معشوق چاہے تو فاش کرے یا نہ کرے اسکا وہ مختار ہے۔

انتباہ:۔

فقیر دنیا بھر کے ان مخلص پیرانِ عظام اور نیک و قابل مریدان کرام سے اپیل کرتا ہے کہ آج کل کچھ نام نہاد پیروں نے اپنے کھوکھلے دو غلے بھرم کی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے ہماری ہی نہیں کسی بھی حق پرست کی تحریر و کتاب پر ناجائز تنقید کرتے ہوئے اگر ملیں یا یہ الزام رکھتے ہوئے پائے جائیں کہ یہ راز کی باتیں بتاتا ہے تو، دلیل طلب کیجئے، فقط یہ نہیں کے فلاں کتاب غلط ہے، یا فلاں کتاب کا مصنف غلط ہے کیونکہ وہ راز کی باتیں بتاتا ہے تو بلا جھجک دلیل طلب کریں، کیونکہ دلیل کا جواب دلیل ہے، بلا دلیل متعصب پیروں کی باتوں پر ہرگز دھیان نہ دیں ورنہ منزل سے رہ جاؤ گے! کیونکہ یہی خدا کی سنت ہے، جیسا کہ اسکا فرمان ہے" **یـــا ایھـــا الـذین**

آمنوا ان جائکم فاسق بنبأ فتبینوا "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو تم اسکی خوب چھان بین کرلو...... نیز ایسے عقل کے اندھے متعصبین کا حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق موازنہ نہ کرنا چاہئے" آپکا فرمان ہے" لا یعجب کم اسلام رجل حتی تعلم ماعقلہ " تمہیں کسے شخص کے اسلام لانے پر متعجب نہیں ہونا چاہئیے تاوقتیکہ اسکی عقل کا اندازہ نہ ہوجائے ،یعنی زبان کا مسلمان ہونا کافی نہیں ہے اسکی عقل کا بھی مسلمان ہونا شرط ہے،ایسے ہی عقل کے اندھے کے لئے ایک اور فرمان ہے" کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعاً "انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اسلئے کہ وہ نہ ذکر کرسکتے ہیں اور نہ میراذکر سن سکتے ہیں ......متعصب اشخاص اور ڈھونگی پیروں سے یہ ضرور پوچھ لیں کہ راز کے اقسام اور مقامات کتنے ہیں ؟ بتانے والے نے کس قسم کا اور کس مقام کا راز فاش کیا ہے؟ جس کو بنیاد بنا کر خود کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، یا یہ کہہ دینا کہ فلاں مصنف کی کتاب میں جو تمام رازوں کا علم ہے وہ تو ہمارا موروثی اثاثہ ہے جس کو ہم نے آج تک نہیں بتایا ورنہ جاننے کو ہم بھی یہ سب کچھ جانتے ہیں ! یہ ناجائز حیلہ، حیلہ گر پر نفاق کی دلیل ہے۔ کیونکہ جب تمہیں ہر راز سے واقفیت تھی تو بتایا کیوں نہیں؟ غیروں اور پرائے لوگوں کی بات تو درکنار اپنے مریدوں کی سہی تربیت کیوں نہ کی ؟ تعلیمات کا سلسلہ کیوں نہیں جاری رکھا ؟ اور جو مریدان باتوں اور حقیقی چیزوں کے حاصل کئے بغیر انتقال کر گیا تو اسکا جواب دہ کون؟ ایک سوال سے اتنے سوالات ابھرتے ہیں اسلئے خاموشی سے اخلاص کے ساتھ علم باطن حاصل کرکے اپنے عقیدت مندوں کی سہی تربیت کریں، تاکہ ہماری تمام خانقاہوں سے اصحاب صفہ کی جماعت پھر دوبارہ جنم لے ،اور اولیاء کرام کی تعلیمات عام ہوجائیں ،ظاہر کیساتھ ساتھ باطن کو بھی جلاء صفا اور نور میسر آئے ،اور ہمارا منشور اسکے علاوہ اور کچھ

نہیں، واللہ اعلم بالصواب الیہ المشتکیٰ والیہ متاب۔

حکمت ذکر ؟

ذکر اسے کہتے ہیں جو مراقبہ کی شکل میں ڈھل کر ذاکر کو مذکور تک پہنچادے۔ ذکر کے راستے مخلوقات کی سانسوں کے برابر ہیں اور بے شک ہر راستہ مذکور تک پہونچانے میں معاون و مددگار ہوتا ہے۔ قادریہ طریق کے مطابق صرف سات اذکار کو اہمیت دی گئی ہے۔ دیگر سلاسل میں سینکڑوں قسم کے اذکار رائج ہیں مگر ان میں بھی اذکار خمسہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مذکورہ اذکار اُمّ الاذکار کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ اذکار فوراً مراقبہ سے بدل جاتے ہیں ۔ ہر ذکر کی اصل کلمۂ طیب ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "افضل الذکر لا الہ الا اللّٰہ ،، جاننا چاہئے کہ اللہ رب العزت نے اس کلمۂ پاک کو صرف تین حروف سے ترتیب دیا ہے۔،"ل،ا،ہ" ،ل،ا،کی تخصیص کے بغیر کلمۂ طیب صرف ایک حرفی "ہ"، ہے جو محمد رسول اللہ کے آخری حرف "ہ"، کی شمولیت سے دوچشمی (ھو) ہوجاتا ہے۔

ذکر کی سند کیا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو ذکر مع الفکر تلقین فرما کر ارشاد فرمایا : کہ اذکار کے ان طریقوں کو صحابہ کرام اور تابعین کرام میں رائج کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود بھی کئی صحابہ کرام کو ذکر کی تلقین فرمائی ،اذکار کے ماہرین حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت بلال اور اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ہیں۔ اکثر گروہ صوفیاء میں علم سینہ بہ سینہ کا جو ذکر ملتا ہے انہیں اذکار کے طریقوں سے متعلق ہے جو براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچتا ہے

۔انہیں اذکار سے بعض صوفیاء کرام نے سینکڑوں اذکار کا استنباط کیا، جو آج تک اہل سلسلہ میں رائج ہیں۔اور تمام اذکار تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے متعلق ہیں۔

نفس کیا ہے اور کہاں ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نفس انسان کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے ۔بعض نابالغ پیروں نے اس قول پاک سے اعضائے تناسل مراد لیا ہے۔ یہ انتہائی شرمناک اور غلط نظریہ ہے۔ نفس کو اگر پہچاننا ہے تو پہلے انسان کے سراپا کا طولاً وعرضاً مرکزی نقطہ کو پہچانیں، نقطہ وہی ہے جس کو ناف کہتے ہیں، اور ناف کو دائیں، بائیں دونوں پہلو کے درمیان میں پاؤ گے۔ بس نفس بالکل ناف کے نیچے ہے جسے دم کہتے ہیں۔ اس لئے کہ دم کے بے توازن استعمال سے ناف کھسک جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ دم کو ہی نفس کہتے ہیں اور دم کی دو صورتیں (۱) ظاہری (۲) باطنی ،دم کا رجحان اگر ظاہری صورت کی طرف ہے تو نفس امارہ کہتے ہیں، دم کا رجحان و میلان اگر باطنی صورت کی طرف ہے تو نفس پہلے نفس لوامہ کی شکل اختیار کرتا ہے، اور مزید ترقی کے بعد نفس ملہمہ سے نفس مطمئنہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس لئے حدیث قدسی (**من عرف نفسه فقد عرف ربه**،، جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ معلوم ہوا کہ دم جب ذاتِ انسان ہوتا ہے تو مظہر رحمٰن ہو جاتا ہے۔ مگر اس وقت جب کہ دم کا رجحان اور میلان ظاہر کی طرف نہ ہو کر باطن کی طرف ہو، کیونکہ دم کا ظاہر عقل ظاہر ہے، جسے ''نفس امارہ'' کہتے ہیں اور دم کا باطن عقل باطن ہے جسے ''روح'' کہتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ دم اگر ظاہر پہ فریفتہ ہوجاتا ہے تو اس حال کو جہل، ظلمت، یا اگیان وغیرہ کہتے ہیں، دم اگر باطن کی طرف مائل ہے تو اس حال کو علم، نور، عرفان اور گیان کہتے ہیں۔ تو ظاہر ہوا کہ ''تزکیۂ نفس،، جسے کہتے ہیں وہ عقل ظاہر سے مکمل آزادی کا نام ہے۔ تصفیۂ قلب اس لئے ضروری ہے کہ قلب عرش خدا ہے، قلب

آئینہ خدا ہے، اور خدا قلب کا آئینہ ہے۔

قلب کیا ہے؟

قلب نور ہے، اور یہ نور جب سارے وجود کو اپنے قبضہ میں لے کر عارضی دل یعنی سینے میں لٹکے ہوئے دل میں داخل ہوتا ہے تو یہ خواہشات کا بتکدہ بھی قلب کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور زندہ ہوجاتا ہے، اس حال کے بعد مکمل قالب قلب کی شکل میں ڈھل جاتا ہے، بس اک دل کو دل بنانے کی تدبیروں کا نام اذکار ہے کیونکہ جب یہ گوشت کا ٹکڑا مقامِ قلب پر آتا ہے تو سارے وجود کو تقویت پہونچا کر انسان کو کشف و کرامات کے اظہار کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ **وما توفیقی الا باللہ**! معلوم ہوا کہ دم ہی نور ہے جانِ قلب ہے، اس لئے قادری طریق میں دم کو ہی قلب کا درجہ عطا کیا گیا ہے، دیگر سلاسل میں دم کو نور اور سینے کے دل کو دل کہتے ہیں، مگر یہ دل اس وقت تک مردہ رہتا ہے جب تک کہ اس میں دم کا شیر یعنی اسد اللہ داخل نہیں ہوجاتا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مثلاً اگر میں سو رہا ہوں تو لوگ کہیں گے کہ عارف القادری سویا ہوا ہے۔ اگر میں مرجاؤں تو لوگ عارف القادری نہیں کہیں گے بلکہ عارف القادری کی میت کہیں گے۔ معلوم ہوا کہ ''عارف القادری،، میت سے الگ ہے، بالکل اسی طرح نورِ قلب (دم) کے بغیر یہ جو سینے میں ہے کہ در اصل مردہ ہے مگر نفس کی گرمی سے دھڑک رہا ہے حقیقت میں یہ دل اس وقت کہلاتا ہے جب اس میں نورِ قلب نمودار ہوتا ہے'' **فهو علىٰ نور من ربهم**، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ اور مردہ دلوں کیلئے ارشاد فرماتے ہیں!''**لقنوا موتاكم شهادة ان لااله الاالله**''۔ تم اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرو سبحان اللہ! کس قدر پاکیزہ راز ہے۔ تلقین کا حق کسے ہے؟ یہ صرف اس پیر کامل کو حاصل ہے جو نائب رسول ہوتا ہے، تلقین کیا ہے؟ تلقین کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کا وہ طریقہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمایا

تھا! ورنہ تلقین کے بغیر ذکر کلمہ کرنا "قائلون لاالٰہ الااللّٰہ کثیرون والمخلصون قلیلون" کے مصداق ہوجاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تلقین صرف مخلصین کیلئے ہے۔

دل اوراذکار کااثر: ۔(یہ تمام اذکار سلسلۂ قادریہ کے سواء جمیع سلاسل کیلئے ہے)

جسدِ انسان میں دل ہی ایک ایسا عضو ہے جو مرئی چربی کے غلاف میں مقید رہتا ہے۔ جب تک یہ دل کی چربی پگھل کر بہہ نہیں جاتی تب تک ذکر اثر نہیں کرسکتا، اور نہ نورِ قلب قلب میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس لئے صوفیان کرام نے ایک ضربی سے بارہ ضربی تک اذکار وضع فرمائے ہیں اور جس کے کرنے سے دل کے اطراف جمی ہوئی چربی پگھل کر بہہ جاتی ہے۔ اور دل حقیقت میں دل بن کر لطائف اذکار واسرار قبول کرلیتا ہے۔

ذکر جلی کی تعریف: جس ذکر سے آواز یا حرکت ظاہر ہوتی ہے اس ذکر کو ذکر جلی یا لسانی کہتے ہیں۔

ذکر خفی کی تعریف: جس ذکر میں آواز وحرکت کا دخل نہ ہو اور ذاکر خموش مصروف ذکر رہے تو اس ذکر کو ذکر خفی کہتے ہیں۔

ذکر جلی کا طریقہ اول:

ناف کے نیچے سے دم کے ساتھ دل تک دل سے داہنے کندھے تک سر گھما کر الا اللّٰہ کی ضرب آواز کے ساتھ دل پر پے بہ پے جھٹکے کے ساتھ لگائے جائیں تاکہ دل کی چربی پگھل کر دل ذکر کے انوار کو قبول کرنے کے قابل ہوجائے۔ یہ عمل ۱۰۰ مرتبہ سے ۵۰۰ مرتبہ تک کیا جاسکتا ہے یا اس مقدار کے مطابق وقت خود متعین کرلیں۔ ذکر کے بہترین اوقات فجر کے بعد اور عشاء کے بعد ہیں۔

طریقۂ ثانی: دم کو ناف کے نیچے سے لاالٰہ اللّٰہ کے ساتھ کھینچ کر سینے کے دل میں پیوست کرکے ۱۰ مرتبہ لاالٰہ الا اللّٰہ کا ذکر تصور کے ساتھ کریں، اور گیارھویں بار محمد رسول اللّٰہ زبان تصور سے پڑھیں۔ اس وقت یہ تصور رہے کہ دل سے ہر چیز خارج ہورہی ہے تہہ دل سے لاالٰہ کہتے ہوئے سر کو داہنے کندھے تک لاکر اسم "ہ"، کے دائرے کے مطابق گھما کر قدرے اونچا کرے اور یہ تصور کرے کہ دنیا وعقبیٰ کو بھی دل سے نکال دیا ہے۔ اب تصور الا اللّٰہ کے ساتھ دل پر جھٹکے کے ساتھ ضرب دیں اور یہ تصور کریں کہ خانہ دل میں خدا حاضر ہے۔ دس مرتبہ اس ورد کے بعد گیارھویں مرتبہ محمد رسول اللّٰہ کی ضرب دیں۔ یہ ذکر جلی اور خفی دونوں صورتوں میں کیا جاسکتا ہے ۱۰۰۔ سے ۵۰۰ مرتبہ تک کریں، کئی چیزیں مشاہدے میں آئیں گی دھیان نہ دیں بے خودی کا سرور چھانے لگے تو مکمل تعداد ذکر کے بعد گرمئ قلب محو ہونے سے پہلے سانس آہستہ آہستہ لیتے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہوجائیں۔

طریقۂ ثالث (پاس انفاس)

ناف کے نیچے سے سانس آہستہ آہستہ لاالٰہ الا اللّٰہ کے تصور سے کھینچ کر دل کے بتکدے سے تمام خواہشات کے بتوں کو نکال کر چند بار تصور سے (سانس روک کر) دل میں الا اللّٰہ کا ذکر کریں، اسی طرح خارج ہوتی ہوئی سانس میں تصور کے ساتھ مُحمّد رسولُ اللّٰہ زبان تصور سے کہیں۔ ۱۰۰ سے ۵۰۰ مرتبہ تک صبح وشام کریں ان شاءاللّٰہ چند دنوں میں ذکر پاس انفاس قائم ہوجائے گا۔ پھر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کریں اس کے ساتھ اگر سالک دن میں دو مرتبہ اگر دو گھنٹے مراقبہ کرتا ہے تو ان شاءاللّٰہ صرف ایک ہفتہ میں منزل مقصود تک پہونچ جائے گا۔

طریقۂ رابع ذکرغوثیہ:۔

لا الٰہ کوناف کے نیچے سے تصور کے ساتھ کھینچ کر الا اللہ کی دس ضربیں تصور سے لگائیں کہ دل اللہ کیلئے میں نے مکمل خالی کردیا ہے۔ پھردم کوناف کے نیچے سے کھینچ کر لا معبود الا اللہ کے تصور سے دس ضربیں لگائیں، اسی طرح، لا مشھود الا اللّٰہ ، لا موجود الا اللّٰہ کی ضربیں لگائی جاتی ہیں، تعداد اپنے طاقت وحوصلے کے مطابق طے کرلیں۔ بے خودی پر قابو رکھیں، گرمیِ قلب کو برقرار رکھتے ہوئے فوراً مراقبہ میں مشغول ہوجائیں ان شاء اللہ ایک ہفتہ کافی ہے اور قلب جاری ہوجائے گا، مشاہدات تحریر میں نہیں لائے جاسکتے۔ سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔

عرفی دل پرضرب کیوں لگانا چاہیئے؟

اس لئے کہ سینہ کا دل روح حیوانی کا محل ہے۔ جب تک روح حیوانی قلب سینہ میں رہے گی تب تک خانہ دل بتکدہ ہی رہے گا۔ جب اس روح حیوانی کی موت، موتوا قبل ان تموتوا۔ مرنے سے پہلے مرجاؤ...... کے مطابق ہوتی ہے تو دل میں غیرمخلوق نورنمودار ہوجاتا ہے۔ روح حیوانی کی موت کیلئے ذکرفناوبقا افضل ہے۔ واضح رہے روح حیوانی کو نفس امارہ اور عقل ظاہر کہتے ہیں۔

طریقۂ ذکرخامس ذکرفناوبقا:۔

قعدۂ نماز یا آسان نشست اختیار کرکے پرسکون بیٹھ جائیں، لا الٰہ کوناف کے نیچے سے کھینچ کر سر کو سینے سے دائیں کندھے کی طرف گھما کر کندھے کو دیکھتے ہوئے سر کو قبلہ کی طرف قدرے اونچا کرکے الا اللہ کی ضرب اس تصور کے ساتھ لگائیں کہ روح حیوانی کو میں قتل کرکے دل کو محل الٰہی میں تبدیل کررہا ہوں، اور یہ ضرب داہنی پستان کے ٹھیک دوانگل نیچے داہنی طرف ہی

لگانے کی کوشش کریں کیونکہ یہ دہانۂ دل ہے یہیں روح حیوانی کا قیام رہتا ہے۔ یادرہے دل کی شکل تکونی ہوتی ہے، ہرذکر کی ضرب اس تکون کے سیدھے کونے پر پڑنی چاہیئے۔ ورنہ ذکر بے سود ہوجائیگا، ان ضربات سے دل کو گھیری ہوئی چربی پگھل کر بہہ جاتی ہے، اور جب تک یہ چربی پگھل نہیں جاتی تب تک روح حیوانی کی موت انتہائی دشوار ہے، کیونکہ جب تک چربی برقرار رہے گی دل بند ہی رہتا ہے ہرگز جاری نہیں ہوتا۔ اور جب دل جاری ہوجاتا ہے تو ہر چیز دل سے باہر نکل جاتی ہے۔ تعداد ومیعاد کے مطابق ذکر کے بعد فوراً مراقبہ میں مشغول ہوجائیں، بعد مراقبہ کے بھی ذکر پاس انفاس میں مشغول رہنے کی کوشش کریں۔ اس ذکر کے برکات احاطۂ تحریر میں لائے نہیں جاسکتے کیونکہ یہ ذکر خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے، جس کی آپ نے صحابہ کرام کو خصوصی تعلیم دی ہے۔

طریقۂ سادس ذکرفناوبقا (بطریقۂ دیگر):۔

آسان نشست میں بیٹھ کر داہنے پیر کو کھڑا کرکے لا الٰہ کوناف کے نیچے سے آہستہ کھینچ کر قدرے سر اونچا اٹھا کر قلب پر یعنی تکون کے سیدھے کونے پر الا اللہ کی ضرب لگائیں، اور تصور یہی رکھنا چاہیئے کہ دل اب بتکدہ نہیں خانہ خدا میں بدل رہا ہے، انشاء اللہ چند دنوں میں دل کی چربی پگھل کر قلب جاری ہوجائے گا اور جب تک قلب جاری نہیں ہوتا ذاکر ذکر قلبی کا اہل نہیں ہوتا۔

طریقۂ ذکرسابع: لا الٰہ کا دم کھلی آنکھوں کے ساتھ کھینچ کر بند آنکھوں سے دہانۂ دل (سیدھے کونے) پر الا اللہ کی ضرب ۱۰۰ سے ۵۰۰ مرتبہ تک لگائیں انشاء اللہ انتہائی سرعت کے ساتھ قلب جاری ہوجائے گا۔

طریقۂ ثامن، ذکر فنا و بقا (جلی):۔

قیام کی شکل میں قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جائیں، داہنا پیر لا الٰہ کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھائیں بلند آواز اور جھٹکے کے ساتھ داہنے دل پر الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ اس وقت یہ تصور رہے کہ میں نے عقبیٰ کو ترک کیا، اسی طرح ایک قدم لا الٰہ کے ساتھ پیچھے ہٹ کر الا اللّٰہ کی ضرب داہنے دل پر لگائیں انشاء اللہ چند دنوں میں کامیابی میسر آئے گی۔

طریقۂ تاسع ذکر تجلیاتِ الٰہی:۔

پنج سورہ سے سورۂ یٰسین کے اوراق گن کر تین حصوں میں تقسیم کرکے درمیانی حصہ کو کھول کر رحل پر رکھ لیں اور آسان یا دوزانو نشست اختیار کرکے لا الٰہ کو ناف سے کھینچ کر تجلیات ربانی کے تصور کے ساتھ الا اللّٰہ کی ضرب کھلے یٰسین پر لگائیں اور دوسری ضرب روح حیوانی کی فنا کے تصور کے ساتھ داہنے دل پر لگائیں پھر قدرت الٰہی کا مشاہدہ کریں۔ میعاد وہی ہے جو پہلے بیان کر آئے ہیں۔

ذکر عاشر: بعد نماز عشاء چت لیٹ جائیں، لا الٰہ الا اللّٰہ کو تصور دم کے ساتھ کھینچ کر بائیں کندھے کی جانب ضرب لگائیں، اور اسی طرح لا الٰہ الا اللّٰہ کی ضرب سیدھے کندھے کی جانب لگائیں مگر لیٹتے وقت جنوباً و شمالاً لیٹیں تاکہ تمہارا چہرہ دوسری ضرب پر قبلہ کی طرف ہو جائے۔

ہدایات ضروریہ:۔

ہر ذکر ہر مراقبہ کے بعد بھی ہمیشہ اس خیال میں رہنا چاہیے کہ اللہ معبود ہے، اللہ مشہود ہے، اللہ ہی مقصود ہے اور اللہ ہی ہر جگہ موجود ہے، یعنی وجود صرف اللہ کا ہے، ہر نشست و برخاست

میں، خلوت و جلوت میں یہی تصور رکھے، پاس انفاس کا یا کم از کم چڑھتی ہوئی سانس میں لا الٰہ الا اللّٰہ اترتی ہوئی سانس میں محمد رسول اللہ کا خاص خیال رکھیں، ہر وقت ہر حال میں اس خیال سے ہرگز غافل نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ ہی حاضر و ناظر ہے۔ اسی حال کو ذکر و مراقبہ بھی کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ ذکر بغیر فکر کے بے سود ہے، فکر یہی ہے کہ تو فانی ہے اور اللہ باقی ہے،'' نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ '' (سورۂ ق، پ۲۶، آیت ۱۶) ہم اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) ...... کے مطابق اللہ دور نہیں بہت قریب ہے یعنی شہ رگ سے بھی قریب ہے اور اسے اس طرح یاد کریں کہ نہ شہ رگ کی خبر ہو، اور نہ خودی کی۔

تمام اذکار میں گرمئ قلب انتہائی ضروری ہے، نہ اس کے بغیر قلب کی چربی پگھلتی ہے، نہ بند قلب جاری ہوتا ہے، نہ مقصود کی طرف رستہ ملتا ہے، ہمیشہ تصورِ حضور رہے یعنی خدا کے حاضرات کا مشاہدہ بھی روح کو میسر آسکے کیونکہ روح اعظم، غیر مخلوق ہے، او غیر مخلوق کا دیدار غیر مخلوق سے ہی ممکن ہے، ورنہ ہر ذکر ہر مراقبہ بے سود ثابت ہوگا۔ تقویٰ و طہارت اور شریعت کی پابندی ہی اس راہ کی چابی ہے لہٰذا مکمل عمل کریں۔

حقیقتِ مراقبہ ؟

جب سالک کے اذکار مجاہدات میں تبدیل ہوتے ہیں تو مراقبہ میں کوشش کرنی چاہیے۔ مراقبہ، صفت رقیب سے ماخوذ ہے، ویسے تو اس کا معنی گردن جھکا لینا، گردن ڈال دینا، انتظار کرنا، یا نگہبانی کرنا وغیرہ کے ہے۔ ذکر مراقبہ کیلئے مذکورہ شرائط کیساتھ حصار ضرور کرلیں۔

مراقبہ اسم ذات:۔ اول

'' اللّٰہ '' کا تصور لا مقصود الا اللّٰہ کے ساتھ اس قدر پختہ کریں کہ دل کا

بتکدہ پاک ہوکر مقصود کے سوا کسی کو جگہ نہ دے۔ اور ہر اعضاء و جوارح کا مقصود صرف اللہ ہی اللہ ہو۔ یعنی اگر جسم کے تمام اعضاء و جوارح، حرکات وسکنات، قول اور فعل، ظاہر و باطن کا مقصود صرف اور صرف اللہ ہی رہے اور ماسوی اللہ کے خیال کو بت پرستی تصور کریں۔

مراقبہ دوم:۔

اسم ذات " لِلّٰہ ،، الحمد للّٰہ رب العلمین تمام عالمین اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں ، ہر تعریف اللہ کیلئے ہے لہٰذا سالک اسم ذات " للّٰہ ،، کے تصور میں اس قدر غرق ہوجائے کہ اسکے وجود کا ہر ذرہ ہر تنکہ اسی کی حمد وثنا میں مصروف رہے۔ تمام عالمین سالک کے قلب کے عکوس ہیں ، یہ بھی تصور کرے کہ سالک کا قالب اسی کے اظہار کا ذریعہ ہے، ذکر بھی ہے مراقبہ بھی ہے، یہی عمل بالجوارح بھی ہے۔ انشاء اللہ صرف ایک چلہ میں سالک کا بال بال، روم روم، اس کی حمد وثنا میں مصروف ہوجائے گا۔ اس لئے لامعبود الااللہ کے تصور پر قائم رہنا چاہئے۔

مراقبہ سوم، اسم ذاتِ لہ:۔

لہ مافی السمٰوات و الارض جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کچھ اللہ کا ہے، یہاں آسمان سے مراد قلب اور زمین سے مراد قالب ہے، یعنی قلب و قالب کا مالک وہی ہے، یہ اسی کی ملکیت ہے، سالک کو چاہئے کہ اللہ کی ملکیت میں تصرف نہ کرے، نہ غیر اللہ کے خیال میں مصروف ہو، نہ وسوسہ کا شکار ہو، سالک کا تصور" لاَ مشھود الاّ اللّٰہُ" پر اس قدر پختہ ہوجانا چاہئے کہ ہر شئی میں اس کا دیدار جمال نصیب ہو، اور سالک مرتبہ شہادت پر آکر شاہد مشہود ہوجائے، اس راہ میں غیر اللہ پر نظر ڈالنا شرک اور بت پرستی کے مترادف ہے، لہٰذا ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہیں۔

مراقبہ چہارم، اسم ذات ھو:۔

ھو الحی القیوم ، ھو اللّٰہ واحد کا رمز یہاں فاش ہوجاتا ہے، ھوالحی القیوم، اسم اعظمؐ ہے، ان مراتب کے حصول کیلئے سالک کو لا موجود الا للّٰہ کے مصداق اپنے وجود حقیقی کو یعنی ذات انسانی کو، عین ذات الٰہی اور وجود کو عین وجود الٰہی کا تصور اس قدر مضبوط اور پختہ کرنا چاہئے کہ من عرف نفسہ کے "ہ،، اور " فقد عرف ربہ " کے "ہ" کے اتصال کے ساتھ "**ھو** ،، اور **ھو** سے ھو الحی القیوم، کا اسم اعظم جاری ہوجائے وجود صرف اللہ ہی کا ہے ،لا موجود الا اللّٰہ ، اے سالک تو غیر نہیں، اسم ذات **ھو** کے دو چشموں کا ایک چشمہ ہے، مگر یہ حقیقت کا انکشاف کب ہوتا ہے؟ جب سالک پر "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کا راز کھلتا ہے۔ لہٰذا اس مراقبہ میں سالک کو چاہئے کہ وہ اسم **ھو** میں غرق ہوجائے، یہ نام بھی ہے، اور نام ذات بھی ہے جو تیری شہ رگ سے قریب تر ہے۔ اس مضمون کو سمجھ کر تصور کو اسم ذات **ھو** میں قائم کرنے کی مکمل کوشش کریں۔

مراقبہ پنجم، ھوالحق:۔

ھو ہی حق ہے **ھو** کیا ہے؟ اے سالک **ھو** کے دو چشمے اس کے جلال و جمال کے سر چشمے ہیں، من عرف نفسہ فقد عرف ربہ...... کے بعد تیری ذات اسم **ھو** کا دوسرا چشمہ بن جائے گی اور وہ اولیت کے اعتبار سے ھوالاول کا پہلا چشمہ ہے، تو اس سے جدا کہاں ہے؟ حق کیا ہے؟ حق اسم ذات ہے، نور ذات ہے، اور اس کی ذات ہے جو کنز مخفی ہے، اے سالک تجھے اس تک پہونچنے کیلئے ان مقامات تک پہنچنا ہوگا۔

اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں" من رأنی فقد رألحق" جس

نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا...... حق یہی ہے کہ حق وہی ہے۔ باقی سب کچھ باطل ہے۔ اس مقام پر سالک کا حوصلہ بہت بلند ہونا چاہیئے ورنہ بندہ خود اس مقام تک پہنچتے پہنچتے حق حق کہتا ہے اور پہنچنے کے بعد انا الحق کہتا ہے، خبردار "انا" سے منسوب ہونے کی نہ کوشش کریں اور نہ راز انا کو ظاہر کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مقام پر پہونچے تو ارشاد فرمایا: "ما عبد ناک حق عبادتک" "ما عرفناک حق معرفتک" ہم تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے...... میں عارف ہوں حق عرفان ابھی ادا نہیں ہوا۔

مراقبہ ششم، سر **هو**:۔

"الانسان سری و انا سر هو ،، انسان کیا ہے؟ سری ہے اور "انا ،، سر هو ہے۔ بس سری کے قطرہ کو چاہیئے کہ "انا ،، یعنی سّر هو کے بحر بے کنار میں غرق ہو جائے، یہاں تک کہ سر هو کے دو چشموں کا دوسرا چشمہ خود سالک کی ذات بن جائے۔ انشا اللہ چند ہی دنوں میں انتہائی کامیابی نصیب ہوگی۔

مراقبہ ہفتم، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ :۔

اس مراقبہ میں سالک کا تصور مکمل خود کی نفی اور خدا کے اثبات کے ساتھ مجلس محمدی میں پہنچنے کا ہونا چاہیئے۔ یہی وہ کامل مقام ہے جہاں پہنچ کر سالک مقام پیری پر آ کر جسے چاہے بخشوانے کا اعزاز رکھتا ہے! یہی وہ مقام ہے جہاں آنے کے بعد سالک کی بیعت "انَّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یدُ اللہ فوق ایدیھم" یعنی اے حبیب مکرم وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے...... کے راز سے آشنا ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں خلفائے راشدین اور حسنین کریمین سے بیعت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام سے مقام محبوبیت عطا

ہوتا ہے، اس مضمون سے تصور اخذ کر کے سالک کو اسی تصور میں غرق ہو جانا چاہیئے، یہاں مکمل کلمۂ طیب کا تصور کٹھن ہے لہٰذا اسم **ھو** کو ہی کلمۂ طیب سمجھ کر اس میں غرق ہو جانا چاہیئے۔ مراقبہ کے کئی طریقے ہیں انشاء اللہ آئندہ کتابوں میں تفصیلی ذکر ضرور کروں گا۔

نوٹ :۔ ہر مراقبہ ۲۰ منٹ سے شروع کر کے صبح ڈیڑھ گھنٹہ اور شام ڈیڑھ گھنٹہ متواتر بڑھاتے جائیں، کھانے پینے میں زود ہضم اشیاء کا استعمال کریں۔ روزہ نہیں رکھ سکتے تو کم کھالیا کریں اور اگر دماغ پر خشکی کا حملہ ہو تو مراقبہ کی میعاد چند منٹ تک ہی محدود رکھیں، گھی دودھ اور مکھن وغیرہ چکنی چیزوں کا استعمال کریں۔ ذکر و مراقبہ کیلئے ضروری شرائط اور شریعت مطہرہ کا خاص خیال رکھیں۔

الانتباہ:۔

پیر جب مراقبہ میں سالکین کو مشغول کراتے ہیں تو بعض حضرات کی روحیں طاقتور اور حافظہ یاب ہوتی ہیں تو وہ بہت جلد خدا کی قدرت کا مشاہدہ کر لیتی ہیں، کیونکہ ان کو پیر کے یاد دلانے سے اور وسیلے سے سب کچھ یاد آنے لگتا ہے حتیٰ کہ قول الست اور امر کن بھی یاد آ جاتا ہے، بعض کو جلد یاد نہیں آتا اور مراقبہ سے مشاہدہ اور مکاشفہ نہیں کھلتا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ وہ اس لئے کہ بعض حضرات کی روحیں اللہ کے حکم سے جب دنیا میں سات آسمانوں سے گزر کر آ رہی ہوتی ہیں ان کا ذکر سات اذکار میں سے ایک مخصوص ہوتا ہے مثلاً (۱) **اللّٰہ** (۲) **للّٰہ** (۳) **لہ** (٤) **ھو** (٥) **ھو الحق** (٦) **سر ھو** (۷) یا کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، اوران اذکار میں سے کسی ایک کے ورد کے ساتھ ماں کے شکم میں ۴ مہینے دس دنوں کے بعد روح منتقل ہو جاتی ہے، اور اسی ذکر کے ساتھ بچہ اپنی طبعی میعاد پوری کرنے کے بعد جب دنیا میں ظاہر ہوتا ہے تو نفس کے غلبہ سے سب کچھ بھول جاتا ہے، اس لئے پیران عظام

سات اذکار کے مراقبہ کے ذریعہ طالبین کو وہ سب کچھ یاد دلا کر خدا تک پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں جسے وہ بھول چکا تھا۔

مثلاً اگر کوئی اسم "**للّٰہ**" کے ساتھ اس دنیا تک پہونچا ہے تو اسم **اللّٰہ** کا مراقبہ اس پر اثرانداز نہیں ہوتا اور مشاہدہ اور مکاشفہ نہیں کھلتا اس طرح اسم **ھو** کی تسبیح کے ساتھ جو آیا ہے اس کے لئے اسم **لہ** سے مراقبہ نہیں کھلتا۔ اس لئے قادری طریق کے ذریعہ پیران عظام سات اذکار ہی سے سات مراقبہ عطا کردیتے ہیں تا کہ ان سات مراقبے سے سالک کو اس کا اپنا ذکر ازلی یاد آکر اس پر سب کچھ منکشف ہوجائے۔ اس لئے فقیر نے اذکار کا شغل دوسرے اور سلاسل کے ساتھ بیان کیا ہے اور مراقبہ جات قادری طریق کے مطابق بیان کیا ہے تا کہ اللہ کے بندوں کی رہبری ہوسکے۔

"وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین"

...☆☆☆☆☆...

درود و سلام

عارفؔ القادری

خاتمِ انبیاء پر درود و سلام
نورِ ذات خدا پر درود و سلام
احمد مجتبیٰ پر درود و سلام
حق ہیں وہ حق نما پر درود وسلام
پاک ہیں اور پاکدامن ہیں آپ
نور و نور صفا پر درود وسلام
عظمت آلِ احمد پہ لاکھوں درود
رحمت مصطفیٰ پر درود و سلام
مظہرِ نور ہادی، امام رُسل
خیر و خیر الوریٰ پر درود وسلام
اک نگاہِ کرم اے شفیع امم
مظہرِ کبریاء پر درود و سلام
لامکاں میں ہے عارفؔ خدا منتظر
بزمِ شام سرا پر درود و سلام

ہماری مطبوعات

(۱) صحیفۃ السرائر فی حقیقۃ النوادر (صحیفۂ اسرار)
(۲) العلم نورٌ
(۳) العلم نقطۃٌ
(۴) بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی (سبیل النجات)
(۵) من عرف نفسہ (معرفت ذات انسانی)
(۶) حقیقت پیری مریدی
(۷) جلوۂ نوری
(۸) کنز اخفی
(۹) روحِ سماع (شعری مجموعہ) برائے شائقین سماع
(۱۰) سرِ کن فکاں

نوٹ: ہماری تمام مطبوعات برصغیر کے خانقانوں کیلئے خالص علم تصوف پر مبنی ہیں

ہماری کتابیں ملنے کے پتے

(۱) الہدیٰ پبلی کیشنز، 2982، کوچہ نیل کنٹھ، قاضی واڑہ، دریا گنج، نئی دہلی، 2
Tel:011.23260328: Cell:08010503999

(۲) **پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری**
سجادہ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاۂ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک
موبائل: 09448467215

(۳) حضرت صوفی، ولی اللہ شطّاری القادری صاحب، بنگلور
اور صوفی سلیم ہزاروی صاحب بنگلور 09844053703 , 09886813191

(۴) نثار بکڈپو، جی، ۶۷ سٹی مارکیٹ، بنگلور، 09396778163

(۵) فردوس کتاب گھر، کے سی سی بینک روڈ، دھارواڑ، کرناٹک

(۶) جناب منیر القادری صاحب، حیدر آباد، دکن، 09700767797

(۷) جناب عبدالغفور قادری، لشکر محلّہ، شولا پور، مہاراشٹر، 08484901786

(۸) حبیبی کتاب گھر، مدنی مسجد، ٹکاری روڈ، دھارواڑ، کرناٹک۔
موبائل: 9900464348